Cata
Roohi

DATE LABEL

24 MAY 1974

42

4/7/74

92

31/7/74

547

30.7.75

385

27/5

04 FEB 2002

547

11.9.75

25 MAR 1976

457(T)

8 JUN 1977

4 JUN 1977

8/10/87

27 JUL 1977

Call No.________ Date________

Acc. No.________

K. UNIVERSITY LIBRARY

This book should be returned on or before th
te stamped above. An over-due charge of **.06 P.**
ied for each day if the book is kept beyond that d

Acc 32950
14-4-60 Moneef
۳۳۰۷

ایک سائنٹفک ناول

اُڑن طشتری

e:- very much Boring Novel: Don't read it any time.

This is a Scientific novel Not any easy thing to under stand. Anyway you should not write your remarks as boring since you feel such person

شیخ غلام محمد اینڈ سنز تاجران کتب
مائسمہ بازار امیرا کدل سرینگر کشمیر

خان محبوب طرزی

جملہ حقوق دائمی طور پر بحق نسیم بکڈپو لکھنؤ

محفوظ ہیں

CHECKED

U3
1277

قیمت مجلد

تین روپیہ آٹھ آنے

UNIVERSITY
No. 32950
Date 14-4-60
SRINAGAR

ناشر

نسیم بکڈپو
لکھنؤ

ST 01
1/21

بار اول جون سنہ ۵۳ء —— پرنٹر سرفراز پریس لک

سائنسی ناول

حیرت انگیز انکشافات

ڈاکٹر گلزار کرالی

ALLAMA IQBAL LIBRARY
32950

اسد نے دار البرق میں داخل ہوتے ہی ایاز سے کہا۔

"ایاز! واقعی تم نے اپنے دار التجارب کو برقی عجائب خانہ بنا رکھا ہے۔"

"اس کمرے میں تم صرف وہ آلات دیکھ رہے ہو جو میں نے جرمنی، فرانس، انگلینڈ، ہالینڈ، کناڈا، امریکہ اور جاپان سے خریدے ہیں، میں کبھی کبھی ان سے کام لیتا ہوں ورنہ عموماً میں اپنے بنائے ہوئے آلات اور مشینری ہی استعمال کرتا ہوں۔"

دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے باتیں کرتے ہوئے بڑے مستطیل کمرے سے گذر کر اس ہال میں پہنچ گئے جہاں چاروں طرف پختہ چبوتروں پر دو درجن سے زیادہ چھوٹے اور بڑے برقی پلانٹ لگے ہوئے تھے

اسد اور ایاز نے دوسری عالمگیر جنگ ختم ہونے کے ایک سال بعد

اڑن طشتری

علیگڑھ سے سائنس کی اعلیٰ اسناد حاصل کرنے کے بعد تین سال تک مغربی ممالک کے معملوں میں تحقیق وتجسس کے بعد ہندوستان واپس آکر اپنے تجربات شروع کئے تھے۔ چند قومی اداروں اور مرکزی حکومت نے ان کے دار التجارب کے اخراجات کے لئے گراں قدر رقوم ماہانہ وظائف کی صورت میں مقرر کردی تھیں۔

اسد نے اپنا دار التجارب نینی تال سے قریب ایک پرفضا پہاڑی پر بنایا تھا۔ اسے بچپن ہی سے اجرام فلکی کے مشاہدات کا شوق تھا، طالب علمی کے زمانہ میں اس شوق نے خبط کی صورت اختیار کرلی اور اب فارغ التحصیل ہوجانے کے بعد اس نے اسی سے اپنا مستقبل وابستہ کرلیا تھا، بچپن میں جب وہ آسمان پر چمکتے ہوئے تاروں کو دیکھتا تھا تو اس کے دل میں تمنا ہوتی تھی کہ وہ کسی طرح اُڑ کر ان پر پہونچ جائے اور اب وہ عملی طور پر اسی جد وجہد میں مصروف تھا۔ اس نے انگلستان اور امریکہ میں ان ہوائیوں کو بغور دیکھا تھا جو سطح چاند تک پہونچنے کے لئے بنائی جارہی تھیں۔ اس نے پُراسرار اُڑن طشتریوں کے متعلق بھی کافی معلومات فراہم کی تھیں اور ایک بار غروب آفتاب کے وقت کسی چمکیلی چیز کو بہت بلندی پر مشرق سے مغرب کی طرف جاتے ہوئے دیکھا۔ وہ بہت بلندی پر میلوں لمبی ایک آتشیں لکیر بناتی ہوئی مغرب کے سرخ افق میں غائب ہوگئی تھی۔

اسد خود بھی ایک ایسی ہی ہوائی کی تعمیر میں مصروف تھا، اس کا خیال تھا کہ وہ اس ہوائی کے ذریعہ مریخ یا زہرہ تک ضرور پہونچ سکے گا۔ اسد اس ہوائی

کو گذشتہ آٹھ ماہ سے تیار کر رہا تھا۔ ہوائی تقریباً پایۂ تکمیل تک پہونچ چکی تھی۔ اسد ایاز کے پاس اسی لئے آیا تھا کہ وہ اس سے برقی آلات اور مشینری لگانے کے سلسلہ میں مشورہ کرے۔

ایاز اپنے وقت کا ماہر برقیات سمجھا جاتا تھا۔ اس نے ایسی متعدد برقی لہریں دریافت کی تھیں جو غیر ممالک کے ماہرین برقیات کی بحث کا موضوع بنی ہوئی تھیں۔ خصوصیت کے ساتھ اس کے زیر عمل ٹیلی ویژن پر دنیا کی نگاہیں لگی ہوئی تھیں۔ اس نے اپنے دار التجارب میں چند ایسے والو تیار کئے تھے جو فضا سے کمزور ترین برقی لہروں کو کھینچ کر ان آلات تک پہونچا دیتے اور ان کو روشنی میں تبدیل کر دیتے تھے۔ ایاز جب اسد سے چھ ماہ قبل آخری بار ملا تھا تو اس نے اسے بتایا تھا کہ وہ ایک بہت طاقتور ٹیلی ویژن تیار کرنے والا ہے۔ اس کے بعد اب دونوں میں ملاقات ہوئی تھی۔

اسد نے برقی طاقت پیدا کرنے والی مشینوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”تم نے اپنے دار التجارب کو پاور ہاؤس بنا رکھا ہے۔“

”بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ۔“ ایاز نے جواب دیا۔ ”یہ جو عفریت پیکر پلانٹ گوشے میں نصب ہے یہ بیک وقت یوپی کے چار بڑے شہروں کے لئے برقی قوت پیدا کر سکتا ہے۔“

دونوں باتیں کرتے ہوئے اس کمرے میں پہنچ گئے جو ایاز نے اپنے تجربات کے لئے مخصوص کر رکھا تھا۔

”یہاں میں اپنے کسی نائب کو بھی نہیں آنے دیتا ہوں۔“

"بہت رازداری سے کام لے رہے ہو۔"

"بہت زیادہ رازداری سے۔" ایاز نے جواب دیا۔ "بات یہ ہے کہ تم نے میدانی شہروں سے دور ہمالیہ کے دامن میں ایک پرفضا چوٹی پہ اپنا دارالتجارب بنایا ہے، وہاں تک مشکل ہی سے کوئی پہونچ سکتا ہے۔"

"وہاں میری ڈاک تک نہیں پہونچ سکتی ہے۔" اسد نے ایاز کے ساتھ ایک صوفے پہ بیٹھتے ہوئے کہا۔ "چار ملازم صرف اسی لئے ہیں کہ وہ روزانہ نینی تال آتے جاتے رہیں۔"

"ـــ لیکن یہاں کی صورت حال اس کے برعکس ہے۔" ایاز نے میز پر سے سگریٹ کا ڈبہ اٹھا کر کھولا اور اسد کو سگریٹ پیش کرتے ہوئے کہا۔ "لکھنؤ یہاں سے صرف چھ میل دور ہے اس لئے روزانہ طلباء کی ٹولیاں آتی رہتی ہیں، شوقین مزاج نوجوان پک نک کے لئے بھی عموماً اس طرف آتے رہتے۔ ان کے علاوہ ہر وہ دوست جو لکھنؤ میں ہے ہفتہ میں ایک بار ضرور آتا ہے اور ہر وہ دوست جو لکھنؤ سے ہو کر گزرتا ہے ایک روز کیلئے یہاں ضرور آتا ہے۔"

"اس کا تمھاری مصروفیات پر بُرا اثر پڑتا ہوگا۔"

"یقیناً ـــــ خیر یہ تو ہوتا ہی رہتا ہے، بتاؤ اب تمھاری ہوائی تیاری کس منزل پر ہے؟"

"تقریباً تیار ہو چکی ہے۔ ایندھن کی ٹنکیوں پہ تانبے کی چادریں چڑھائی جا رہی ہیں۔"

"کتنی گنجائش رکھی ہے ـــــ؟"

"اس میں بیس آدمی سفر کر سکیں گے اور اپنے تخمینہ کے مطابق میں اسمیں اس قدر ایندھن لے جا سکوں گا کہ مریخ اور زہرہ تک پہونچکر واپس آسکوں۔"

"عملے میں کتنے افراد ہوں گے۔"

"اٹھارہ ___ اور دو اخباری نمائندے ___" اسد نے سمجھاتے ہوئے کہا۔ "ان میں چار ملازم بھی شامل ہیں۔"

"کبتک پرواز کا ارادہ ہے؟"

"چھ ماہ بعد اس وقت تک ہوائی بین السیاری سفر کے قابل ہو جائیگی تم بتاؤ ___ ٹیلی وژن کے سلسلہ میں کس حد تک کامیابی ہوئی ہے۔؟"

"میرا ہر تجربہ کامیاب ثابت ہوا ہے۔" ایاز نے دیا سلائی جلا کر اسد کی طرف بڑھائی اور اس کے بعد اپنا سگریٹ سلگا کر خاک داں میں تیلی رکھتے ہوئے کہا۔ "اسد! تم کو وہ نوجوان سائنسداں یاد ہے جو طنجہ میں ہمارے ساتھ مراکشی ہوٹل فردوس میں ٹھہرا ہوا تھا ___"

"ہاں خوب یاد ہے اس کا نام ڈاکٹر رادریق تھا اور میں اسے دیکھ کر کہتا تھا کہ یقیناً ان عربوں کی اولاد ہے جو وادی الکبیر کے کنارے اپنے دارالتجارب میں بیٹھے ہوئے اپنی نت نئی ایجادات سے دنیا کو محو حیرت بناتے رہتے تھے، غالباً وہ قرطبہ کا رہنے والا تھا۔

"ہاں اس نے یہی بتایا تھا اور ٹیلی وژن کے بنیادی خیال پر تبادلہ خیال کرتے ہوئے ایک روز کہا تھا کہ جب ہم ایک چیز کو نزدیک سے دیکھ سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسے دور سے نہ دیکھ سکیں۔ فرق صرف اسقدر ہو گا کہ ہم

اسے نزدیک سے بغیر کسی چیز کی مدد کے دیکھ سکتے ہیں لیکن دور کی چیز دیکھنے کے لئے یا تو ہم کو اپنی قوت بصارت بڑھانے کی ضرورت ہوگی یا پھر اس چیز کو اس درجہ منور کر دیا جائے کہ اس کی روشنی براہ راست ہمارے پردۂ بصارت تک پہونچ سکے۔"

"مجھے یاد ہے۔ وہ طنجہ کی ایک خوشگوار شام تھی اور ہم دونوں آپس میں اس خشک موضوع پر تبادلہ خیال کر رہے تھے۔"

"اسد!" ایاز نے ایک کش لے کر کہا "واقعی وہ موضوع تمہارے لئے قطعی غیر دلچسپ اور خشک تھا لیکن میری یہ جد و جہد اسی کی رہین منت ہے۔"

"خیر اب یہ بتاؤ کہ ٹیلی ویژن منظر عام پر آنے کے قابل ہو چکا ہے یا نہیں؟"

"دنیا کو اس دار التجارب سے جس قسم کے ٹیلی ویژن کی توقع ہے وہ تو پندرہ روز قبل تیار ہو چکا ہے لیکن اب میں ایک ایسا ٹیلی ویژن تیار کر رہا ہوں جو سائنسدانوں کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دے گا!"

"واقعی ——؟" اسد نے حیرت و مسرت کے ملے جلے جذبات ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

"واقعی۔ میں خود متحیر ہوں کہ وہ چیز کیا ہو سکتی ہے۔؟"

"کیا چیز ——؟"

"ابھی دکھاتا ہوں ——" ایاز نے جواب دیا اور سگریٹ کا ایک کش لے کر اس سے پوچھا "چائے پیو گے؟"

"ابھی نہیں —— پہلے تم مجھے وہ چیز دکھاؤ جو تم کو متحیر کئے ہوئے ہے۔"

ایاز کی نگاہیں خود بخود اس میز کی طرف اٹھ گئیں جس پر چند والوؤ اور بتعدد تار بکھرے ہوئے تھے اور چند چھوٹی اور بڑی نلکیوں کے سامنے ایک چھوٹا اسکرین لگا ہوا تھا، اسد نے بھی اس طرف دیکھا اور اٹھتے ہوئے کہا۔

"تو گویا یہ ہے تمہارا ٹیلی ویژن جو ابھی یکجا نہیں کیا گیا ہے"

"ہاں"

ایاز بھی اسد کے ساتھ کھڑا ہو گیا اور دونوں ٹہلتے ہوئے میز کے قریب پہونچ گئے۔

ایاز نے تین بڑے والوؤں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ میں نے اپنے دار التجارب میں تیار کئے ہیں"

"تم مجھے وہ چیز دکھاؤ جس نے تم کو بھی متحیر کر دیا ہے"

ایاز نے ایک کرسی میز کے قریب کھینچ لی اور اسد کو بٹھاتے ہوئے کہا۔

"دنیا کے کسی اسٹیشن سے بھی کسی منظر کا عکس لہروں میں تبدیل کر کے فضا تک پہونچایا جائے، یہ ٹیلی ویژن ان لہروں کو کھینچ کر اس منظر کو فوراً اس پردہ پر منعکس کر دیتا ہے ــــ"

ایاز نے گھڑی دیکھ کر کہا۔

"اس وقت جزائر ہوائی سے امریکہ کے لئے ہوائی رقاصاؤں کے رقص ٹیلی ویژن پر دکھائے جاتے ہیں۔

اس نے ٹیلی ویژن کے تاروں کا سلسلہ ملایا، والوؤ سرخ اور نیلگوں ہونے لگے۔ ایاز نے اپنا سگریٹ ایک خاکدان میں رگڑ کر بجھا دیا اور ٹیلی ویژن

کے ایک لٹو کو گھمانے لگا۔ اس کا کمرہ قدرے تاریک تھا اور ایک طاقتور قمقمہ اس کو جگمگا رہا تھا، ایاز نے دریچے بند کر کے پردے کھینچ دیئے اور میز کے پاس آ کر سفید اسکرین کو دیکھا اور اس پر بتدریج دھوئیں کے بادل چھاتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

ایاز نے بڑھ کر کمرے کی روشنی گل کر دی اور دوبارہ میز کے پاس آ کر ٹیلی وژن کے ایک لٹو کو گھمایا ـــ پردہ پر بتدریج متحرک سیاہ اور سفید خطوط ابھرنے لگے۔ اس نے دوسرا لٹو گھمایا اور خطوط میں سرخ سبز نیلگوں اور زرد رنگ جھلکنے لگا۔

"یہ میری جدت ہے۔" ایاز نے اسد سے کہا۔ "میں نے کلر فلٹر والوو تیار کر لیا ہے یہ ہر منظر کو قدرتی رنگوں میں واضح طور پر پیش کرتا ہے۔"

اس نے رنگوں کو اور زیادہ واضح کیا اور ایک تیسرے لٹو کو گھمایا اور پردہ پر جزائر ہوائی کی چھ لڑکیاں رقص کرتی ہوئی نظر آئیں ـــ"

"کیا اسی چیز نے تم کو متحیر کر رکھا ہے؟" اسد نے سوال کیا۔

"نہیں ـــ" ایاز نے جواب دیا۔ "ابھی تو میں تم کو یہ بتا رہا ہوں کہ میرے ٹیلی وژن کے لئے فاصلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا ہے۔ لو اب ان مناظر کا عکس دیکھو جو مجھے متحیر کئے ہوئے ہے۔"

ایاز نے یکے بعد دیگرے دو لٹوؤں کو گھمایا اور پردہ پر یکایک گہرے سبز اور نیلگوں رنگ کی دھاریاں لہروں کی صورت میں رقص کرتی ہوئی نظر آئیں

ایاز نے ایک دوسرا تار ٹیلی وژن میں لگاتے ہوئے کہا۔

"برقی قوت بڑھانے کے لئے یہ ایک فاضل تار ہے۔"

روشنی زیادہ واضح ہوگئی اب اسد کی نگاہوں کے سامنے ایک فردوسی منظر تھا۔ سرو اور شمشاد سے مشابہ درختوں کی قطاریں، ان میں سرخ اور زرد رنگ کے پھول۔ ان قطاروں کے درمیان ایک نہر، نہر کے دونوں کناروں پر سنبل کی طرح پیچدار گھاس اگی ہوئی تھی، نہر بالکل سیدھی تھی اور حدِ نگاہ تک چلی گئی تھی۔

نہر پر جابجا سنگ مرمر اور سنگ سرخ کے خوشنما پل بنے ہوئے تھے

اسد نے غور سے دیکھ کر کہا۔

"یہ جو نہر میں کناروں پر کوئی بیل تیرتی اور پانی کی روانی میں ہلکا سا تموج پیدا کرتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ یہ غالباً بنفشہ کی بیل ہے۔"

ایاز مسکرایا۔ "یہ تمہاری اس باریک بینی کی داد دیتا ہوں۔ میں آٹھ دس روز سے صرف یہی مناظر دیکھ رہا ہوں۔ میں نے ان کی عکسی تصاویر بھی لے لی ہیں اور ان کو بڑے سائز پر تیار کیا ہے، واقعی یہ بیلیں بنفشہ کی ہیں۔"

"دیکھو ایاز! ذرا غور سے دیکھو ــــ" اسد نے پردہ پر نگاہیں جما کر ایاز کا شانہ پکڑ کر اسے جھکاتے ہوئے کہا "ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے روپہلی چادر پر زمردیں جھالر ٹانک دی گئی ہے ــــ ہیں یہ کیا ــــ" اسد نے گھبرا کر کہا۔ "کیا برقی طاقت بتدریج کم ہو رہی ہے ــــ؟"

"نہیں ــــ" ایاز نے فوراً جواب دیا۔ "بلکہ یہ منظر بتدریج غائب ہو رہا ہے۔ اب دوسرا منظر دیکھو ــــ"

درختوں کے رنگ آہستہ آہستہ آسمانوں کے رنگ میں مل گئے اور ٹھہرا ہوا راستہ سیاہی مائل ہو کر بھورا ہو گیا اسد اور ایاز پردہ پر نگاہیں جمائے ہوئے تھے اب ان کے سامنے چھوٹے پردہ سیمیں پر ایک جھیل حد نگاہ تک موجیں مارتی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

"یہ غالباً کشتیاں ہیں ——" اسد پردہ پر جھک گیا اور بغور دیکھنے لگا کشتیاں بہت دور تھیں اور ہلکی ہلکی موجوں پر ہچکولے کھاتی ہوئی قریب تر آتی جا رہی تھیں ان کی ساخت بالکل ایسی ہی تھی، جیسی کشتیاں مغلیہ دور حکومت میں دہلی کے قلعہ معلی اور آگرہ میں تاج محل کے سامنے جمنا کی لہروں کو شب و روز چیرتی ہوئی دوڑا کرتی تھیں۔

"کشتیاں بہت آراستہ معلوم ہو رہی ہیں" اسد نے ایاز سے کہا۔

"ہاں ہر طرف رنگا رنگ کے پھولوں کے انبار لگے ہوئے ہیں"

"ہر کشتی پر چھ چھ اور آٹھ آٹھ آدمی نظر آ رہے ہیں"

ایاز نے کہا "ان میں عورتیں بھی ہیں اور مرد بھی۔ ان کے لباسوں پر غور کرو کتنے خوشنما اور عجیب وغریب ہیں"

"کشتیاں اور قریب تر آجائیں تو ہر چیز واضح اور صاف نظر آنے لگی"

"اب یہ منظر بھی بدلنے ہی والا ہے ——"

کشتیاں قریب آتی جا رہی تھیں قریب ترین کشتی پر ایک عورت رقص کر رہی تھی۔ اسد نے اس کے لباس کو سمجھنے کی کوشش کی لیکن کشتی ہنوز فاصلہ پر تھی اس لئے اسے صرف لباس کے بجائے سرخ، سبز، زرد، نیلے، پیازی۔ بنفشی

اور چند دیگر رنگ ہی نظر آئے، عورت نے رقص کرتے ہوئے کچھ اس انداز میں انگڑائی لی کہ بالکل قوس قزح معلوم ہونے لگی۔

اسد بے ساختہ کہہ اٹھا۔ واہ تعریف نہیں ہوسکتی —— سبحان اللہ

اس کا جملہ ختم ہوتے ہی منظر ایک دوسرے منظر میں مدغم ہوگیا اور ایک ساعت بعد پردہ پر قوس قزح نظر آیا۔ اس کے ساتھ ہی رنگ آہستہ آہستہ ابھر رہے تھے، اسد نے موج ہوا میں ایک ہلکا نغمہ بھی سنا جو رنگوں کے ابھار کے ساتھ بتدریج بلند ہوتا جا رہا تھا۔ اس نے ایاز کو استفسارانہ نگاہوں سے دیکھا۔

"پردہ پر نگاہیں جمائے رہو——"

یکایک ایک ساتھ متعدد ساز چھیڑ دیئے گئے۔ قوس قزح کو حرکت ہوئی اور ایک نوجوان لڑکی زہد شکن انداز میں انگڑائی لیتی ہوئی اٹھی۔ اس کی آنکھوں سے مستی ٹپک رہی تھی اور لب احمریں پر ملکوتی تبسم رقص کرتا ہوا نظر آرہا تھا۔ اسکے دلکش خدوخال، سبک ناک نقشہ۔ متناسب اعضاء اور مرمریں جسم کی لطیف جنبشوں نے اسد کو کچھ ایسا مسحور کرلیا کہ اسکا منھ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

فردوسی رقاصہ سازوں کے زیر و بم کے ساتھ بل کھاتی ہوئی اٹھی اور پھولوں سے لدی ہوئی شاخ کی طرح جھومنے لگی۔ یکایک منظر بدل گیا۔

"اف! غضب خدا کا —— سوئچ گھما دو ایاز ورنہ میں پاگل ہوجاؤں گا۔"

"دیکھتے جاؤ۔ گھبراؤ نہیں —— ان ہی مناظر سے ہم کو بہت کچھ سمجھنا ہے۔"

اب ان کے سامنے ایک معروف بازار کی وسیع سڑک تھی، تقریباً اسی فیٹ چوڑی —— اس کے دونوں طرف آٹھ منزلہ عمارتیں تھیں۔ سڑک پر

راہ گیروں کا اژدہام۔ ان کا لباس کچھ مشرقی تھا اور کچھ مغربی عورتیں عام طور پر اپنے چہروں پر سیاہ جالی کی نقاب ڈالے ہوتی تھیں بعض خواتین اپنے چہروں کے نقاب الٹے ہوئے تھیں۔ جدید طرز کی کاریں اور ٹرامیں سڑک پر چل رہی تھیں

اسد نے عورتوں اور مردوں کا لباس دیکھ کر کہا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ہم پاکستانی شہر کی ایک مصروف ترین سڑک پر کھڑے ہوئے ہیں۔"

"لیکن پاکستان کے کسی شہر میں ایسی کوئی سڑک نہیں ہے۔ دہلی، لکھنؤ، گوالیار، حیدر آباد، بنگلور، بمبئی مدراس اور کلکتہ میں بھی ایسی کوئی شاہراہ یا کوئی ایسا بازار نہیں ہے۔"

"لیکن ان کا لباس اور ان کے قد و قامت بالکل مشرقی ہیں ـــــ" اسد نے قریب ترین راہگیروں کو دیکھتے ہوئے کہا"۔ ـــــ لیکن دوکانوں کے سائن بورڈ کس زبان میں لکھے ہوئے ہیں؟"

"بظاہر تو خط کوفی میں معلوم ہوتے ہیں۔" ایاز نے پردہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "ـــــ لیکن وہ دیکھو سامنے وہ خط قبطی تحریر سے مشابہ ہے قدیم مصری رسم الخط ـــــ"

اسد نے تنگ آکر کہا "پھر یہ مناظر کہاں کے ہو سکتے ہیں ـــــ ہماری دنیا کے تو ہیں نہیں۔"

ایاز فوراً بول اٹھا "ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔"

بہر حال یہ مناظر دنیا میں تہلکہ مچا سکتے ہیں۔"

ایاز نے کہا۔ "بیشک لیکن ابھی تک کوئی ایسا ٹیلی ویژن نہیں تیار ہو سکا ہے اس لئے کرۂ ارض کے رہنے والوں کو ان فردوسی نظاروں کا کوئی علم نہیں ہو سکا ہے۔"

مصروف بازار کا منظر غائب ہو چکا تھا اور ایک آراستہ کمرے میں ایک نوجوان لڑکی ایک سنگی چبوترے پر کھڑی ہوئی نظر آ رہی تھی، اس کے سامنے ایک نوجوان عورت کا مجسمہ تھا۔ مجسمہ کے دونوں ہاتھ ہوا میں اس طرح اٹھے ہوئے تھے جیسے وہ مائل پرواز ہے لیکن چہرہ اس نوجوان حسینہ کی طرف اس انداز میں جھکا ہوا تھا گویا وہ اس کی کوئی بات بہت توجہ کے ساتھ سن رہی ہے نوجوان حسینہ کا چہرہ اس مجسمہ کے کان کے قریب تھا اور وہ کچھ کہہ رہی تھی، اس کا لہجہ کچھ عربی اور کچھ ہندوستانی تھا لیکن الفاظ قطعی غیر مانوس تھے، لڑکی کے خدوخال انتہائی دلکش تھے۔ اس کے ملکوتی حسن نے اسد کو دنیا و مافیہا سے بے خبر کر دیا تھا۔ سب کچھ بھول کر صرف اسی کو دیکھے جا رہا تھا۔

حسین لڑکی کا تبسم، متناسب اعضاء کی ایک ایک جنبش اور ہر ادا اسکے دل کی گہرائیوں میں منعکس ہوتی چلی جا رہی تھی۔ ایاز نے اس سے کہا۔

"لہجہ سے اندازہ لگاؤ۔ یہ کس ملک کی زبان ہو سکتی ہے۔؟"

اسد اسی طرح مبہوت بنا بیٹھا لڑکی کے عکس کو دیکھتا رہا، ایاز نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہے تو واقعی حسین"

اسد چونک پڑا اور ایاز کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔

"پسند آگئی —" ایاز نے اسد سے پوچھا اور سوئچ گھما کر ٹیلی ویژن کا سلسلہ منقطع کرتے ہوئے کمرے کا برقی قمقمہ روشن کر دیا۔

"یہ کس ملک یا قوم کی ہو سکتی ہے —؟"

"یہ مناظر اور یہ انسان ہماری دنیا کے نہیں ہیں"

"تم کو یقین ہے —"

"یقین نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس دنیا میں ابھی ٹیلی ویژن نے اس قدر ترقی نہیں کی ہے — ابھی تم نے جو مناظر دیکھے ہیں وہ اس دنیا کے کسی حصہ سے برقی لہروں میں تبدیل کر کے ہم تک نہیں پہونچائے گئے ہیں امریکہ کے ماہرین آج کل ٹیلی ویژن کے لئے جو مناظر برقی لہروں میں تبدیل کر رہے ہیں وہ تقریباً مقامی ہوتے ہیں۔"

اسد کا دماغ ماؤف ہو چکا تھا، اس کی سمجھ میں اس وقت کوئی بات نہیں آرہی تھی وہ جس طرف نظر اٹھا کر دیکھتا تھا اس طرف سے اسی نامعلوم حسینہ کا چہرہ نظر آرہا تھا وہ کرسی سے اٹھا اور ایاز کے ساتھ ٹہلتا ہوا دریچے کے قریب پہونچ گیا۔

ایاز نے پردہ کھینچ کر دریچے کو کھولا اور دونوں اس کے قریب ہی ایک صوفے پر بیٹھ گئے ایاز کے لئے اگرچہ یہ مناظر نئے نہ تھے لیکن وہ جس وقت بھی ان کو دیکھ لیتا تھا کچھ دیر کے لئے اپنے حواس کھو بیٹھتا تھا۔ وہ ابتک یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ یہ مناظر کہاں سے نشر کئے جا رہے ہیں۔ دریچہ سے ایاز کے چمن کا ایک حصہ صاف نظر آرہا تھا، اسد اسی طرف کیلے کے درختوں کے جھنڈ پر نگاہیں جمائے

ہوئے کچھ سوچ رہا تھا۔

ایاز نے اٹھ کر میز سے سگریٹ کا ڈبہ اٹھایا اور پھر اسد کے قریب آکر اسے سگریٹ پیش کرتے ہوئے کہا۔

"یہ ایک عجیب بات ہے کہ صبح آٹھ بجے سے شام کو چار بجے تک یکے بعد دیگرے یہی مناظر نظر آتے رہتے ہیں، صرف ان کے زاویئے بدلتے رہتے ہیں اور شام کو چھ بجے سے رات کے دو بجے تک کارخانوں، مشینوں اور دوکانوں وغیرہ کے مناظر نظر آتے ہیں۔"

اسد نے غیرارادی طور پر سگریٹ سلگایا اور کچھ سوچ کر کہا۔

"وہ لڑکی جو لباس پہنے ہوئے تھی وہ شلوار سے ملتا جلتا تھا۔"

"شلوار ہی سمجھو اور قمیض کے بجائے اس کے جسم پر فراک کی طرز کا کوئی لباس تھا لیکن شانوں پر دوپٹہ بالکل مشرقی انداز میں پڑا ہوا تھا۔"

"وہ یقیناً کسی دوسری دنیا کے مناظر ہیں۔ اس دنیا کے لوگ ہم سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں اور ہم سے رابطہ قائم کرنے کیلئے اپنی روزمرہ کی زندگی اور مصروفیات کے مناظر محض اس امید پر نشر کر رہے ہیں کہ اگر ہم ٹیلی ویژن تیار کر چکے ہیں تو ان مناظر کو دیکھ کر یہ سمجھ لیں کہ ـــــ ہماری دنیا کی طرح ایک اور دنیا بھی ہے۔ وہاں بھی انسان بستے ہیں ـــــ اور ـــــ اور ـــــ"

ایاز کچھ اور کہنا چاہتا تھا لیکن اسد بول اٹھا۔

"یہ ان کے اشارے ہیں۔ وہ ہم کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔ انکی

ہوائیاں ہماری دنیا کے گرد چکر لگا رہی ہیں۔ وہ ہم کو دعوت عمل دے رہے ہیں اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ان تک پہونچنے کی کوشش کریں —— چلو مجھے چائے پلاؤ میں چائے پی کر کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔"

ایاز اور اسد باتیں کرتے ہوئے دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

(۲)

شام کو اسد جب دوبارہ ایاز کے کمرے میں پہونچا وہ اپنے ٹیلی ویژن میں ایک نیا دالوٗ دکار رہا تھا، اسد کے پردۂ خیال پر اب تک اسی نامعلوم لڑکی کے حسین پیکر کا عکس نظر آ رہا تھا اور ہندستانی اور عربی لہجہ میں اسکے غیر مانوس الفاظ اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔ اس نے ایاز کے پاس پہونچتے ہی کہا۔

"ایاز اس وقت تم نے کہا تھا کہ تم نے ان مناظر کی عکسی تصاویر بھی لے لی ہیں۔"

"ہاں —— وہ سامنے الماری کھولو اس میں ایک بڑے لفافہ میں رکھی ہوئی ہیں۔"

اسد نے الماری کھول کر بڑا لفافہ نکالا اور تصاویر دیکھنے لگا۔ نامعلوم حسینہ کی تصویر سامنے آتے ہی اس کے دل کی حرکت تیز ہو گئی۔ وہ ایک ساعت تک اس تصویر کو دیکھتا رہا اس کے بعد سب تصویروں کو لفافہ میں رکھ کر لفافہ کو

الماری میں رکھ دیا اور ٹہلتا ہوا ایاز کے پاس آگیا۔

"کہو اب کیا پروگرام ہے"

"دس منٹ بعد شہر چلیں گے، مولانا عبدالسلام سے ملنا ہے"

"کوئی شرعی الجھن آپڑی ہے ۔۔۔؟" اسد نے ہنسکر دریافت کیا۔

ایاز نے ایک قہقہہ لگایا اور کھڑا ہو گیا۔

"چلو پہلے اس شرعی الجھن کو دور کر لیا جائے پھر والوو لگادوں گا"

دونوں متعدد کمروں سے گزرتے ہوئے برآمدے میں آگئے۔ پورٹیکو میں ایک شاندار بیوک کھڑی ہوئی تھی، شوفر نے دونوں کو دیکھتے ہی بڑھکر دروازہ کھولا اور دونوں پچھلی نشست پر بیٹھ گئے۔

راستہ میں اسد نے ایاز سے پوچھا۔

"واقعی کسی مولانا سے ملاقات کرو گے؟"

"ہاں ۔۔۔ ابھی ٹیلیفون پر ان سے بات ہوئی ہے" بعد مغرب مجھے ان کے مکان پر پہونچنا ہے"

"کس سلسلہ میں ان سے ملاقات کر رہے ہو۔؟"

"کیا وہ قاہرہ والا اعترافنامہ بھول گئے ۔۔۔؟" ایاز نے اسد سے سوال کیا

"قاہرہ والا اعترافنامہ ۔۔۔" اسد نے اپنے حافظہ پر زور دیتے ہوئے جملہ دہرایا۔

"ہاں ۔۔۔ وہی جو ڈاکٹر سلیم رافع بے نے دیا تھا اور ہم کو الازہر کے رجسٹر سے لایا تھا"

"اور وہ دعوت — ہاں یاد ہے۔" اسعد نے کہا۔ "وہ تو ایک تاریخی عصرانہ تھا۔ ریکٹر نے تعارف کے بعد ہم سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ اب جبکہ مشرق بھی سائنس کے میدان میں مغرب کے شانہ بشانہ چل رہا ہے، مشرقی نوجوانوں کو علمائے دین سے بھی رابطہ قائم کرنا چاہئے اس لئے کہ قرآن پاک قدرت کے رازوں کا خزانہ ہے، اس کی ہر آیت ایک غیبی اشارہ ہے۔"

"بالکل ٹھیک — تم کو ان کی مختصر تقریر کا ایک ایک لفظ یاد ہے، ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ میں آج کل اسی سلسلہ میں مولانا عبدالسلام سے وقتاً فوقتاً ملتا رہتا ہوں، دراصل اس ٹیلی ویژن کی تیاری میں مجھے انکے مشوروں سے بہت مدد ملی ہے۔"

"واقعی — ؟" اسعد نے متعجبانہ لہجہ میں سوال کیا۔

"واقعی۔ اسعد میں کیا بتاؤں۔ ہم نے بچپن میں قرآن پاک صرف اس خیال سے پڑھا تھا کہ اس کے پڑھنے سے ثواب ملے گا۔ ہمارے باپ دادا بھی اسی طرح پڑھتے آئے ہیں۔ لیکن ہم نے اور ہم نے کیا دنیا نے اسکو سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔"

"تمہارا کیا خیال ہے، کیا ہمارے علماء نے اس کو سمجھا؟"

"جس نے سمجھا وہ یقیناً لائق تعظیم و تکریم ہے۔"

اسعد نے سوال کیا۔ "ایسے کتنے علماء ہیں؟"

"انگلیوں پر شمار کئے جا سکتے ہیں۔" ایان نے جواب دیا۔ "یہی تو ایک مصیبت ہے کہ بیشتر افراد دینی تعلیم محض ایک فریضہ سمجھ کر حاصل کرتے ہیں انکی عام معلومات محدود

The J & K University Library

ہوتی ہیں اس لئے وہ صحیح طور پر اس کا مطلب نہیں سمجھتے ہیں اور عوام کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔"

اسد نے اپنے سگریٹ کیس سے سگریٹ نکال کر ایاز کو ایک سگریٹ پیش کی، دوسری سگریٹ اپنے لبوں میں دبائی کھڑکی کے قریب سے ایک لٹو کھینچکر اپنی سگریٹ سلگائی اور لٹو کو دوبارہ اس جگہ لگاتے ہوئے کہا۔

"یہ تو ایک حقیقت ہے کہ آجکل کے بیشتر علماء غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں لانے کے بجائے خود مسلمانوں ہی کو کافر بنا رہے ہیں ادھر کسی کی کوئی بات ان کی طبع نازک پر گراں گذری اور ادھر انھوں نے کفر کا فتویٰ دیا۔

کار ایک جھٹکے کے ساتھ ٹھہر گئی، ایک چوراہے پر بچوں کی قطار سڑک کو عبور کر کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے کی طرف جا رہی تھی۔

"کسی یتیم خانے کے بچے معلوم ہوتے ہیں۔" اسد نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"پھول سے چہرے مرجھائے ہوئے ہیں۔ دیکھو کس حسرت سے ہر طرف دیکھ رہے ہیں۔"

"میں اسی لئے انسانوں سے دور ایک پہاڑی پر زندگی بسر کر رہا ہوں مجھے انسان کی خود غرضی اور بے رحمی دیکھ کر بہت تکلیف ہوتی ہے" ایاز نے یکایک لہجہ بدل کر کہا۔

"آج کل لکھنؤ واقعی لکھنؤ ہو رہا ہے۔"

"یعنی ـــــ ؟" اسد نے لاپروائی کے ساتھ پوچھا۔

"یعنی یہ کہ اب لکھنؤ کی رنگینیاں پھر عود کر آئی ہیں۔ دو نئے رسٹوران کھل گئے ہیں، شبستان اور ڈریم لینڈ۔ لذیذ کھانوں اور دل پسند مشروبات کے ساتھ ہی جنت نگاہ اور فردوس گوش ——"

اسد ایاز کا جملہ مکمل ہونے سے قبل بول اٹھا۔

"آج میں نے جو مناظر دیکھے اور جو نغمات سنے ہیں ان کے سامنے یہ چیزیں بالکل روکھی اور پھیکی ہوں گی ——"

"بہرحال عکس کے مقابلہ میں گوشت و پوست زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔"

"کیا تم بھی گوشت و پوست کو اہمیت دینے لگے ہو۔؟" اسد نے ایاز کی طرف دیکھ کر سوال کیا۔

"خیر یہ بات تو نہیں ہے۔ میں ابھی تک اپنی زندگی اور خیالات میں کوئی انقلاب نہیں محسوس کر رہا ہوں، لیکن میں نے ایک عام بات کہدی ——"

"وہ عام آدمیوں کے لئے چھوڑ دو ——"

دونوں اپنے اپنے خیالات میں کھو گئے۔ کار شہر کی مصروف سڑکوں سے گذرتی ہوئی والا قدر روڈ پر پہونچکر ایک شاندار کوٹھی کے سامنے ٹھہر گئی کوٹھی کا ہر کمرہ برقی روشنی سے جگمگا رہا تھا۔

"مولانا عبدالسلام صاحب اسی کوٹھی میں رہتے ہیں۔"

"خوب —— بڑے ٹھاٹھ ہیں مولانا کے ——"

"بڑی خوبیوں کے انسان ہیں۔ تم ان سے مل کر بہت خوش ہو گے۔"

دونوں کار سے اترے اور پھاٹک سے گذر کر برآمدے میں پہنچے برآمدے

کے سامنے مختصر سا چمن تھا جس میں ایک شخص سفید شیروانی پہنے اور سفید صافہ باندھے ایک پتھر پر بیٹھا ہوا بیڑی پی رہا تھا۔ ایاز اور اسد کو دیکھتے ہی وہ بیڑی کو ہاتھ میں چھپا کر کھڑا ہو گیا اور سلام کرتے ہوئے بولا۔

"کمرے میں تشریف رکھئے۔ مولانا مسجد میں ہیں۔"

ایاز اور اسد کمرے میں داخل ہوئے اور ایک ہی صوفے پر بیٹھ گئے۔ کمرے میں چاروں طرف قدرتی مناظر کی بڑی بڑی قلمی تصاویر لٹک رہی تھیں آتش دان پر دو گلدانوں کے درمیان ایک خوبصورت ٹائم پیس رکھی ہوئی تھی اس سے کچھ اوپر دیوار پر ایک بڑے سنہری چوکھٹے میں مولانا کی تصویر لگی ہوئی تھی۔۔۔۔ بھرا ہوا چہرہ، کشادہ پیشانی۔ بڑی بڑی آنکھیں اور گھنی گول داڑھی سر پر زرکار کلاہ اور سرمئی رنگ کی شہدی لنگی تھی۔ جسم پر طاؤسی رنگ کی دھاریدار سرج کی شیروانی۔

اسد نے کمرے پر طائرانہ نظر ڈالی اور مولانا عبدالسلام صاحب کی تصویر پر نگاہیں جما دیں۔ ایک ساعت تک تصویر کو بغور دیکھتا رہا پھر ایاز کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

"یہ آدمی تو سلجھی ہوئی طبیعت کے معلوم ہوتے ہیں۔"

"بہت ہنس مکھ اور خلیق انسان ہیں۔"

ایاز نے سگریٹ کیس نکالنے کی نیت سے جیب میں ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ ملازم نے اسٹیٹ ایکسپریس کا ڈبہ لا کر سنٹر ٹیبل پر رکھ دیا۔ دونوں نے ایک ایک سگریٹ سلگایا اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔

"کچھ ہی دیر بعد مولانا عبدالسلام آگئے۔ وہ اس وقت فاختئی رنگ کے پشمینہ کا عباء پہنے ہوئے تھے۔ عباء کے کناروں پر کشمیری کام بنا ہوا تھا سر پہ سمور کی بڑی ٹوپی تھی۔ ان کے سرخ و سپید رنگ بھرے ہوئے چہرے اور سیاہ گھنی داڑھی پر یہ لباس بہت بھلا معلوم ہو رہا تھا۔ انھوں نے کمرے میں قدم رکھتے ہی بلند آواز میں "السلام علیکم" کہا ایاز اور اسد سے گرم جوشی کے ساتھ مصافحہ کرتے ہوئے ان کو صوفے پر بٹھایا اور خود بھی ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔

ایاز نے اسد کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

آپ میرے عزیز ترین دوست اسد اللہ خاں صاحب ہیں"

"اچھا تو آپ ہیں اسد صاحب" مولانا نے بڑھ کر دوبارہ مصافحہ کیا "آپ سے مل کر بہت مسرت ہوئی۔ ایک عرصہ سے اشتیاق تھا۔ ایاز صاحب ہر ملاقات میں آپ کا تذکرہ ضرور کرتے ہیں۔ آپ کب تشریف لائے"

"آج ہی حاضر ہوا ہوں"

"خدا آپ کو آپ کے ارادوں میں کامیاب کرے۔ یقین مانیے اسد صاحب جس وقت ایاز صاحب نے آپ کے عزائم کا ذکر کیا اس وقت میں بےساختہ کہہ اٹھا یہ شخص خدا کا مقبول بندہ ہے۔ اس لئے کہ وہ اس کی نعمتوں کا اعتراف کر رہا ہے۔ وہ اس کے رازہائے سربستہ کو سمجھنے کی کوشش کر رہا ہے بیشک اس پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں گی این سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ۔

"مولانا صاحب! میں اس کا ایک ناچیز بندہ ہوں۔ ابھی تک میں فرائض

بندگی ہی نہیں ادا کر سکا ہوں ـــــ"

"آپ کا مشن بھی ایک عبادت ہے ـــــ"

"یہ آپ کی ذاتی رائے ہے یا علمائے کرام کی ـــــ؟"

"ہمارے نبی کریم نے یہی بتایا ہے۔"

مولانا عبدالسلام صاحب نے اپنے ملازم کی طرف دیکھا وہ دروازے کے قریب حکم کا منتظر کھڑا ہوا تھا۔

"میاں عبدالغفور!" انھوں نے ملازم کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "مہمانوں کی کچھ خاطر نہ کرو گے۔؟"

"جو حکم ہو میاں ـــــ" عبدالغفور نے آگے بڑھ کر کہا۔

مولانا عبدالسلام نے ایاز اور اسد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ آج آپ حضرات میرے ساتھ ماحضر تناول فرمائیں؟"

"اگر آپ مناسب خیال فرمائیں تو پرسوں شام کو ہم لوگ حاضر ہو جائیں آج مجھے ایک دوسرے صاحب سے بھی ملنا ہے۔"

"بہتر ہے ـــــ پرسوں ہی سہی۔ ہاں تو ایاز صاحب فرمائیے اب آپ کس مرحلہ پر پہنچے ہیں؟"

"مولانا صاحب! وہ تو ابھی تک ایک عقدہ لاینحل ہے۔ آج میں نے اسد صاحب کو بھی وہی مناظر دکھائے۔ ان کا بھی یہی خیال ہے کہ وہ مناظر ہماری دنیا کے نہیں ہیں۔"

"قطعی نہیں ـــــ" مولانا نے پرزور لہجہ میں کہا" وہ عالموں کا پلٹنے والا کھ

سائنسداں ابھی تک صرف مریخ ہی کے متعلق متفق الرائے ہیں کہ وہ ایک آباد سیارہ ہے لیکن خدا نے اپنے مقدس صحیفہ میں لاتعداد دنیاؤں کا تذکرہ کیا ہے اب یہ ہمارا اور آپ کا کام ہے کہ ان کی تحقیق کریں۔ ان کا پتہ چلائیں۔"

"کوشش تو ہو رہی ہے۔ خصوصاً اب مغرب سے زیادہ مشرق میں ان چیزوں سے دلچسپی لی جا رہی ہے۔"

اسد نے مولانا کو سمجھانے کی کوشش کی۔ وہ شاید اور کچھ کہتا لیکن مولانا بول اٹھے۔

"افسوس کہ مسلمان عذاب و ثواب جزا و سزا اور خیر و شر کی گتھیوں میں الجھ کر فرمان خدا کو بھلا بیٹھے اور اپنے نبی کی ہدایات پر عمل کرنا چھوڑ دیا اور دنیا میں ایک ہزار سال بعد ترقی کا دور شروع ہوا۔ اندلس کے مسلمانوں نے اس دور کی ابتدا کی تھی لیکن اموی اور عباسی خاندانوں کے تصادم اور مسلمانوں کی خانہ جنگیوں نے ان کی ترقی کی راہوں کو مسدود کر دیا۔ انھوں نے عیش و عشرت میں پڑ کر مذہب سے روگردانی کی اور محکوم ان کے حاکم ہو گئے۔

اسد نے کہا۔ "اب تو مغربی سائنسداں بھی اس حقیقت کو تسلیم کر چکے ہیں کہ اگر اندلس کے مسلمان آپس کی خانہ جنگی سے تباہ نہ ہو جاتے تو جوہری طاقت اس وقت ایک داستان پارینہ ہوتی اور اس دنیا کا انسان شاید اسی نظام شمسی سے بھی آگے کائنات کی وسعتوں میں پھیل چکا ہوتا۔"

مولانا عبدالسلام کے ہونٹ مرتعش ہو گئے۔ آنکھوں میں آنسو چھلک آئے اور وہ ایک ساعت تک سنٹر ٹیبل کی طرف بغیر کسی ارادے کے دیکھتے رہے

پھر گلوگیر آواز میں بولے۔

"میرے نوجوان دوست! اسپین کے کھنڈرات آج بھی انکا ماتم کر رہے ہیں، ان کی صناعی دیکھ کر عقل حیران ہو جاتی ہے اسپین کی سیاحت کے دوران میں جب میں وادی الکبیر کے کنارے پہونچا تو آثار قدیمہ دیکھ کر میرا کلیجہ منھ کو آنے لگتا ہے۔ مدینۃ الزہرا کے کھنڈرات پر نظر پڑتے ہی بے اختیار آنسو بہہ نکلے۔ اندلسی مسلمانوں کا اموی دور واقعی ترقی کا دور تھا۔ کلوں اور پرزوں کی ایجاد کا سہرا ان ہی مسلمانوں کے سر بندھتا ہے۔"

اسد نے کہا ہارورڈ یونیورسٹی شعبہ تاریخ کے ناظم اعلیٰ ڈاکٹر گیرڈ نے نیویارک کے مشہور جریدہ "لک" میں اس کا اعتراف کیا ہے کہ مشینی دور کی ابتدا اندلس ہی میں ہوئی تھی۔"

"میں کیا عرض کروں اسد صاحب!" مولانا عبدالسلام پر جوش لہجہ میں بولے "یہ قرطبہ جسے اب کارڈووا کہا جاتا ہے اسکی موجودہ آبادی کے چاروں طرف وادی الکبیر کے کنارے میلوں تک اس زمانے کے کارخانوں کے آثار پائے جاتے ہیں۔ کھنڈروں سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت شہر کی آبادی چالیس پچاس لاکھ سے کم نہ ہوگی۔ بلنسیہ میں بھی ہزاروں کارخانے تھے۔ شکر سازی، کاغذ سازی، سوت، ریشم، ادویات اور فولاد کے کم و بیش پانچسو کارخانے صرف غرناطہ میں تھے۔"

ایانہ نے کہا "اندلسی مسلمانوں کی تباہی اور بربادی تاریخ اسلام کا سب سے بڑا المیہ ہے۔"

مولانا عبدالسلام صاحب نے سرد آہ بھر کر کہا "یہ سب مذہب سے روگردانی کا نتیجہ ہے۔"

کچھ دیر کے لئے سب انھیں تاثرات میں گم ہو گئے۔ عبدالغفور نے خاصدان لاکر میز پر رکھ دیا۔ مولانا عبدالسلام صاحب نے پہلے اسد اور پھر ایاز کی طرف خاصدان بڑھایا اور خود ایک پان کھا کر بولے۔

"ایاز صاحب! آپ ان مناظر کے عکس کا مخرج معلوم کرنے کی کوشش کیجئے۔"

"میں نے آج ایک نیا والو تیار کر لیا ہے۔ اگر میرا تجربہ کامیاب رہا تو شاید میں اس دنیا سے اس عکس کے مخرج تک کا فاصلہ آسانی کے ساتھ معلوم کر لوں گا اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ میں اجرام فلکی میں اس سیارہ کو بھی دریافت کر لوں جہاں سے ان مناظر کا عکس برابر نشر کیا جا رہا ہے۔"

"خدا آپ کو آپ کے ارادوں میں کامیابی عطا فرمائے۔ مولانا عبدالسلام صاحب نے ایاز سے کہا اور اسد کو مخاطب کرتے ہوئے بولے "اسد صاحب قوم کے دردمند افراد نے آپ سے بھی امیدیں وابستہ کر رکھی ہیں۔ ایاز صاحب اس سیارہ کا پتہ چلائیں اور آپ وہاں تک پہونچنے کی کوشش کریں۔"

"اگر خدا نے چاہا تو میں ایک روز ضرور وہاں تک پہونچ جاؤں گا۔ آپ دعا کیجئے۔"

"سب سے بڑی دعا انسان کا عزم محکم ہے۔ جو ہمت کرتے ہیں، خدا انکی مدد کرتا ہے، اس وقت قوم کو آپ ہی جیسے اولوالعزم نوجوانوں کی ضرورت ہے۔"

ایانہ نے کہا ـــــ "اور مسلمانوں کو آپ جیسے عالم دین کی۔"

"میں قوم کا خادم ہوں ـــــ میرے دل میں جذبۂ عمل ہے اور شب و روز میں اس سے یہی دعا مانگتا ہوں کہ وہ مجھے اس قابل بنا دے کہ میں اس کے بندوں کی خدمت کر سکوں۔"

ایانہ نے مسکرا کر کہا۔ "آپ کے تو یہ خیالات ہیں اور ہمارے بعض علماء ہمارے خلاف کفر کا فتویٰ دے رہے ہیں۔"

مولانا ہنس دیے۔ "اس میں ان بیچاروں کا قصور بھی کیا ہے۔ ہندستان میں مسلمانوں کی حکومت کے خاتمہ کے بعد جو طوائف الملوکی کا دور شروع ہوا اس نے اسلامی روح کو کچل کر رکھ دیا۔ فرمان نبی تھا کہ علم حاصل کرو خواہ چین تک جانا پڑے۔ ظاہر ہے کہ چین جا کر علم حاصل کرنے سے مراد دینی تعلیم نہ تھی یہ محض ایک اشارہ تھا۔ لیکن بیشتر افراد آجکل آذوقہ حیات حاصل کرنے کیلئے علم حاصل کرتے ہیں خواہ وہ دینی ہو یا دنیاوی۔ جو دنیاوی علوم حاصل کرتے ہیں ان کو دینیات سے دور کا بھی لگاؤ نہیں رہتا ہے، یہی حالت ان لوگوں کی ہے جو دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ انکا مطالعہ صرف دینی کتب تک محدود رہتا ہے"

اسد بول اٹھا، "مولانا اس وقت آپ نے وہ بات کہہ دی جو عرصہ سے ہماری گفتگو کا موضوع بنی ہوئی ہے۔ ہم دونوں جب کبھی بھی ملتے ہیں اس سلسلہ میں ضرور تبادلہ خیال ہوتا ہے۔"

مولانا عبدالسلام نے مسکرا کر کہا "اب عوام بیدار ہوتے جا رہے ہیں، پرسوں ایک صاحب سے اسی موضوع پر گفتگو ہو رہی تھی انھوں نے ایک عالم دین کے

متعلق بتایا کہ باتوں باتوں میں انھوں نے عالم صاحب سے دریافت کیا کہ ضلع لکھنؤ میں کے تحصیلیں ہیں تو عالم صاحب ان سے خفا ہو گئے اور کہنے لگے "جناب میں عالم ہوں پٹواری نہیں ہوں"

اسد اور ایاز نے بے ساختہ قہقہہ لگایا۔ مولانا عبدالسلام بھی ہنسنے لگے اور سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "تو جناب عالی میں یہ کہہ رہا ہوں کہ دونوں کی راہیں جدا ہو گئی ہیں۔ نہ تو بیشتر علماء دین کو دنیا کے متعلق پوری واقفیت ہے اور نہ دنیا کا علم رکھنے والوں کو دین سے آگاہی ہے۔ ایسی صورت میں دونوں گروہوں کے مابین اختلافات کی خلیج حائل ہو جانا کوئی عجیب بات نہیں ہے"

"بیشک آپ کا خیال صحیح ہے" اسد نے مولانا کی تائید کی۔

ایاز نے کہا "مجھے آپ کیا مشورہ دیتے ہیں۔ ان مناظر کے متعلق دنیا کے دیگر سائنسدانوں کو مطلع کروں یا فی الحال خاموش رہوں"

"میری رائے میں تو آپ پہلے اپنا تجربہ ختم کر لیں"

"بہتر ہے۔ اچھا تو پھر اجازت دیجئے ہم لوگ پرسوں حاضر ہوں گے۔"

مولانا عبدالسلام، ایاز اور اسد نے ہاتھ ملایا اور دونوں کار پر آ کر بیٹھ گئے۔

ایاز نے کہا "چلو شبستان کی بھی ایک جھلک دیکھ لو"

"مجھے فرخ اور کنور بہادر سے بھی ملنا ہے"

"اسوقت وہ لوگ وہیں ہوں گے"

کار چند سڑکوں سے گذر کر ایک جدید طرز کی شاندار عمارت کے سامنے پہنچ کر ٹھہر گئی۔ سیمابی روشنی نے عمارت کے بیرونی حصہ کو دیوارِ آتشیں بنا دیا تھا

صدر دروازہ ایک بہت بڑے دائرہ کی صورت میں بنایا گیا تھا جس کے چاروں طرف رنگا رنگ کے نقلی پتھر اس طرح لگائے گئے تھے کہ سیمابی روشنی ان پر منعکس ہو کر قوس قزح کا سماں پیش کر رہی تھی۔

دروازے کے باہر باوردی ملازم دو رویہ کھڑے ہوئے تھے۔ شہر کے معقول نوجوان جوڑے زرق برق لباس زیب تن کئے ہوئے دروازے سے گذر کر وسیع ہال میں داخل ہو رہے تھے۔ سڑک سے ہال کا صرف ایک حصہ نظر آ رہا تھا ہلکے نارنجی رنگ کی روشنی اور شعلہ رخوں کی آمد و رفت نے اسے آتشکدہ بنا دیا تھا۔

اسد اور ایاز کار سے اترے۔ اسد نے عمارت کی طرف دیکھ کر کہا۔

"عمارت تو شاندار ہے۔"

"اسکا وسیع ہال قابل دید ہے۔ اسکو آراستہ کرنے والوں نے سیمابی قمقموں پر شیشے کے نارنجی غلاف چڑھا کر ایک عجیب دل کشی پیدا کر دی ہے۔ آؤ اندر چلیں"

"جلدی کیا ہے۔ ذرا چہل قدمی کریں، ایک مدت کے بعد آج یہاں آیا ہوں ـــ یہ وہی سڑک ہے جسے ہم اور تم غیر ممالک میں یاد کیا کرتے تھے۔"

"واقعی دیار غیر میں رہکر وطن کی قدر ہوتی ہے۔"

دونوں شبستان کے سامنے ٹہلنے لگے۔ جوان العمر حسین و جمیل لڑکیاں اپنے غراروں اور ڈوپٹوں کو ہوا میں لہراتی ہوئی ہال کے اندر جا رہی تھیں ایاز نے اسد کی طرف دیکھ کر کہا۔

"چلو اندر ہی چل کر بیٹھیں۔ فرخ اور کشور بہادر آچکے ہوں گے۔ آجکل فرخ تزئین جمال کے ساتھ یہاں گھنٹوں بیٹھا رہتا ہے۔"

"جوانی کی ایک لغزش نے اسے بھی کہیں کا نہ رکھا۔"

ایاز نے اسد کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال دیا اور دونوں باتیں کرتے ہوئے شبستان کے صدر دروازے میں داخل ہو گئے۔

(۳)

ہال میں قدم رکھتے ہی دونوں ایک نئی دنیا میں پہونچ گئے۔ جہاں ہر طرف شوخ و شنگ لڑکیاں نوجوانوں کے ساتھ چھوٹی چھوٹی میزوں کے گرد بیٹھی ہوئی قہقہے لگا رہی تھیں۔ ایک طرف شمالی ہند کے مشہور سازندے زربفت کی شیروانیاں اور سفید چست پائجامے پہنے اور سر پر بنارسی صافے باندھے بیٹھے ہوئے ہلکے سروں میں کوئی دل کش راگ بجا رہے تھے ہال کے وسط میں پہونچتے ہی دونوں کو ہال کے دائیں اور بائیں حصوں میں ہلکی نیلگوں روشنی نظر آئی۔

"یہ نئی جدت ہے" ایاز نے اس طرف دیکھتے ہوئے کہا "گزشتہ ماہ جب میں یہاں آیا تھا تو ہال میں صرف نارنجی روشنی ہو رہی تھی"

"یہ ایک اچھی جدت ہے" اسد نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا

قریب ترین میز کے گرد بیٹھی ہوئی چند نوجوان خواتین ان دونوں کی طرف دیکھنے لگیں۔ دونوں مردانہ حسن کا اچھا نمونہ تھے۔ ایک امریکن یونیورسٹی کے معمل میں کام کرنے والی چند امریکن لڑکیوں نے اسد کا نام مشرقی اپولو رکھا تھا

اس کے سنہرے بال، کشادہ پیشانی، بڑی بڑی نشیلی آنکھیں۔ لانبی ناک، پتلے ہونٹ، بیضوی چہرہ، نوجوان لڑکیوں کو اپنی طرف متوجہ کر لینے کیلئے کافی کشش رکھتا تھا۔ اس کے کندنی رنگ میں شفق کی سرخی کی سی جھلک تھی وہ ایک دراز قد۔ چوڑے چکلے سینے والا متناسب الاعضاء چوبیس سالہ نوجوان تھا ایاز بھی اسکا ہم عمر اور ایک خوبرو نوجوان تھا۔ زمانہ تعلیم میں یونیورسٹی کی متعدد روشن خیال اور شوقین لڑکیوں نے ان دونوں سے دوستی کے پینگ بڑھانے کی کوشش کی لیکن اسد اور ایاز نے کبھی ان کو کوئی اہمیت نہیں دی۔

ایاز اور اسد نے چاروں طرف دیکھا ہال سجیلے نوجوان مردوں اور عورتوں سے تقریباً بھر چکا تھا۔ اسد نے ہال کے اختتام پر ایک زرکار مخملی پردہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یہ غالباً اسٹیج ہے ——"

"ہاں۔ لیکن اب دوسرا پروگرام ساڑھے سات بجے شروع ہوگا۔ آؤ کسی مناسب جگہ پر بیٹھ جائیں"

ایک گوشے سے نقرئی قہقہے بلند ہوئے۔ دونوں اس طرف متوجہ ہو گئے چند نوجوان جوڑے ایک میز کے پاس کھڑے ہوئے ہنس رہے تھے۔ اسد اور ایاز نے انھیں خوش فکروں میں فرخ اور کنور بہادر کو بھی دیکھا اور میزوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ان کے پاس پہونچ گئے اسد کو دیکھتے ہی فرخ اس سے لپٹ گیا۔ کنور بہادر نے اس سے گرمجوشی کے ساتھ مصافحہ

کیا اور ایاز سے ہاتھ ملایا ان کی ساتھی لڑکیاں ان کے قریب ہی کھڑی ہوئی اسد و ایاز کو غور سے دیکھ رہی تھیں۔ فرخ نے ایک نوجوان لڑکی کا دونوں سے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"یہ مس لاجونتی ہیں۔ میجر جسونت سنہا کی صاحبزادی ہیں اور آپ۔۔۔" اس نے ایک دوسری لڑکی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "اسد تم تو ان کو پہچانتے ہو گے آنسہ تزئین جمال ۔۔۔ آپ کے والد طہران کے ہندستانی سفارت خانے میں ایک ممتاز عہدہ پر فائز ہیں۔ وہ پہلے علیگڈھ میں تھے۔"

"میں اس سے قبل بھی آپ کو دیکھ چکا ہوں" اسد نے جواب دیتے ہوئے لاجونتی اور تزئین جمال سے ہاتھ ملایا۔

"۔۔۔ اور آپ مس گیتی ہیں ۔۔۔ گیتی قزلباش ۔۔۔" فرخ نے ایک نوخیز حسینہ کی طرف مسکرا کر دیکھا "اور آپ ۔۔۔" اس نے چوتھی لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا "۔۔۔ آپ آنسہ زمرد فریدوں ہیں"

رسمی گفتگو کے بعد سب میزوں کے گرد بیٹھ گئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ لاجونتی کنور بہادر کے پاس بیٹھ گئی وہ اس کی ہر ہر بات پر کھلی جا رہی تھی وہ جب بھی اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس سے باتیں کرتی تھی تو کنور بہادر کی آنکھیں چمکنے لگتی تھیں۔ اسد نے کنور بہادر کی طرف دیکھا اور ایاز سے نگاہیں ملتے ہی مسکرا دیا۔ زمرد اسد اور ایاز کے درمیان بیٹھی ہوئی تھی وہ بھی مسکرا دی۔

فرخ نے کہا "ٹھنڈی کافی پیو گے یا گرم"

"میرے لیے گرم و سرد یکساں ہیں۔" اسد نے مسکرا کر کہا۔

"ابھی شاید آپ دنیا کے گرم و سرد سے واقف نہیں ہوئے ہیں۔" زمرد نے اسد کو آنکھوں کے گوشوں سے دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"ہاں اسد ـــ" فرخ بول اٹھا۔ "جب تک تم لکھنؤ میں ہو زمرد سے دنیا کے گرم و سرد کا سبق لیتے رہو ـــ"

لاجونتی تزئین اور گیتی نے قہقہہ لگایا۔

کنور بہادر نے سنجیدہ صورت بنا کر کہا۔ "اس میں ہنسنے کی کون سی بات ہے۔ فرخ نے بہت صحیح مشورہ دیا ہے۔ زمرد خرطوم میں بھی رہ چکی ہیں اور ہلسنکی کے اولمپک کھیلوں میں بھی حصہ لے چکی ہیں اور اس طرح وہ دنیا کا گرم و سرد دیکھے ہوئے ہیں۔"

"اچھا ـــ" زمرد نے سر کی ایک لطیف جنبش کے ساتھ کہا۔ "تو گویا آپ لوگ مجھے بنا رہے ہیں۔"

"زمرد تم تو ذرا سی بات میں ناراض ہو جاتی ہو۔" فرخ نے منہ بنا کر کہا۔

"لاجونتی بول اٹھی۔ "حالانکہ یہ بیچارے تم کو خوش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

"پہلے ایک کو تو خوش کر لو۔" زمرد نے مسکرا کر فرخ سے کہا۔

گیتی اور لاجونتی مسکرا دیں۔ ایاز نے کہا۔

"فرخ ـــ تم زمرد سے نہیں پیش پا سکتے ـــ"

زمرد نے کہا۔ "یہ نہ کہئے ایاز صاحب ورنہ فرخ ابھی پنجہ لڑانے کیلئے

ہاتھ بڑھا دیں گے۔"

خدمتگاروں نے میز پر کافی کا سامان لگا دیا۔ زمرد نے فرخ کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"دیکھو فرخ اب تم برا مان گئے ——"

لاجونتی ایاز اور گیتی ہنسنے لگے۔ فرخ نے خفت مٹاتے ہوئے کہا۔

"اچھا صاحب میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔"

"صرف الفاظ ——" کنور بہادر نے ہنس کر دریافت کیا۔

"اور کیا —— لاجونتی نے ٹکڑا لگایا۔ "تم یہ چاہتے ہو کہ وہ اپنی تمنائیں بھی۔"

گیتی نے لاجونتی کے منہ پر ہاتھ رکھ کر کچکچاتے ہوئے کہا ——

"کمبخت بڑی منہ پھٹ ہو گئی ہے ——"

"خیر کوئی مضائقہ نہیں ——" زمرد نے پیالے میں کافی ڈالتے ہوئے تزئین کی طرف ترچھی نظروں سے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "بعد میں تزئین سے معذرت کر لوں گی۔"

تزئین نے زمرد کو گھور کر دیکھا۔

"تمہارے لئے ٹھنڈی کافی منگاؤں —— ؟" زمرد نے سنجیدہ صورت بنا کر پوچھا۔

تزئین ہنس دی۔ زمرد نے سب سے پہلے اسد کی طرف پیالہ بڑھایا۔ ساز ملک کی آواز تیز ہو چکی تھی۔ گیتی آہستہ آہستہ طشتری پر چمچہ بجانے لگی تزئین اسے آنکھوں کے گوشوں سے دیکھ کر مسکرائی اور ایاز کو مخاطب کرتے ہوئے بولی

"ایاز صاحب! سنبھالیئے ان کو۔"

گیتی نے مسکرا کر چمچہ طشتری میں رکھ دیا اور پیالی اٹھائی۔ ہال تالیوں سے گونج اٹھا اور سب اسٹیج کی طرف متوجہ ہو گئے۔ زرکار مخملی پردہ آہستہ آہستہ دائیں اور بائیں جانب کھسک رہا تھا۔ اسد کے لئے یہ پہلا اتفاق تھا اس لئے وہ اس طرف ہمہ تن متوجہ ہو گیا۔

ہال کی روشنی بتدریج کم ہونے لگی۔ اسٹیج پر کہسار کا دل کش منظر تھا۔ ہلکی نیلی، سبز اور سرخ روشنیوں نے منظر میں جان ڈال دی تھی۔ ارغنوں کی آواز بتدریج کم ہو کر مرتعش ہوتی تھی اور پھر یکایک تیز ہو کر جل ترنگ کی آواز میں مدغم ہو جاتی تھی۔

تزئین نے کہا۔ "آج غالباً وہی کشمیری لڑکی رقص کرے گی۔"

"ریشماں —" گیتی نے کافی کا گھونٹ حلق سے اتار کر کہا۔

گھنگھرو کی تیز آواز کے ساتھ ریشماں اسٹیج پر تھرکتی ہوئی نظر آئی۔ وہ تبت کے پجاریوں کا رقص کر رہی تھی۔ اسد دو ایک منٹ تک اس طرف دیکھتا رہا پھر کافی پینے لگا۔

زمرد نے جھک کر اس سے دریافت کیا۔ "کیا آپ کو رقص و سرود سے دلچسپی نہیں ہے۔؟"

اسد ہنس دیا۔ کنور بہادر نے کہا۔

"ان کو صرف ستاروں سے دلچسپی ہے۔"

"فلمی ستاروں سے —" زمرد نے سوال کیا۔

"نہیں آسمانی ستاروں سے ___" ایاز نے جواب دیا۔

"آپ لوگوں کی زندگی بھی عجیب زندگی ہوتی ہے۔" گیتی نے اسد اور ایاز کی طرف دیکھ کر کہا "یہ انتہائی خشک اور غیر دلچسپ ___"

"صرف آپ لوگوں کے لئے" ایاز بول اٹھا "___ ورنہ اس زندگی میں جو لطف ہے اس کا اندازہ صرف وہی لوگ لگا سکتے ہیں جو اس سے واقف ہیں۔"

زمرد نے اسد سے کہا "فرخ صاحب کہتے ہیں کہ آپ آج کل کسی پہاڑی پر اپنے تجربات میں مصروف ہیں۔"

"جی ہاں ___" اسد نے جواب دیا "مصروفیت کا تو یہ عالم ہے کہ مہینوں نینی تال تک نہیں جا سکتا ہوں۔"

"طبیعت تو نہیں گھبراتی ہے ___؟"

"مصروفیت میں طبیعت گھبرانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ہے۔"

"آپ کم از کم پندرہ بیس روز لکھنؤ میں قیام کریں" زمرد نے اسد سے دوستانہ کہا

"یا پھر تم ہی دو ایک ماہ کے لئے اسد صاحب کے ساتھ چلی جاؤ۔" تزئین نے مسکرا کر زمرد سے کہا۔

"اگر بمبئی نہ جانا ہوتا تو میں ضرور جاتی ___"

"بمبئی اگست میں جا سکتی ہو ___" گیتی بول اٹھی۔

"تم بھی چلو گی ___"

"ہاں بشرطیکہ مئی کے پہلے ہفتہ میں چلو۔"

"ضرور تشریف لائیے ___" اسد نے زمرد اور گیتی سے کہا "ان پہاڑوں

کے لئے یہی موسم ہے۔ مئی میں میرا ہیلی کوپٹر بھی آجائے گا۔"

"واقعی ——؟" فرخ چونک پڑا۔

"امریکہ کی راک فلانسی ٹیوٹ نے میری ایک تحقیق کے سلسلے میں مجھے ایک ہیلی کوپٹر دیا ہے۔"

فرخ نے کہا —— "لیکن مجھ کو ہوا تک نہ دی ——؟"

"میں اسی لئے تمھاری تلاش میں اس وقت آیا تھا۔ تم سب آؤ۔ ایاز ایک ایک ہفتہ بعد میرے ساتھ جائیں گے۔ مجھے حکومت کی طرف سے جو عمارت ملی ہے وہ کسی انگریز ریٹائرڈ آفیسر کی کوٹھی ہے میں نے اسی میں اپنی رصدگاہ دارالتجارب اور ایک مختصر سا کارخانہ بنایا ہے اس میں بیک وقت آٹھ مہمان قیام کر سکتے ہیں۔"

"یہ لوگ آئیں یا نہ آئیں لیکن میں گیتی کے ساتھ ضرور آؤں گی۔" زمرد نے اسد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا اور کنور بہادر سے دریافت کیا۔ "کہو کنور! تم بھی چلوگے ——؟"

"یقیناً" اس نے جواب دیا۔ "میں نے تو اسد کو اپنے گذشتہ خط میں لکھ دیا تھا کہ میں اس سال ضرور آؤں گا۔"

ریشماں اسٹیج سے جا چکی تھی۔ فرخ اور اس کے ساتھی کافی ختم کر چکے تھے زمرد نے گیتی سے کہا تھا۔ "آج یہاں کا پروگرام کچھ زیادہ اچھا نہیں ہے۔" پھر وہ اسد کی طرف متوجہ ہو گئی۔ "اسد صاحب! کیا آپ ہمارے ساتھ رقص میں حصہ لیں گے ——؟"

"بشرطیکہ دس بجے تک آپ تھک جائیں۔" اسد نے ہنسکر جواب دیا۔

"تو پھر اٹھئے ڈریم لینڈ چلیں۔ بال روم ڈانسنگ کے لئے لکھنؤ میں وہی ایک اچھی جگہ ہے ——

کنور بہادر نے کہا۔ "رقص سے قبل ہم کو کچھ کھا لینا چاہیئے۔ میں بہت بھوکا ہوں۔"

فرخ نے فوراً ٹکڑا لگایا۔ "مٹر کابلی اور کچالو سے اپنا پیٹ بھر لو۔"

لاجونتی نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "فرخ صاحب! کچھ بھی نہیں —— آجکل تم بہت ٹھس ہو رہے ہو۔"

سب ہنستے اور آپس میں باتیں کرتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ فرخ نے بل ادا کیا اور سب باہر آکر ٹہلتے ہوئے ڈریم لینڈ کے سامنے پہونچ گئے۔ ڈریم لینڈ کی بیرونی دیوار پر جابجا سیمابی نلکیوں سے ستارے بنے ہوئے تھے۔ صدر دروازہ ہلالی شکل کا تھا۔ اسد نے صدر دروازے میں قدم رکھتے ہوئے کہا۔

"اس کی آرائش میں شبستان سے زیادہ فنکارانہ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔"

"اپنی اپنی طرز پر دونوں خوب ہیں ——" ایاز نے جواب دیا۔

"اسکی چھت دیکھنے کے قابل ہے۔" زمرد نے اسد سے ہال میں داخل ہونے سے قبل کہا۔

"اس میں کہکشاں بنائی گئی ہے یہ نیلگوں سیمابی روشنی اسی کا عکس ہے۔"

"وہ شاعرانہ تخیل ہے" اس نے زمرد کی طرف دیکھے بغیر کہا "بہرحال لکھنؤ پھر لکھنؤ ہے۔ جان عالم اختر پیا کی رنگین سرزمیں ۔۔۔"

وہ ہال کے اس حصہ میں پہونچ چکے تھے جس کے اوپر ایک بہت بڑے دائرے کی شکل میں بالکنی ہوئی تھی۔

فرخ نے ایک کاؤنٹر کے پاس پہونچکر سب کے داخلے کے ٹکٹ لیے زمرد اسد کے شانے اور بازو کو مس کرتی ہوئی چل رہی تھی، اسکا چہرہ فرط مسرت سے گلاب کا نو شگفتہ پھول معلوم ہو رہا تھا۔ وہ کبھی کبھی اس کو پرشوق نگاہوں سے دیکھ لیتی تھی۔

ہال میں قدم رکھتے ہی اسد نے کہا۔

"یہاں شبستان سے زیادہ رونق ہے۔"

"آج سنیچر ہے۔ سنیچر کو یہاں بال روم میں ڈانس کا خاص پروگرام ہوتا ہے۔ فوجی افسران کی بیویاں، کالج اور یونیورسٹی کے طلبا خاص طور پر آج کثیر تعداد میں آتے ہیں۔"

گیتی بول اٹھی "یہ اتوار، منگل اور جمعرات کو شبستان میں تل رکھنے کی جگہ نہیں رہتی ہے۔"

رقص کا ایک دور ختم ہو چکا تھا حسین و جمیل لڑکیاں اور خوش پوش خواتین اپنے دوستوں اور شوہروں کے ساتھ میزوں کے گرد بیٹھی ہوئی خوش گپیاں کر رہی تھیں۔ جابجا قہقہے بلند ہو رہے تھے۔ اسد زمرد ایاز اور ان کے ساتھی میزوں کی قطاروں کے درمیان سے گزرتے ہوئے رقص کے سطح فرش کے قریب

پہنچ گئے۔ زمرد نے دو خالی میزوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"آئیے ہم لوگ وہاں بیٹھیں ــــ"

ایاز، فرخ، گیتی اور تزئین ایک میز کے گرد بیٹھ گئے۔ اسد، زمرد، لاجونتی اور کنور بہادر نے ایک دوسری میز کی کرسیاں گھیر لیں۔ اسد اور زمرد بے تکلفی کے ساتھ باتیں کر رہے تھے گیتی تزئین اور فرخ نے دو چار بار ان دونوں پر فقرے کسے لیکن زمرد نے اپنی باتوں کی دھن میں ان پر توجہ نہیں دی۔ لاجونتی بھی اسد سے باتیں کر رہی تھی، کنور بہادر نے ویٹر کو بلا کر کھانے لانے کا آرڈر دیا۔

تزئین نے آہستہ سے فرخ سے کہا۔ زمرد اسد میں بہت دلچسپی لے رہی ہے"

"اس میں تعجب کی کون سی بات ہے ــــ" گیتی نے تزئین کو جواب دیا۔ "ہر انسان کو کسی نہ کسی سے دلچسپی ضرور ہوتی ہے"

فرخ نے کہا۔ "اسد عجیب و غریب کردار کا نوجوان ہے"

تزئین فوراً بول اٹھی "بہر حال وہ تعلیم یافتہ اور انتہائی مہذب ہیں۔"

ایاز نے ہنسکر کہا۔ "ــــ لیکن تعلیم یافتہ اور مہذب ہو جانے کے یہ معنی تو نہیں ہیں کہ انسان اپنے کردار کی خصوصیات کھو بیٹھے۔"

"آپ لوگ کردار کردار کی رٹ لگایا کرتے ہیں۔ آخر کردار سے آپ کا کیا مطلب ہے، کیا تارک الدنیا انسان ہی کا کردار ہوتا ہے۔" تزئین نے بیک وقت فرخ اور ایاز سے سوال کیا۔

"نہیں ــــ تزئین تم غلط سمجھ رہی ہو" ایاز نے جواب دیا۔ "دنیا میں رہ کر دنیا کی آلائشوں سے پاک رہنا ہی کردار کی پختگی ہے ہم کو بچپن سے یہی تعلیم ملی ہے۔"

"اگر دنیا آپ کی ہم خیال ہوتی تو آج یہ چہل پہل نہ نظر آتی، لوگ اس وقت اپنے گھروں یا مسجدوں میں ہوتے —"

"تزئین —" فرخ نے تزئین کو محبت آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "تم ایاز سے بحث نہ کرو —"

"اچھا ایاز صاحب — فرخ صاحب سفارش کر رہے ہیں اس لئے میں آپ کی جیت تسلیم کئے لیتی ہوں۔"

گیتی، فرخ اور ایاز نے ایک ساتھ قہقہہ لگایا۔

زمرد، لاجونتی، کنور بہادر اور اسد آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ چاروں نے بیک وقت اس طرف دیکھا۔ لاجونتی نے اسد سے کہا۔

"فرخ کی زندگی بھی عجیب زندگی ہے، میں ان کو دو سال سے جانتی ہوں۔ اس عرصہ میں میں نے ایک دن بھی ان کو آزردہ یا مغموم نہیں دیکھا۔"

"یہ بھی ایک بہت بڑی خوبی ہے۔" گیتی نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

اسد نے کہا۔ "فرخ خوش نصیب انسان ہے۔ لیکن اس نے اپنا مستقبل تباہ کر لیا۔"

"عجیب احمق ہے —" کنور بہادر نے کہا۔ "گزشتہ ماہ اس کے ماموں آئے تھے وہ اپنے ساتھ گریڈیہ لئے جا رہے تھے۔ کوئلہ کی کان میں پانچ سو کی جگہ مل رہی تھی لیکن اس نے جانے سے انکار کر دیا۔"

"اس کو لکھنؤ کی رنگینیوں نے کہیں کا نہ رکھا۔" اسد نے مغموم لہجہ میں کسی کو مخاطب کئے بغیر کہا۔

زمرد نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے اسد سے دریافت کیا۔

"آج آپ کتنے عرصہ کے بعد ڈانس کریں گے ——؟"

"غیر ممالک سے واپسی کے بعد آج یہ پہلا رقص ہوگا۔"

"کیا آپ فنی تال بالکل نہیں آتے ہیں۔؟"

"آتا ہوں لیکن رقص کی نیت سے نہیں۔" اسد نے جواب دیا۔ "دراصل یہ چیزیں اپنی ہی سوسائٹی میں اچھی معلوم ہوتی ہیں۔"

کنور بہادر بہت تیزی کے ساتھ پلیٹیں صاف کر رہا تھا۔ زمرد نے اسکی طرف دیکھ کر کہا۔

"کنور تم بالکل بھوکے بنگالی ٹوٹ رہے ہو۔" لاجونتی نے اسے ٹوکا۔

"گھر میں سب برت سے تھے اس لئے میں بھوکوں مرگیا ——"

"خیر ——" زمرد نے ہنس کر کہا۔ "اپنی صحت کا خیال رکھتے ہوئے کھاؤ۔"

کچھ دیر بعد آرکسٹرا شروع ہوا اور لکڑی کے سطح فرش پر جوڑے ایک دوسرے کی کمر میں ہاتھ ڈال کر رقص کرنے لگے زمرد اور اسد رقص کرتے ہوئے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک پہونچ گئے فرخ اور تزئین دوبار ان کے قریب سے گذرے، تزئین اسد کو دیکھکر مسکرائی۔

زمرد کی نگاہیں زیادہ تر اسد کے چہرے ہی پر جمی رہیں۔ وہ ہر ہر قدم پر اسد کی تعریف کر رہی تھی۔ لاجونتی ایاز کے ساتھ رقص کر رہی تھی کنور بہادر اور گیتی بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ رقص ختم ہوتے ہی تزئین اسد کے پاس پہونچ گئی

"اب میں آپ کے ساتھ رقص کروں گی۔"

اسد کے جواب سے قبل فرخ نے زمرد سے کہا۔ "زمرد آؤ اب ہم اور تم رقص کریں۔"

زمرد ایک معنی خیز تبسم کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔

"فرخ تم احساس کمتری کا شکار ہوتے جا رہے ہو۔"

"میری اچھی زمرد! اس وقت صرف جوانی کی باتیں کرو —"

زمرد نے ایک ہلکا لطیف قہقہہ لگایا اور ساز چھڑتے ہی منچلے مرد حسین جمیل عورتوں کو بغل میں دبا کر رقص کرنے لگے۔ اسد تزئین اسد کی کمر میں ہاتھ ڈالے مسکراتی اور رقص کرتی ہوئی فرخ اور زمرد کے قریب سے گزری۔ اسکی آنکھیں چمک رہی تھیں چہرہ وفور مسرت سے کھلا جا رہا تھا اور وہ سرگوشیوں کے لہجہ میں اسد سے آہستہ آہستہ کچھ کہہ رہی تھی۔

زمرد نے اس کی طرف دیکھ کر فرخ سے آہستہ سے کہا۔

"دیکھو تزئین کی گرفت کس قدر سخت ہے۔ وہ شدت کے ساتھ اسد صاحب کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔"

"تم اپنی گرفت سخت کرو ڈارلنگ —" فرخ نے اپنی گرفت کو سخت کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم پر رحم آتا ہے فرخ —" زمرد نے پرمعنی تبسم کے ساتھ کہا۔

"کاش ایسا ہی ہوتا —" فرخ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

”تم سنبھلنے کی کوشش کرو فرخ! — تمہارے قدم ڈگمگا رہے ہیں۔“

”ان لطیف و شیریں لمحات کو باتوں میں ضائع نہ کرو زمرد۔“

”زندگی کا ہر لمحہ قیمتی ہوتا ہے۔“

دونوں رقص کرتے ہوئے اس جگہ آ گئے جہاں سے چلے تھے۔ کنور بہادر اور لاجونتی رقص کرتے ہوئے ان کے قریب سے گذرے ایاز اور گیتی بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ اسد اور تزئین ہال کے آخری گوشے تک پہنچ چکے تھے تزئین نے آہستہ سے اسد سے کہا۔ ”آئیے اس وقفہ میں ہم اور آپ یہیں بیٹھ کر باتیں کریں —“

اسد تزئین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرا دیا اور وقفہ کا اشارہ ہوتے ہی دونوں ایک قریب ترین میز کے پاس بیٹھ گئے۔ تزئین اب تک اسد کا ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھی۔ وہ اس سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی رقص شروع ہوتے ہی پھر دونوں کھڑے ہو گئے اور اسد تزئین کو لئے ہوئے لاجونتی اور فرخ کے پاس پہنچ گیا۔ زمرد کنور بہادر کے ساتھ رقص کر رہی تھی اور گیتی ایاز کے ساتھ تھی۔ فرخ کے پاس پہنچ کر اسد نے تزئین کو کرسی پر بٹھا دیا اور کچھ دیر بعد زمرد کے ساتھ رقص کرنے لگا۔ دس بجے اسد اور ایاز اپنے دوستوں کے ساتھ باہر نکل آئے۔ زمرد نے دوسرے روز ایاز کے دار التجارب میں آنے کا وعدہ کیا اور دونوں کار پر بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔

﴿۴﴾

اسد علی الصبح بیدار ہوا نماز فجر ادا کی اور ایک پیالہ چائے پی اور سیر کیلئے نکل گیا۔ وہ بچپن سے نماز کا پابند تھا اور فجر کی نماز کے بعد سیر کے لئے نکل جاتا تھا اور واپسی تک اپنا اس روز کا لائحہ عمل بنا لیتا تھا۔ وہ اپنے پروگرام کا بہت پابند تھا۔ اس روز اس کو ایک سے زائد بار ان پراسرار مناظر کو ٹیلی ویژن پر دیکھنا تھا۔ اسی کے ساتھ وہ ایاز سے اس سلسلہ میں مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا اسے توقع تھی کہ اگر ایاز کے نئے والوڈ کا تجربہ کامیاب رہا تو اس کو ان مناظر کے عکس کے مخرج کا فاصلہ بھی معلوم ہو جائے گا۔

وہ انہیں خیالات میں کھویا ہوا ایک نہر کے قریب پہونچ گیا۔ اس سے کچھ فاصلہ پر چند دیہاتی لڑکیاں نہر میں نہا رہی تھیں۔ چند لڑکیاں پانی سے دور قدرے بلندی پر کھڑی ہوئی ہنس رہی تھیں۔ نہانے والی لڑکیاں کبھی کبھی اپنے ہاتھوں سے ان کی طرف پانی اچھال دیتی تھیں۔ وہ کچھ دیر تک ایک درخت کے قریب کھڑا ہوا دیہاتی دوشیزاؤں کی معصوم اٹکھیلیوں کو دیکھتا رہا پھر آگے بڑھا اور ایک کھیت کی منڈیر سے گزرتا ہوا اس راستہ پر پہونچ گیا جو ایاز کے دارالتجارب کی طرف جاتا تھا۔

اسد طلوع آفتاب سے کچھ قبل ہی دارالتجارب کے احاطے میں داخل ہوگیا۔ ایاز محل کی چھوٹی بنگلہ نما خوبصورت دو منزلہ عمارت کے ساتھ چمن میں سبزے

پر کرسی ڈالے بیٹھا ہوا کتاب دیکھ رہا تھا۔

" کیا ناشتہ کر چکے ـــــ؟ " اسد نے پہنچتے ہی سوال کیا۔

" تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ آؤ ناشتہ کر لیں۔ آج میں جلد سے جلد ٹیلی ویژن میں نیا والوڈ لگا دینا چاہتا ہوں۔ "

دونوں نے ایک کمرے میں پہنچ کر ناشتہ کیا۔ اسد قیام گاہ کی دوسری منزل پر چلا گیا اور ایاز اس کمرے میں پہنچا جہاں وہ ٹیلی ویژن پر تجربات کر رہا تھا اس نے والوڈ کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور پندرہ منٹ کی جد و جہد کے بعد اسے ٹیلی ویژن میں لگا دیا۔ اس کے دو نائب بھی اسکا ہاتھ بٹا رہے تھے۔ نو بجے ایاز نے اسی کمرے میں اسد کو بلایا۔

" نیا والوڈ ٹھیک کام کر رہا ہے ـــــ؟ " اس نے پہنچتے ہی ایاز سے دریافت کیا۔

" بظاہر تو ٹھیک کام کر رہا ہے۔ لیکن ابھی ان مناظر پر تجربہ نہیں کیا ہے " ایاز نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا " پانچ منٹ میں یہ والوڈ گرم ہو کر اپنا کام کرنے لگے گا۔ "

اسد ایک کرسی کھینچ کر اس کے قریب بیٹھ گیا۔ ٹیلی ویژن کا پردۂ سیمیں منور ہوتا جا رہا تھا اور لاؤڈ اسپیکر میں سیٹیاں بجنے لگی تھیں۔ اسد نے دریافت کیا۔

" تمہارے بے تکلف دوست تو اس کمرے تک نہیں آ جاتے ہیں۔ ؟ "

" نہیں ــــ میں نے اسی لئے سرحدی دربان رکھ چھوڑا ہے۔ اسلم خاں

کسی کو اس طرف دیکھنے کی بھی اجازت نہیں دیتا ہے۔ میرا ایک نائب سلیم آنے والوں کو ملاقات کے کمرے میں بٹھاتا ہے۔"

لاؤڈ اسپیکر سے بادلوں کی گھڑگھڑاہٹ سے مشابہ آواز نکلی۔ دونوں اس طرف متوجہ ہو گئے۔ ایاز نے فوراً ایک سوئچ دبا کر ٹیلی ویژن میں ایک اور پلگ لگا دیا اور پردہ پر بادلوں کی صورت میں ہلکے ہلکے رنگ ابھرنے لگے۔ اسد نے اپنی کرسی کھینچ کر اسکرین کے قریب کر لی۔ ایاز تیزی کے ساتھ ٹیلی ویژن کے لٹوؤں کو گھما رہا تھا اور منظر بتدریج واضح ہوتا جا رہا تھا۔

"کوئی سرخ منظر ابھر رہا ہے ——"

"اس پراسرار دنیا کے کسی صنعتی کارخانے کا ایک منظر ہے ——"

پردہ پر منظر واضح ہوتا گیا۔ اسد پردہ پر نگاہیں جمائے اسی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایک ساعت بعد اس نے کہا۔

"اس منظر میں تو کوئی خاص بات نہیں ہے۔ بالکل ایسی ہی مشینیں ہیں۔ وہ دیکھو سامنے بھٹی ہے —— لیکن واقعی بہت بڑی بھٹی ہے اور یہ —— یہ آتشیں نہر —— غالباً پگھلا ہوا لوہا سرخ سیال کی طرح بہہ رہا ہے —— اور یہ کیا —— ؟"

اسد خود بخود بڑبڑانے لگا۔ "یعنی پگھلے ہوئے لوہے سے اس قدر قریب انسان چل رہے ہیں۔ وہ دیکھو سرخ متحرک پتلے —— کیا یہ آتشی مخلوق ہے۔؟"

"میرے خیال میں تو یہ لوگ کسی خاص کپڑے کا لباس یا کسی خاص دھات کا خود اور زرہ پہنے ہوئے ہیں —— ورنہ اس درجہ حرارت میں انسان راکھ

ہو جائے ـــــ"

منظر آہستہ آہستہ ایک گوشے میں غائب ہوتا جا رہا تھا اور کارخانے کے دیگر حصے سامنے آتے جا رہے تھے۔ کئی ٹن وزنی ایک ہتوڑے سے ایک بہت بڑی سلاخ پر مسلسل ضربیں پڑ رہی تھیں اس کی آواز میں خود اسد کی آواز دب کر رہ گئی یکایک منظر اس طرح بدلا جیسے کسی نے کتاب کا ورق الٹ دیا۔ اب اسد اور ایاز کے سامنے ایک کوہستانی منظر تھا۔ ہزاروں آدمی چست لباس پہنے ایک نوتعمیر راستے میں کھڑے ہوئے ایک فولادی رستے کو کھینچ رہے تھے۔

پہاڑ اگرچہ بہت بلند تھے لیکن فاصلہ کی وجہ سے ان کی چوٹیاں تک نظر آ رہی تھیں۔ نوتعمیر راستہ چٹانوں اور چھوٹی پہاڑوں کو کاٹتا ہوا ان کے دامن تک چلا گیا تھا۔

"یہ نیا منظر ہے ـــــ" ایاز نے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ تاروں کا رستہ کیوں کھینچا جا رہا ہے؟"

رسہ کھینچنے والے کسی خاص اشارے پر ایک ساتھ کچھ کہتے تھے اور خاموش ہو جاتے تھے۔ ایاز ایک گوشے کی طرف جھپٹا اور ایک پہیہ دار تپائی کھینچ کر اسد کی کرسی کے بالکل قریب لے آیا۔ اس تپائی پر ایک کیمرہ نصب تھا۔ اسد نے اپنی کرسی کو ایک طرف کھینچا۔ ایاز نے فوراً کیمرے کا پلگ ایک بورڈ میں لگایا اور عکس نما میں پردہ کا عکس دیکھ کر کیمرہ کا سوئچ دبا دیا۔

اسد نے ایاز سے دریافت کیا "کیا سب مناظر کو فلمبند کر چکے ہو۔؟"

"ہاں ـــــ تاکہ وقت ضرورت ہر چیز کو مکرر اور سہ کرر دیکھا جا سکے۔"

دونوں یکایک، پردہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔ رسّہ کھینچنے والے رسّہ چھوڑ کر زمین پر لیٹ گئے اس کے بعد ہی بہت دور پہ پہاڑ کے دامن میں ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ دھوئیں کے بادل آسمان کی طرف اٹھے اور بادل کی گرج کی آواز کی طرح بڑی بڑی چٹانیں اور پہاڑیاں شق ہو کر گرنے لگیں۔ آواز کم کرنے کے لئے ایاز نے ایک لٹو کو آہستہ سے گھمایا۔ منظر بتدریج پیچھے ہٹنے لگا۔

اسد نے کہا۔" جوہری طاقت سے پہاڑیاں اور چٹانیں اڑائی جا رہی ہیں۔"

"مولانا عبدالسلام کا کہا ہوا ایک ایک لفظ صحیح ثابت ہو رہا ہے۔" ایاز نے پردہ کی طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا انھوں نے کہا تھا کہ اس قسم کا کوئی منظر بھی نظر آئے گا؟"

"انھوں نے تفصیل تو نہیں بتائی تھی لیکن اس سلسلہ میں بہت کچھ کہا تھا میں چاہتا ہوں کہ آج ہی ان کو یہ منظر بھی دکھا دوں ——"

پردہ پر نظر آنے والا منظر ایک دوسرے منظر میں مدغم ہونے لگا۔ اسد اسی طرح خاموش بیٹھا ہوا پردہ کی طرف دیکھتا رہا۔ اب ان کے سامنے سرو و شمشاد کے درختوں آبشار اور نہر کا منظر تھا۔

"یہ تو وہی کل والا منظر ہے —— اسد نے جیب سے سگریٹ کیس نکالتے ہوئے کہا۔

ایاز نے کیمرہ کا سوئچ دبا کر اسے ساکن کر دیا اور ایک الماری سے ایک بیضوی شکل کا آلہ نکال کر لایا اور اسد سے پوچھا۔

"اسد! تم کو پردے کے دونوں کناروں پہ یہ منظر کچھ ہلکا نظر آ رہا ہے

یا یہ صرف میری ہی نظر کا قصور ہے۔؟"

اسد نے بغور دیکھنے کے بعد کہا۔ "ہاں کناروں پر منظر یقیناً کچھ دھندلا ہو گیا ہے جیسے کہرا چھایا ہوا ہے۔"

"میرے خیال میں کائناتی شعاعیں اس منظر کو متاثر کر رہی ہیں یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کرۂ ارض پر اس منظر کی شعاعیں آڑی اور ترچھی پڑ رہی ہوں۔ اور دنیا کی گولائی کی وجہ سے ہمارا ٹیلی ویژن چند آخری اور پہلی عمودی لہروں کو پوری طرح نہ ضبط کر سکا ہو۔"

"خیر اب مجھے یہ بتاؤ کہ تم فاصلہ کیسے معلوم کر سکو گے۔؟"

ایاز نے بھنوی آلہ ٹیلی ویژن کے قریب رکھ کر اس میں دو تار لگائے اور ایک دوسری مشین سے اس کا سلسلہ ملا کر ٹیلی ویژن کے ایک والوڈ سے ملی ہوئی تانبے کی پلیٹ پر مشین کے ایک تار کی نوک لگائی۔ پلیٹ سے چرچراہٹ کے ساتھ نیلگوں شعلے بلند ہونے لگے۔ بھنوی آلہ میں قطب نما کی ایک چھوٹی گھڑی لگی ہوئی تھی، اس کی سوئی تھرائی اور آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے ہٹی لیکن پھر اپنی جگہ پر آ گئی۔

ایاز نے فوراً سوئچ بورڈ کے قریب پہنچ کر جلد جلد چند برقی قمقمے روشن کئے اور مشین کے قریب آ کر پھر وہی عمل شروع کیا لیکن سوئی نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی اس نے برقی قمقموں کو گل کر دیا اور بھنوی آلہ کا سلسلہ مشین سے قطع کرتے ہوئے اسد سے کہا۔

"میں نے آج ٹیلی ویژن میں جو والوڈ لگایا ہے۔ وہ زیادہ طاقتور نہیں ہے

لیکن عکس سے فاصلہ معلوم کرنے کے لئے میں نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ صحیح ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" اسد نے جواب دیا۔ "اس لئے کہ تم نے جب اس مشین کے تار کا سرا والو کی پلیٹ سے مس کیا تو منظر دھندلا ہو گیا تھا۔"

اسد کا جملہ ختم ہوتے ہی پھر دھندلا ہونے لگا۔ ایاز نے پوچھا۔

"بالکل اسی طرح ——؟"

"ہاں تقریباً یہی حالت ہو گئی تھی۔"

پردہ پر جھیل کا منظر دیکھتے ہی اسد نے ایاز سے کہا۔

"اب اسکے بعد غالباً بازار کا منظر نظر آجائے گا اور اس کے بعد —— غالباً وہ اس دنیا کے ریڈیو کا ایک ریڈیو اسٹیشن ہے —— اور وہ —— لڑکی غالباً ہماری دنیا کے نام پیغام نشر کرتی ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ بازار کے منظر سے پہلے ہی وہ منظر آجائے۔ یہ مناظر روزانہ ترتیب کے ساتھ نہیں نظر آتے ہیں۔"

دونوں پردے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ کشتیاں پانی کی موجوں کو کاٹتی ہوئی قریب تر ہوتی جا رہی تھیں۔ رقص کے مظاہرے صاف نظر آنے لگے تھے۔ ایاز نے کہا۔

"یہ رقص تو کچھ ہندوستان کے مشہور کتھلک اور سی یوری ناچوں کا مجموعہ معلوم ہوتا ہے۔"

"سازوں کی آواز بھی اپنی دنیا کے مشرقی سازوں سے ملتی جلتی ہے۔" اسد نے پردے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تانت اور تاروں کے سازوں کی آواز

معلوم ہوتی ہے۔"

ایاز نے کہا۔ "ان لڑکیوں کے خدوخال بالکل ایشیائی ہیں۔"

"اس دنیا کے اس خطہ کی آب و ہوا بھی بالکل اپنے مشرقی ممالک کی طرح ہوگی۔"

اسد نے کچھ سوچ کر کہا اور خاموش ہوگیا لیکن ایک ساعت بعد پھر بولا لیکن وہاں بھی سرد خطوں کا ہونا یقینی ہے اور ضرور ہوں گے۔

کشتیاں قریب تر آتی جارہی تھیں۔ ایاز نے کہا۔

"اس دنیا کے انسان ہم سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔"

منظر اس طرح بدلا جیسے کسی نے ایک پتلی چھڑی یا تیلی کو ایک سرے سے اس طرح سطح پر پھیرا کہ پہلا منظر تیلی کے ساتھ ہی غائب ہوتا چلا گیا اور دوسرا منظر سامنے آتا گیا۔ دونوں مناظر کے درمیان متحرک تیلی حد فاصل تھی۔

بازار کا منظر دیکھتے ہی اسد نے کہا۔

"ان مناظر کی تبدیلی میں سینما کی ٹکنیک سے کام لیا جارہا ہے۔"

"مووی کیمرہ کے لئے تو یہ ٹکنیک آسان ہے لیکن ٹیلی ویژن کے لئے اسی ٹکنیک میں بہت دشواریوں کا مقابلہ کرنا پڑا ہوگا۔"

اسد نے بغیر کسی ارادہ کے کہا۔ "انسان اگر چاہے تو وہ ہر دشواری پر عبور حاصل کرسکتا ہے۔"

ایاز نے قطعی غیر متوقع طور پر سوال کیا۔ "اگر میں اپنی دنیا سے اس سیارہ تک کا فاصلہ معلوم کرلوں تو کیا تم وہاں تک پہونچنے کی دشواریوں پر عبور حاصل

کرنے کی کوشش کروگے ـــــ ؟"

"مجھے امید تو ہے کہ اگر فضائے بسیط میں آفتاب کی حرارت نے اگر مجھ کو اور میرے راکٹ کو گیس میں نہ منتقل کردیا تو میں اس سیارے تک ضرور پہونچ جاؤں گا۔"

"جب دوسرے سیاروں کی ہوائیاں ہماری دنیا کے گرد اڑن طشتریوں کی صورت میں نظر آسکتی ہیں تو ـــــ"

اس کا جملہ مکمل ہونے سے قبل منظر دھندلا ہوا اسد نے اسے ہاتھ کے اشارے سے خاموش ہو جانے کا اشارہ کیا اور پردہ کی طرف دیکھنے لگا اور آراستہ کمرہ سامنے آتے ہی اس کی نگاہیں اس نوجوان لڑکی کے پیکر پر جم گئیں اس نے اپنی کرسی قدرے آگے کھینچ لی۔ لڑکی کے سامنے وہی خوبصورت مجسمہ تھا۔ وہ اسی طرح اس کی طرف جھکا ہوا تھا اور وہ کچھ کہہ رہی تھی۔ وہی کمرہ تھا وہی آرائش اور وہی لڑکی لیکن آج منظر کا زاویہ بدلا ہوا تھا۔ ایاز نے کیمرے کا سوئچ دبا دیا اور ایک خفیف گھرگھراہٹ کے ساتھ کیمرہ منظر فلمبند کرنے لگا۔ اسد نے اسے استفسارانہ نگاہوں سے دیکھا۔ ایاز اسد کا مطلب سمجھ گیا اور بولا۔

"جب ان مناظر کے زاویے بدلتے ہیں تو کوئی نئی چیز نظر آتی ہے۔"

دونوں پردہ کی طرف بغور دیکھنے لگے۔ نوجوان حسینہ ہندوستانی اور عربی لہجہ میں کسی غیرمانوس زبان میں کچھ کہہ رہی تھی۔ آواز بہت صاف تھی۔ عطوف عارش ڈرناب۔ کتاش۔ ٹارلی۔ گفرلی غارقی کے الفاظ اسد کے ذہن نشین ہوگئے اور وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ منظر کو حرکت ہوئی اور لڑکی کا عکس قریب تر

ہونے لگا۔

اسد کے قلب کی حرکت تیز ہوگئی۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ کرسی کے ہتھوں پر رکھ لئے اور بہت غور سے پردے کی طرف دیکھنے لگا۔ منظر اس قدر قریب آگیا کہ اب صرف اس نوجوان حسینہ کا چہرہ اور دونوں شانے ہی نظر آرہے تھے۔ اس کا بیضوی چہرہ، کشادہ پیشانی، کھنچے ہوئے ابرو، غلافی آنکھیں، لانبی ستواں ناک، غنچہ دہن، باریک لب، صراحی دار گردن، اس کے سفید رنگ میں شہابی جھلک تھی۔ اس کے لب متحرک تھے اور وہ کچھ کہہ رہی تھی، آواز اب بالکل واضح ہوچکی تھی اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کوئی ستار نواز مضراب سے ستار کے تاروں کو آہستہ آہستہ چھیڑ رہا ہے۔ وہ یکایک خاموش ہوگئی اور اسد کو ایسا محسوس ہوا جیسے وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے حسرت سے دیکھ رہی ہے۔ اس کی آنکھوں کی چمک بڑھنے لگی اور ایک لمحہ بعد ان میں آنسو جھلک آئے۔

اسد نے کرسی کے ہتھوں پر زور دے کر اٹھنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ لڑکی کی آنکھوں سے دو موٹے آنسو نکل آئے۔ اسد کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی منظر بدل گیا۔ اسد نے آنکھیں پھاڑ کر پردہ کی طرف دیکھا اور دیوانہ وار دریچہ کی طرف بھاگا۔ ایاز اسے وحشت زدہ دیکھ کر اس کے پیچھے لپکا دریچہ تک پہنچنے سے قبل اسے شانے پکڑتے ہوئے پوچھا۔

"اسد! کیا بات ہے ——؟"

"ایاز! ——" اسد نے پلٹ کر اسے دیکھا اور اس کے شانوں پر

ہاتھ رکھ کر ملتجیانہ لہجہ میں بولا ــــــ ایاز مجھے باہر صاف وتازہ ہوا میں پہنچا دو۔"

ایاز نے اس کی بغل میں ہاتھ ڈال کر اسکا ہاتھ اپنے شانوں پر رکھ لیا اور اسے سہارا دے کر ایک کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

"آخر بات کیا ہے ــــ کیسی طبیعت ہے ــــ؟"

"میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔ مجھے وحشت ہو رہی ہے ایاز۔ مجھے باہر لے چلو اف ــــ اف ــــ" اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سینہ دبایا اور منھ بنا کر سر کرسی کے تکیہ پر ٹکا دیا۔

ایاز نے اسے کرسی پر اچھی طرح بٹھایا اور کیمرہ کا سوئچ دبا کر اسے ساکن کرنے کے بعد ٹیلی ویژن کا برقی سلسلہ منقطع کر دیا۔ اسد اسی طرح آنکھیں بند کیے کرسی کے تکیہ پر سر رکھے ہوئے تھا ایاز نے اسکے قریب پہونچ کر اسے سہارا دیا اور دونوں آہستہ آہستہ باہر آ گئے۔ اسد پر غشی کی سی کیفیات طاری ہوتی جا رہی تھی۔

ایاز کے دو اسسٹنٹ اسد کو اس حالت میں دیکھ کر ایاز اور اسد کے پاس پہونچ گئے۔ ایاز نے ان میں سے ایک کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"مجیب! ذرا ڈاکٹر انور کو بلانا ــــ اور اشرف ــــ" اس نے اپنے دوسرے اسسٹنٹ سے کہا۔ "تم اس آرام کرسی کو سامنے کھلی ہوئی بارہ دری میں ڈال دو۔"

اسد کی طبیعت قدرے سنبھل گئی۔ اس نے ایاز سے کہا۔

"ایک گلاس ٹھنڈا پانی منگاؤ ــــ"

ایاز کے اشارہ پر ایک ملازم ایک گلاس پانی لے کر آ گیا۔ ایاز نے اسد کو

لے جاکر بارہ دری میں آرام کرسی پر لٹا دیا اور خود ایک کرسی کھینچ اس کے قریب بیٹھ گیا اسد نے پانی پیا اور کرسی پر دراز ہوگیا۔ مجیب ڈاکٹر انور کے ساتھ آگیا۔

ڈاکٹر انور ایاز کے دار التجارب میں مویشیوں کے غددوں پر تجربہ کر رہے تھے انھوں نے آتے ہی اسد کی نبض دیکھی دل پر ہاتھ رکھ کر اس کی رفتار کا اندازہ لگایا آنکھوں کے پپوٹے دیکھے اور اسد سے دریافت کیا۔

"شدت سے پیاس محسوس ہوئی تھی؟"

"جی ہاں ——"

ڈاکٹر انور ایک ساعت تک اسد کے چہرے کو دیکھتے رہے پھر ٹہلنے لگے اسد نے آنکھیں بند کرلیں۔ ایاز نے اٹھ کر ڈاکٹر انور سے دریافت کیا۔

"آپ کا کیا خیال ہے —— ؟"

بڈھے ڈاکٹر نے اپنی ٹھوڑی کھجلاتے ہوئے کہا۔

"کسی خاص واقعہ سے متاثر ہو کر دل کی حرکت تیز ہوگئی۔ میں ایک شربت بھیجتا ہوں پلا دیجئے۔ نصف گھنٹہ میں حالت معمول پر آجائے گی"

بڈھے ڈاکٹر انور اپنے کوٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے چلے گئے۔ مجیب ان کے جانے کے پانچ منٹ بعد گیا اور ایک گلاس میں سرخ رنگ کا شربت لے کر آیا اور اسد کو پلا دیا۔ اس کی طبیعت سنبھلتی جا رہی تھی۔ ایاز کے ایک اسسٹنٹ نے آکر اس سے کہا۔

"کوئی صاحب آپ کو ٹیلی فون پر بلا رہے ہیں"

ایاز مجیب کو اسد کے پاس چھوڑ کر چلا گیا اس نے جاتے ہوئے مجیب سے کہدیا

کہ اگر ضرورت ہو تو فوراً اس کو بلا لیا جائے۔"

کچھ دیر بعد اسد نے ایک گلاس پانی پیا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ مجیب اسکے قریب ہی ایک کرسی پر بیٹھا ہوا مصور سائنسی رسالہ کائنات دیکھ رہا تھا۔ اس نے رسالہ کو چھوٹی میز پر رکھ دیا اور اسد سے دریافت کیا۔

"اب آپ کا مزاج کیسا ہے ——؟"

"اب تو بالکل ٹھیک ہوں ——" اسد نے مسکرا کر جواب دیا۔

"کیا چکر آگیا تھا ——"

"چکر تو نہیں آیا تھا، لیکن کچھ عجیب حالت ہو گئی تھی۔ ایاز کے پاس بیٹھا ہوا ٹیلی ویژن دیکھ رہا تھا کہ یکایک دل بیٹھنے لگا اور وحشت ہونے لگی۔"

"ہوا کو صاف کرنے والا پنکھا غالباً بند ہو گا۔ اس کمرے میں بہت جلد حبس ہو جاتا ہے۔"

اسد نے رسالہ کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "نیا پرچہ ہے ——؟"

"جی ہاں —— آج ہی آیا ہے ——"

اسد نے پرچہ اٹھایا اور سرورق دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ تو ڈاکٹر غیاث کے راکٹ کا ماڈل ہے۔"

"جی ہاں —— جاکرتا ریڈیو نے کل ہی اعلان کیا ہے کہ وہ اسی ہفتہ جزائر تیمور کی کسی پہاڑی سے ایک ہوائی فضا میں پھینکیں گے، کائناتی شعاعوں سے اسکی رفتار اور فاصلہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا کہ وہ بہت جلد اس قسم کا کوئی اعلان کریں گے۔"

زمرد برآمدے میں چلی گئی۔ مجیب نے اسد سے کہا۔

"مس زمرد نے آپ کو ایک گھنٹہ قبل ٹیلیفون کیا تھا لیکن آپ ایاز کے کمرے میں تھے اس لئے آپ کو مطلع نہ کیا جا سکا۔"

اسد بارہ دری میں ٹہلنے لگا۔ مجیب نے کہا۔

"ایاز صاحب اپنے کمرے میں ہوں گے۔ مس زمرد وہاں تک نہ پہنچ سکیں گی اگر آپ مناسب سمجھیں تو میں ان کو یہیں بلا لوں۔"

"بلا لیجئے۔ بیچاری بلا وجہ ادھر ادھر سر مارتی پھریں گی۔"

مجیب بارہ دری سے نیچے اترا ہی تھا کہ زمرد برآمدہ سے پورٹیکو میں نظر آئی۔ اس نے بارہ دری کی طرف دیکھا اور اسد پر نگاہیں پڑتے ہی ہاتھ اٹھا کر انگلیاں ہلاتی ہوئی اس طرف لپکی اور بارہ دری کے قریب پہنچتے ہی بولی۔

"آپ یہاں ہیں۔ اور میں وہاں تلاش کر رہی تھی۔"

اسد نے بڑھ کر زمرد سے ہاتھ ملایا۔ اور اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے کرسی کے قریب پہنچکر اس کو بٹھایا اور خود دوسری کرسی پر بیٹھ گیا۔

"ابھی میں نے آپ کو ٹیلیفون کیا تھا ——"

"میں اس وقت ایاز صاحب کے ساتھ ان کے کمرے میں ایک تجربہ میں مصروف تھا۔"

مجیب نے کہا۔ "ڈاکٹر اسد! میں نے سنا ہے کہ آپ کی ہوائی دنیا کی سب سے بڑی ہوائی ہوگی۔"

"سب سے بڑی تو نہیں لیکن تیز رفتار ضرور ہوگی۔ اس میں تقریباً بیس آدمی سفر کرسکیں گے ——"

"اسے جوہری طاقت سے چلایئے گا ——"

"جوہری طاقت بھی استعمال کی جاسکتی ہے لیکن اس قدر مالی گنجائش نہیں ہے۔ بہرحال میں ایک خاص قسم کا ایندھن استعمال کروں گا۔"

"اس راکٹ کا انجن واقعی عجیب وغریب ہوگا۔"

"اس کو فضائے بسیط میں لے جانے کے لئے کسی انجن کی ضرورت نہیں۔ معمولی بیٹری سے صرف ایک بار ایندھن کو جلا دیا جائے گا اور بس —— ہاں دیگر ضروریات کے لئے اس میں بجلی پیدا کرنے والے دو پلانٹ ضرور لگائے جائینگے۔"

"آپ کا راکٹ بھی ہوگا دیکھنے کے قابل ——"

اسد کسی گہرے خیال میں کھو گیا۔ دارالتجارب کے احاطہ میں ایک خوبصورت اسپورٹنگ کار داخل ہوئی اور عمارت کے پورٹیکو میں پہونچکر ٹھہر گئی۔ اسد اور مجیب نے ایک ساتھ اس طرف دیکھا۔ زمرد کار سے اتر رہی تھی۔

"تجربوں سے آپ کی طبیعت نہیں گھبراتی ہے۔ ؟"

اسد نے ہنسکر زمرد سے پوچھا۔ "آپ سیر و تفریح سے نہیں اکتاتی ہیں ؟"

"خوب ـــــ" زمرد کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ "تو گویا یہ آپ لوگوں کا دلچسپ ترین مشغلہ ہے ـــــ"

مجیب چلا گیا۔ اسد نے زمرد سے دریافت کیا۔

"آپ کے لئے چائے منگاؤں یا شربت ـــــ ؟"

"صرف ایک گلاس ٹھنڈا پانی" زمرد نے ہنسکر جواب دیا۔ "اور اس کے بعد یہ بتائیے کہ آج آپ کا کیا پروگرام ہے ـــــ ؟"

"دراصل میں آج کل لکھنؤ چند خاص تجربات کے سلسلہ میں آیا ہوں اور جلد سے جلد واپس جانا چاہتا ہوں"

"ـــــ لیکن شام کو تو فرصت رہتی ہوگی"

"جی نہیں ـــــ" اسد نے جواب دیا۔ "کیا عرض کروں۔ مصروفیت کا تو یہ عالم ہے کہ ہم لوگ وقت پر کھانا بھی نہیں کھا سکتے ہیں"

"خیر کل شب کو آپ اور ایاز صاحب غریب خانے پر کھانا تناول فرمائیں۔

"کل تو ہم مولانا عبدالسلام کے یہاں مدعو ہیں"

"یا اللہ ـــــ" زمرد نے منہ بنا کر کہا۔ "آپ لوگوں کا قرب حاصل کرنا بھی جوئے شیر لانے سے کم نہیں"

اسد مسکرا دیا۔ "میں خود شرمندہ ہوں کہ بسا اوقات میری ذات سے دوستوں کی دل شکنی ہوتی ہے"

"خیر پرسوں تو آپ کہیں مدعو نہیں ہیں۔"

"تجربات کے پیش نظر تو شاید مجھے یہاں سے باہر قدم رکھنے کی مہلت نہیں مل سکتی ہے لیکن بہرحال میں ضرور حاضر ہوں گا۔"

"میں بعد مغرب یہاں آجاؤں گی ـــــ اور آپ لوگوں کو لیجاؤں گی۔"

"بہتر ہے ـــــ"

زمرد نے پانی پی کر گلاس رکھتے ہوئے کہا۔

"اس وقت ایاز صاحب سے ملاقات ہو نہ سکے گی۔"

"وہ غالباً اپنے دارالتجارب میں ہیں۔"

"اچھا تو مجھے اجازت دیجئے میں پرسوں شام کو حاضر ہوں گی۔"

" زمرد کھڑی ہوگئی۔ اس نے اسد کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسے مسکراتی ہوئی نگاہوں سے دیکھا ہاتھ ملایا اسد اس کے ساتھ اس کی کار تک آیا۔ زمرد کار میں بیٹھ گئی۔ اسٹیرنگ سنبھالا آنکھوں پر گہرے تالوں کا چشمہ لگایا۔ ایکبار پھر اسد کی طرف دیکھا اور کار اسٹارٹ کر کے ونٹ اسکرین پر نگاہیں جمائے اسٹرنگ گھماتی ہوئی چلی گئی۔

اسد متعدد کمروں سے گزرتا ہوا مجیب کے ساتھ ایاز کے پاس پہونچا۔ وہ دوسری منزل کے کمرے میں ایک چھوٹی مشین کے پاس بیٹھا ہوا ٹیلی ویژن کے نئے والوز کا امتحان لے رہا تھا۔ مجیب اسے دروازے ہی پر چھوڑ کر چلا گیا۔ اسد نے اندر قدم رکھتے ہی پوچھا۔

"کیا اسے بیکار کردو گے؟"

"نہیں ـــ بلکہ اب یہ ٹھیک کام دے گا۔" ایاز نے جواب دیا "دراصل میں نے اسے غلط طریقہ پر لگایا تھا۔ مجھے خود تعجب تھا کہ اس قدر طاقتور والوؤ کیوں نہیں کام کر رہا ہے۔"

ایاز کھڑا ہو گیا۔

"آؤ ٹیلی وژن کے کمرے میں چلیں۔"

دونوں اپنے اپنے خیال میں کھوئے ہوئے زینے سے اتر کر متعدد کمروں سے گزرتے ہوئے اس کمرے میں پہونچ گئے۔ ایاز نے ٹیلی وژن میں والوؤ لگا کر متعدد تاروں سے اس کا سلسلہ ملایا اور ٹیلی وژن کا پلگ بورڈ میں لگا کر ایک لٹو کو گھمایا ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ والوؤ روشن ہو گئے۔ اس کے دوسرے لٹو کو آہستہ آہستہ گھمایا اور ٹیلی وژن کا سفید پردہ منور ہونے لگا۔

اسد نے کرسی کھینچ لی اور پردہ کے سامنے بیٹھ گیا۔ ایاز نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرا کر دریافت کیا

"طبیعت ٹھیک ہے نا ـــ؟"

"بالکل ـــ"

"اگر اس حسینہ نے پھر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا تو ـــ"

اسد اس کا جملہ ختم ہونے سے قبل بول اُٹھا۔

"غالباً تم نے غور نہیں کیا۔ اس وقت مجھے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ میری ہی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مجھے حسرت سے دیکھ رہی ہے۔"

"واقعی یہ ایک عجیب بات تھی۔" ایاز نے پردہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

نگاہوں سے تو میں بھی متاثر ہو گیا تھا ۔۔۔ ممکن ہے وہ اپنی اداکاری کا کمال دکھا رہی ہو۔

" اداکاری ۔۔۔ ؟ " اسد نے کچھ سوچ کر کہا، " نہیں ۔ یہ اداکاری نہیں ہو سکتی ہے ۔ "

پردے پر رنگ ابھر کر پہلے جھیل کا منظر آیا پھر آبشار اور سرو و شمشاد کی قطاریں اس کے بعد بازار اور سڑک کے مناظر اور ان کے بعد منظر گاہ کا منظر۔ لیکن اب مجسمہ کے پاس ایک دوسری لڑکی تھی ۔ پہلی لڑکی کی ہم عمر ۔ دل کش خدوخال ۔ اس کا بھی لباس ویسا ہی تھا اور وہ کچھ کہہ رہی تھی ۔ اسد نے بے دلی کے ساتھ ایاز کی طرف دیکھا ۔ ایاز نے قطعی غیر متوقع طور پر ٹیلی ویژن کا سلسلہ منقطع کر دیا اور اٹھ کر کمرے کا برقی قمقمہ روشن کیا ۔

اسد اٹھ کر دریچے کے پاس پہنچا اور پردوں کو کھینچ کر دریچہ کھول دیا ۔ ایاز بھی ٹہلتا ہوا اس کے پاس پہنچ کر اور میز سے سگریٹ کا ڈبہ اٹھا کر ایک سگریٹ جلاتے ہوئے کہا ۔

" میرے خیال میں دو تین باتیں ہو سکتی ہیں " اس نے اسد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ۔ " یا تو اس لڑکی کو کوئی حادثہ پیش آیا ہے اور یا پھر وہ لوگ ہم کو الجھانے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ "

" خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کیا راز ہے ۔۔۔ " اسد نے بغیر کسی ارادے کے کہا اور صوفے پر بیٹھ گیا ۔

ایاز دریچہ کے پاس کھڑا ہوا باہر کی طرف دیکھتا اور سگریٹ کے کش اڑاتا رہا وہ کسی گہرے خیال میں کھویا ہوا تھا ۔ اسد نے یکایک اسکو مخاطب کر کے پوچھا ۔

" اس نئے والو کو استعمال کرنے کے بعد تم نے فاصلہ کا اندازہ لگایا ۔

"نہیں ——"

"کیوں —— ؟"

تمہاری طرح میں بھی اس منظر سے پریشان ہوگیا۔ لیکن تم نے کس وجہ سے بہت زیادہ اثر لیا

اسد نے ایاز کو استفسارانہ نگاہوں سے دیکھا۔ ایاز نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "تم کچھ اور خیال نہ کرنا —— واقعی اس لڑکی کی مایوس نگاہیں دیکھ کر مجھے اس سے ہمدردی پیدا ہوگئی —— لیکن ہم کر ہی کیا سکتے ہیں۔"

اسد نے اس سے دریافت کیا۔ "کیا تم نے اسی وقت سمجھ لیا تھا کہ اس لڑکی کو کوئی خاص حادثہ پیش آیا ہے۔؟"

"ہاں —— جب تمہاری حالت متغیر ہوئی تو مجھے یقین ہوگیا۔ میرے خیال میں بے بسی اور بیچارگی کے عالم میں انسان کی آنکھوں سے غیرمرئی برقی لہریں خارج ہوتی ہیں اور اگر کوئی دوسرا انسان اس انسان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر دیکھے تو وہ متاثر ہو جاتا ہے —— اگرچہ ابھی تک میں نے کوئی ایسا تجربہ نہیں کیا ہے لیکن تم یقیناً اس لڑکی کی آنکھوں سے خارج ہونے والی لہروں ہی سے متاثر ہو کر بیہوش ہوئے تھے۔"

"میں ہوش میں تھا۔"

"بہرحال تم پر ایک سکر کی سی کیفیت طاری ہوگئی تھی۔"

"اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

"ہاں اب تم بالکل ٹھیک ہو، لیکن تم کو آرام کی ضرورت ہے۔ میرے خیال میں تم جاکر کچھ دیر آرام کرو۔ اب میں ٹیلی ویژن پر فاصلہ معلوم کرنے کی کوشش کرونگا۔"

اسد کھڑا ہو گیا۔ بڑھ کر سگریٹ کے ٹن سے ایک سگریٹ نکالا اور سلگا کر آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھا لیکن دو چار قدم چلکر ٹھہر گیا اور ایاز کو مخاطب کر کے کہا

”ابھی مس زمرد آئی تھیں۔“

”بہت محتاط قسم کی لڑکی ہے۔ لیکن تم سے دلچسپی ہو گئی ہے۔“

”پھوں سمجھا دینا ——“

”پرسوں —— ؟“ ایاز نے پوچھا ”کیا وہ پرسوں پھر آئیں گی۔“

”ہاں —— انھوں نے تم کو اور مجھکو پرسوں رات کے کھانے پر مدعو کیا ہے اور بعد مغرب ہم کو اپنے ساتھ لے جانے کے لئے آئیں گی۔“

”خوب ——“ ایاز نے آہستہ سے کہا اور باہر چمن کی طرف دیکھنے لگا۔

اسد چلا گیا۔ دوپہر کے کھانے کے لئے ایاز جب ایک بجے اپنے دار التجارب سے نکل کر کھانے کے کمرے میں پہونچا تو اسد کو اپنا منتظر پایا۔ اس کے ہاتھ میں ایک انگریزی رسالہ تھا۔

”آؤ کیا زیادہ بھوکے ہو —— ؟“ ایاز نے اسد سے دریافت کیا۔

”نہیں —— بھوک تو بالکل نہیں ہے۔ گول کمرے میں بیٹھا ہوا یہ رسالہ دیکھ رہا تھا طبیعت گھبرائی ادھر چلا آیا۔“

”کوئی خاص بات ——“

”ڈاکٹر رچرڈسن نے کنساس کے کوہستانی سلسلہ کی ایک رصدگاہ سے ایک اڑن طشتری کو مشرق سے مغرب کی طرف جاتے ہوئے دیکھا ہے۔“

”کوئی نئی بات نہیں ہے۔“ ایاز نے ایک کرسی کھینچکر بیٹھتے ہوئے کہا ”ابتک

ہزاروں بار اڑن طشتریاں دیکھی گئی ہیں لیکن کسی نے بھی کوئی نئی بات نہیں بتائی۔“ بہرحال اب اس میں اب شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ کسی دوسرے سیارے میں بسنے والے ہماری دنیا کا جائزہ لے رہے ہیں۔“

ملازم نے میز پر کھانا چن دیا۔ دونوں نے کھانا ختم کیا اور ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے۔ ایاز نے ایک سگریٹ اسد کو دیا اور دوسرا خود سلگا کر دھوئیں کے لچھے بنانے لگا۔ اسد نے ایک ساعت بعد اس سے کہا۔

”تم نے اس نئے والوڈ اور مشین کی مدد سے فاصلہ معلوم کرنے کی کوشش کی؟“

”ہاں —— میں نے تین بار ریڈر کی لہریں استعمال کرکے فاصلہ معلوم کرنے کی کوشش کی اور تینوں بار ایک ہی نتیجہ نکلا“

”یعنی ——؟“

”یعنی یہ کہ ۱۱ منٹ چالیس سکنڈ میں وہ لہریں اپنے مخرج پر واپس آگئیں۔“

دونوں کسی گہرے خیال میں کھو گئے۔ کچھ دیر بعد ایاز اٹھا اور باہر جانے لگا

”کیا پھر لہروں کو استعمال کروگے؟“

”نہیں —— اب کچھ دیر آرام کروں گا۔ تم بھی سو جاؤ۔“

دونوں اپنی اپنی خواب گاہ میں چلے گئے۔ اسد شام کو پانچ بجے اٹھا، غسل کیا برآمدے میں شام کی چائے پی اور نیچے اترا۔ مجیب اشرف، مکرجی، منوہر سنگھ، انعام اللہ، یوسف پریرا، ڈیوڈ، ارمیلا، فیروزہ عادل جی، مینو، عبدالعلی، جاوید اور تیواری وغیرہ پورٹیکو کے سامنے سبزہ پر ایاز کے سامنے ایک دائرہ کی شکل میں کھڑے ہوئے تھے اور وہ ان سے کچھ کہہ رہا تھا۔ اسد بھی ٹہلتا ہوا وہاں پہونچ گیا

ایاز نے اسے دیکھتے ہی کہا۔

"میں تم کو بلوانے ہی والا تھا۔"

اسد اس کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ ایاز نے سائنسدانوں اور تحقیق کرنے والوں کی مختصر جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"یہ دستاویزی یا تفریحی فلم نہیں ہے ـــ بلکہ ـــ بلکہ اسے آپ لوگ ایک معمہ ایک پہیلی سمجھیں ـــ اور ـــ اور میرا مطلب یہ ہے کہ آپ لوگ غور کر کے بتائیں کہ یہ مناظر کہاں کے ہو سکتے ہیں۔"

ایاز ایک ساعت کے لئے خاموش ہوا اور پھر سب پر طائرانہ نگاہیں ڈالتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگ دنیا کی سیاحت کئے ہوئے ہیں۔ دنیا کا ہر بڑا شہر دیکھے ہوئے ہیں، لہٰذا اس فلم کو۔ ان مناظر کو دیکھ کر آپ بتائیں کہ وہ کہاں کے ہو سکتے ہیں؟"

نوجوان پارسی حسینہ فیروزہ نے مسکرا کر کہا۔

"یہ آج ہمارا پہلا سہ ماہی امتحان ہے شاید ـــ"

"ہو سکتا ہے کہ نئے تحقیقی نصاب کی فہرست ہو۔" ایاز نے فوراً مسکرا کر جواب دیا۔ ایک معمر سرحدی پٹھان نے معمل کی دوسری منزل سے مجیب کو مخاطب کر کے کہا۔

"مجیب صاحب! اب آپ لوگ سب آ سکتا ہے۔"

ایاز نے اپنے دارالتجارب میں تحقیق کرنے والے سائنسدانوں سے کہا۔

"آپ لوگ پروجکشن روم میں چلیں۔"

سب دو دو اور چار چار کی ٹولیوں میں معمل کے زینے پر چڑھ کر پروجکشن روم

میں پہونچ گئے۔ اسد اور ایاز اس بڑے کمرے میں سب کے بعد داخل ہو گئے کمرے میں آٹھ آٹھ کی قطاریں پچاس سے زیادہ کرسیاں لگی ہوئی تھیں۔ سب کرسیوں پر بیٹھ گئے اور پردہ سیمیں کی طرف دیکھنے لگے۔ مجیب نے سب دروازے بند کر دیے اور اپنے ساتھیوں میں جا کر بیٹھ گیا۔ ایاز اور اسد سب سے پیچھے ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ ایاز نے اسد سے کہا۔

"اس وقت میں ان لوگوں کو وہ مناظر دکھانا چاہتا ہوں جو میں نے ٹیلی ویژن سے فلمبند کئے ہیں۔

"ــــ لیکن ان لوگوں کو ابھی یہ نہیں بتایا ہے کہ یہ مناظر کہاں کے ہیں؟"

"نہیں ــــ" ایاز نے جواب دیا۔ "اور نہ میں فی الحال انکو بتانا چاہتا ہوں"

کمرے کی چھت کا صرف ایک چھوٹا فانوس روشن تھا۔ گھنٹی بجتے ہی وہ بھی گل ہو گیا اور سب پردہ سیمیں کی طرف دیکھنے لگے۔ پردہ پر ٹائٹل کے بجائے ایاز کا ایک پیغام نظر آیا۔

"آپ لوگ ان مناظر کو بغور دیکھیں اور سمجھنے کی
کوشش کریں کہ یہ کہاں کے ہیں ــــ"

پیغام کے بعد ہی آبشار کا منظر پردہ سیمیں پر آیا۔ فیروزہ نے قدرے بلند آواز میں کہا۔

"اوہ ٹکنی کلر ــــ"

سرو و شمشاد کے درخت۔ پانی میں ان کا عکس اور بہت دور پر آبشار نظر آ رہا تھا۔ مجیب اشرف اور منوہر سنگھ فیروزہ کے قریب ہی بیٹھے ہوئے تھے۔

مجیب نے کہا۔

"فردوسی نظارہ ہے ——"

"سرو —— اور اس پر سرخ پھول ——" فیروزہ نے اشرف سے کہا۔ "کتنا پیارا تخیل ہے۔"

ایاز نے عقب سے کہا۔ "یہ تفریحی فلم نہیں ہے فیروزہ —— ہر منظر کو غور سے دیکھا۔

"اوہ! آپ کتنے اچھے انسان ہیں ایاز صاحب۔" فیروزہ نے تاریکی میں پشت کی طرف دیکھا اور پھر پردۂ سیمیں کی طرف دیکھنے لگی۔

ایاز نے آہستہ سے اسد سے کہا۔

"بہت باتونی لڑکی ہے ——"

اسد پردہ سیمیں کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے ایاز کے جملہ کو کوئی اہمیت نہ دی۔ پردۂ سیمیں پر منظر بدلتے ہی اشرف نے مجیب سے کہا۔

"یہ تو غالباً کشمیر کا منظر ہے ——"

"کشتیوں کی ساخت تو دیکھو ——" مجیب نے اشرف سے کہا۔

نوجوان سائنسدانوں کی نگاہیں پردۂ سیمیں پر جمی ہوئی تھیں۔ فیروزہ بھی بہت توجہ کے ساتھ پردہ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ جھیل کے منظر کے ساتھ موسیقی چھڑتے ہی منوہر سنگھ اشرف اور ان کے چند ساتھی جھومنے لگے۔ فیروزہ نے کسی کو مخاطب کئے بغیر کہا۔

"ارے —— کشتیوں پر لڑکیاں رقص کر رہی ہیں۔"

مینو نے آہستہ سے کہا یہ ان کا لباس بھی عجیب و غریب ہے۔"

کشتیاں قریب آتی جا رہی تھیں۔ کمرے میں بیٹھا ہوا ہر شخص تصور حیرت بنا ہوا ان مناظر کو دیکھ رہا تھا۔"

منظر پانی کی لہروں میں ڈوبنے اور دوسرا منظر ابھرنے لگا۔ یکایک پانی کی لہریں کوہستان کے ابھرنے والے منظر میں جذب ہو گئیں۔ ایک پہاڑی کے دامن میں انسانوں کی ایک قطار کھڑی ہوئی تھی وہ سب پہاڑی کی طرف دیکھ رہے تھے ایاز نے کہا۔

"اسد تم نے یہ منظر نہیں دیکھا تھا۔"

"وہ ایسا ہی دوسرا منظر تھا۔"

یکایک آدمی چٹانوں کی طرف بھاگے اور ایک خوفناک آواز کے ساتھ پہاڑوں کے دامن سے کوئی چیز بل کھاتی ہوئی تیزی کے ساتھ نشیب کی طرف چلی۔

"کوئی چشمہ پھوٹ نکلا ـــــ ہ" اسد نے ایاز سے دریافت کیا۔

ایاز کے جواب سے قبل پانی کے تیز دھارے چٹانوں سے ٹکراتے پتھروں کو اپنے ساتھ بہاتے ہوئے ایک خوفناک شور کے ساتھ ہر طرف بہہ نکلے۔ انسان دس دس اور پانچ پانچ کی ٹولیوں میں اونچی چٹانوں پر کھڑے ہوئے چاروں طرف دیکھ رہے تھے۔

منظر یکایک بدل گیا اور پردہ پر چھ منزلہ اور آٹھ منزلہ عمارتیں نظر آنے لگیں انکا طرز تعمیر بالکل ایشیائی تھا۔ اسد نے ایاز سے کہا۔

"لب و لہجہ کی طرح ان کے فن تعمیرات میں عربی جھلک تھی۔"

ایاز نے سر جھکا لیا اور کچھ سوچنے لگا۔ اسد بالکل پردہ کی طرف دیکھنے لگا۔ کشادہ سڑک کے دونوں جانب عمارتیں تھیں، سڑک پر جدید ترین ساخت کی کاریں چل رہی تھیں۔ دونوں کناروں پر راہ گیروں کی آمد و رفت کا سلسلہ بندھا ہوا تھا۔ لیکن دنیا کے عام بڑے راستوں کی طرح زیادہ شور وغل نہ تھا اور ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے سب ایک ہی نظام کے ماتحت خود بخود ہو رہا ہے۔ یہ منظر چند عالیشان محلات کے پس منظر میں غائب ہو گیا۔ ایاز نے پردہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ منظر بھی تمہارے لئے نیا ہے"

"ہاں یہ شاہی ایوانات معلوم ہوتے ہیں" اسد نے اسطرف دیکھتے ہوئے کہا۔ سڑکیں بہت کشادہ ہیں اور جابجا فوارے چھوٹ رہے ہیں"

منظر دھندلا ہونے لگا۔ ایاز نے اسد کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔

"اب وہ لڑکی نظر آئے گی۔ اس کی نگاہوں سے متاثر نہ ہونا"

نشرگاہ میں لڑکی خوبصورت مجسمہ کے سامنے کھڑی ہوئی کچھ کہہ رہی تھی ایاز اور اسد پوری توجہ کے ساتھ اسی طرف دیکھ رہے تھے۔ فیروزہ نے اشرف سے کچھ کہا لیکن دونوں پردہ ہی کی طرف دیکھتے رہے۔ منظر آہستہ آہستہ قریب آنے لگا۔ اسد کے قلب کی حرکت تیز ہونے لگی۔ لڑکی کا چہرہ بالکل قریب آگیا اس نے کچھ کہا اور حسرت کے ساتھ دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آتے ہی منظر بدل گیا۔

ایاز نے اسد کی طرف دیکھا۔ وہ صوفے کی پشت پر سر رکھے ہوئے تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ ایاز نے گھبرا کر اسے ہلاتے ہوئے آہستہ سے پکارا۔

"اسد ــــــ"

"ہاں گھبراؤ نہیں میں بالکل ٹھیک ہوں"

چند مناظر کے بعد کمرے کی چھت کا فانوس روشن ہو گیا اور سب سے پہلے فیروزہ چاروں طرف دیکھتی ہوئی اٹھی اور مینو سے کہنے لگی۔

"کتنے عجیب و غریب مناظر تھے۔"

یکے بعد دیگرے سب کھڑے ہو گئے اور ان مناظروں پر اظہار خیال کرتے ہوئے کمرے سے باہر چلے گئے۔ ایاز اور اسد سب کے بعد کمرے سے نکلے۔ منوہر سنگھ عبدالعلی اور مینو سبزہ پر کھڑے ہوئے ان ہی مناظر کے متعلق باتیں کر رہے تھے۔ منوہر سنگھ کہہ رہا تھا۔

"اگر اندلس کے مسلمان تباہ نہ ہو جاتے اور برابر ترقی کرتے رہتے تو آج انکا طرز زندگی ایسا ہی ہوتا۔"

اسد ایک ساعت کے لئے ٹھیرا۔ منوہر سنگھ کی طرف دیکھا اور ایاز کے ساتھ چلا گیا۔

(۶)

اسد کی نگاہوں کے سامنے تمام رات وہی مناظر رہے کبھی اس نے جھیل کی سطح پر کشتیوں کو ہچکولے کھاتا ہوا دیکھا اور کبھی نشر گاہ کی اس لڑکی کو جس کی مایوسانہ نگاہوں نے اسے مضطرب کر دیا تھا۔ علی الصبح جب وہ بستر سے اٹھا تو اس کی طبیعت کسلمند تھی، اس نے غسل کیا۔ نماز فجر ادا کی اور باہر صاف و

تازہ ہوا میں چہل قدمی کے لئے نکلا۔ پھاٹک کے باہر اسے ایاز نظر آیا۔ وہ ایک کھیت کی منڈیر پر کھڑا ہوا کچھ سوچ رہا تھا۔ اس نے اسد کو دیکھتے ہی اشارے سے اپنے پاس بلایا اور جب وہ اس کے قریب پہونچا تو اس نے اسد کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"میرا ٹیلی ویژن کا تجربہ تو یقیناً پایہ تکمیل کو پہونچ چکا ہے۔"

"یعنی تم ایسا ٹیلی ویژن پیش کر سکتے ہو جو دنیا کے ہر گوشے کے مناظر کا عکس اپنے پردہ پر دکھا سکے ــــ؟"

"قطعی ــــ" ایاز نے جواب دیا "اور اسی کے ساتھ میں نے پراسرار مناظر کے عکس کے مخرج کا فاصلہ بھی معلوم کر لیا اور تم کو بھی بتا چکا ہوں ــــ کل شب کو میں نے اپنے اس تجربہ کی دوبارہ بھی تصدیق کر لی ہے۔

اسد نے دریافت کیا "تمہارا کیا خیال ہے ــــ؟ کیا یہ مناظر مریخ سے نشر کئے جا رہے ہیں ــــ؟"

"نہیں ــــ مریخ قریب ترین سیارہ ہے۔ زہرہ کے چاروں طرف نائیٹروجن گیس کے بادل چھائے رہتے ہیں اس لئے میں اس کے متعلق بھی وثوق کے ساتھ کہہ سکتا لیکن یہ سیارہ جہاں سے یہ منظر نشر کئے جاتے ہیں۔ ہمارے نظام شمسی سے باہر نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ مشتری میں بسنے والے انسان ہوں۔ یا زہروی ہوں ــــ بہر حال ان کو ہماری دنیا سے گہرا تعلق یا کوئی خاص واسطہ ضرور ہے۔"

دونوں باتیں کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ اسد کے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے۔ جب دونوں واپسی پر دارالتجارب کے احاطہ میں داخل ہوئے

تو اسد نے ایاز سے کہا۔

"ان انسانوں کا لب و لہجہ، ملبوسات، اور عمارتوں کا طرزِ تعمیر ہماری دنیا سے بہت مشابہ ہے۔"

"جس طرح کسی زمانے میں جاپان اور روس کے اندرونی حالات کے متعلق بیرونی دنیا کو ایک عرصہ تک کوئی علم نہیں ہو سکا اور وہ برابر ترقی کرتے رہے، اگر پاکستان، افغانستان، ایران یا خیوا اور بخارا اسی طرح پس پردہ ترقی کی منازل طے کرتے رہتے اور دنیا کو ان کے متعلق کوئی علم نہ ہوتا تو ان مناظر کو دیکھ کر یہی سمجھا جاتا کہ یہ ان ہی ممالک میں سے کسی کے ہیں۔"

اسد نے کچھ سوچ کر کہا۔ "ان مناظر نے مجھے عجیب ذہنی انتشار میں مبتلا کر دیا ہے۔ میں اب تک یہی سمجھ رہا تھا کہ یہ اڑن طشتریاں جو دنیا کے مختلف حصوں میں کبھی کبھی نظر آتی رہتی ہیں مریخی انسانوں کی ہیں۔ لیکن اب ـــ" اسد نے ٹھہر کر کہا۔

"ـــ اب میرا خیال ہے کہ یہ کسی دوسرے سیارے کے انسان ہیں جو ہماری دنیا کے گرد منڈلا رہے ہیں۔"

"میں آج مولانا عبدالسلام کو بھی بلاؤں گا۔"

"تم نے اپنے دارالتجارب کے دیگر افراد سے بھی اس کے متعلق تبادلہ خیال کیا۔"

"نہیں ـــ" ایاز نے جواب دیا۔ "آج گیارہ بجے ہم سب اس پر تبادلہ خیال کریں گے، مولانا عبدالسلام کو بھی اسی لئے مدعو کیا ہے۔ اس لئے کہ ان کی رائے یقیناً صائب ہوگی۔"

دونوں بارہ دری میں پہونچکر کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ مجیب، اشرف، منوہر، ارملا اور مینا آ گئے وہ سب بارہ دری کے باہر سبزہ پر کھڑے ہو گئے۔ ایاز اور اسد بھی کھڑے ہو گئے ایاز نے مجیب سے دریافت کیا۔

"کوئی خاص بات ہے"

ارملا نے جواب دیا "کیا وہ مناظر ہم آج دوبارہ دیکھ سکتے ہیں؟"

"ضرور دیکھ سکتے ہیں" ایاز نے جواب دیا "میرے خیال میں آپ لوگ دس بجے پروجکشن روم میں پہونچ جائیں، اس کے بعد کانفرنس ہوگی۔"

سب آپس میں باتیں کرتے ہوئے چمن کی طرف چلے گئے۔ اسد اور ایاز نے دوسری منزل پر جاکر ناشتہ کیا اور ایاز کار پر بیٹھکر شہر کی طرف چلا گیا۔ اسد اس کی واپسی تک اس کے دارالمطالعہ میں بیٹھا ہوا فرانسیسی ماہر طبعیات ڈاکٹر روڈریو کی ایک تصنیف پڑھتا رہا۔ ایاز ساڑھے نو بجے واپس آیا اس کے ساتھ مولانا عبدالسلام بھی تھے۔

رسمی گفتگو کے بعد ایاز اسد اور مولانا عبدالسلام کے ساتھ اپنے معمل میں پہنچا مولانا کو چند نئی تصاویر دکھائیں اور تینوں باتیں کرتے ہوئے پروجکشن روم کے سامنے پہونچ گئے۔ ایاز کے دارالتجارب میں کام کرنے والے سائنس داں کمرے کے باہر برآمدے میں دو دو اور چار چار کی ٹولیوں میں کھڑے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ ٹھیک دس بجے سب پروجکشن روم کے اندر پہونچ گئے اور مناظر دیکھنے کے بعد گیارہ بجے عمارت کے بڑے کمرے میں کانفرنس شروع ہوئی کمرے کے وسط میں ایک دائرے کی شکل میں میزیں لگائی گئی تھیں۔ ہر میز پر

پنسل اور سفید کاغذ کے تختے رکھے ہوئے تھے۔ ایاز نے مولانا عبدالسلام کو اپنے پاس بٹھایا تھا۔ ان کے بائیں جانب اسد کی کرسی تھی۔ دائرے کے وسط میں ایک چھوٹی میز پر ایاز کا وہ ٹیلی ویژن رکھا ہوا تھا جس پر وہ کچھ عرصہ سے تجربہ کر رہا تھا۔ سب کی نگاہیں ٹیلی ویژن پر جمی ہوئی تھیں۔

ایاز اپنی جگہ پر کھڑا ہوا اور سب کو دیکھتے ہوئے کہا

"میرے عزیز رفیقو! آج میں آپ کے سامنے ایک نئی چیز پیش کر رہا ہوں یہ چیز ایک ٹیلی ویژن ہے جو آپ کے سامنے رکھا ہوا ہے اب تک یورپ امریکہ اور ایشیا میں جو ٹیلی ویژن تیار کئے گئے ہیں وہ صرف ایک محدود دائرے تک کام کرتے ہیں۔ یعنی ہنولولو کے مناظر زیادہ سے زیادہ کیلیفورنیا یا امریکہ کی وسطی ریاستوں تک دیکھے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح لندن سے جنوبی فرانس تک ایک دائرہ ہے ابھی تک کوئی ایسا ٹیلی ویژن نہیں تیار ہوا تھا جو عالمگیر مناظر کو پردہ پر پیش کر سکے۔ میں نے اس ٹیلی ویژن پر نہ صرف ہولی وڈ برسلز نیویارک اور اوٹاوا ہی کے مناظر دیکھے ہیں بلکہ کچھ ایسے مناظر بھی نظر آئے ہیں جو میرے لئے عقدہ لاینحل بنے ہوئے ہیں۔"

سب کی نگاہیں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ مولانا عبدالسلام نگاہیں نیچی کئے سر جھکائے خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ ایاز نے ان کی طرف دیکھا اور سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"وہ مناظر بھی عجیب و غریب ہیں۔ میں ان کو قلمبند کر کے آپ کے سامنے پیش کر چکا ہوں۔ ابھی تک ہم یہ سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہ مناظر کہاں سے نشر کئے

جا رہے ہیں۔"

منو نے کہا: "یہ مناظر ہماری دنیا کے تو معلوم نہیں ہوتے ہیں۔"

عبدالعلی بول اٹھا: "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی اسٹیشن سے کوئی ڈرامہ نشر کیا جا رہا ہو اور اس میں یہ دکھایا گیا ہو کہ اگر مغلیہ دور میں ہندوستان ترقی کرتا تو ——"

سب کے قہقہوں میں اس کی آواز دب کر رہ گئی۔ مولانا عبدالسلام بھی مسکرا دیے۔ فیروزہ نے کہا۔ "میرا بھی یہی خیال ہے کہ وہ مناظر ہماری دنیا کے نہیں ہیں۔"

مجیب، اشرف، ارملا اور دیگر افراد نے بھی یہی کہا۔ اسد نے منوہر سنگھ سے دریافت کیا۔

"آپ کا کیا خیال ہے ——؟"

"مناظر میں بھی ایشیائی جھلک ہے، ان انسانوں کے خدوخال، ملبوسات اور لہجہ ایشیائی ہے۔ موسیقی کا انداز بھی بالکل مشرقی ہے۔ سازوں سے وہی نغمے بلند ہو رہے تھے جن سے ہمارے کان آشنا ہیں۔ قدیم اور جدید ایشیائی موسیقی کا مرکب ——" منوہر سنگھ نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور پھر کہنا شروع کیا: "ان مناظر میں ہم نے جو عمارتیں دیکھی ہیں ان کا طرزِ تعمیر بھی ایشیائی ہے۔ خصوصاً وہ ایوانات جو فوارے کے قریب نظر آتے ہیں۔ اسی طرز کی عمارتیں کسی زمانے میں اسپین میں بھی تھیں ان کے کھنڈر آج بھی موجود ہیں میں نے قرطبہ اور اس کے نواحی علاقوں میں ایسے ہی بام و در کے کھنڈرات اور ستون دیکھے ہیں۔"

مولانا عبد السلام کی نگاہیں منوہر سنگھ کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں، وفور مسرت سے ان کا چہرہ کھل گیا تھا اور آنکھیں خوشی سے چمک اٹھی تھیں۔ اسد کو ایسا محسوس ہو رہا تھا گویا نوجوان سائنسدان اس کو کوئی دل خوش کن پیغام سنا رہا ہے خود ایاز بھی منوہر کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

منوہر سنگھ ایک جادو بیان مقرر کی طرح چاروں طرف دیکھ کر کہہ رہا تھا۔

"میرے ساتھیوں میں بیشتر تعداد ان کی ہے جو اندلس کے کھنڈرات دیکھ چکے ہیں۔ بہر حال میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یہ مناظر کہاں سے نشر کئے جا رہے ہیں لیکن میرے دل میں رہ رہ کر یہ خیال ضرور پیدا ہو رہا ہے کہ اگر اندلسی مسلمان عیش و عشرت میں پڑ کر تباہ نہ ہو جائے اور برابر ترقی کرتے رہتے تو آج انکا معیار زندگی یہی ہوتا جو ہم نے ان مناظر میں ان انسانوں کا دیکھا ہے۔"

منوہر سنگھ کے خاموش ہوتے ہی سب آہستہ آہستہ آپس میں باتیں کرنے لگے۔ انکے انداز گفتگو سے معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بھی اس کے ہم خیال ہیں مولانا عبد السلام نے ایاز سے آہستہ سے کچھ کہا، اسد بھی ان سے باتیں کرنے لگا۔ اور کچھ دیر بعد مولانا نے کھنکھار کر سب کو مخاطب کیا۔

"میرے نوجوان دوستو! آپ بخوبی واقف ہیں جن علوم میں آپ تحقیق کر رہے ہیں ان سے مجھ کو دور کا لگاؤ نہیں ہے لیکن اپنے عزیز دوست ایاز صاحب کے سائنسی تجربات سے دل چسپی ضرور ہے۔ آج ہم نے جو مناظر دیکھے ہیں۔ وہ ہم کو وقتی طور پر متحیر کر دینے کے لئے کافی ہیں۔ لیکن علم الٰہیات سے تعلق رکھنے والے کیلئے یہ اس کی قدرت کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے۔"

مولانا عبد السلام نے سورۂ رحمٰن کی ایک آیت پڑھ کر کہا
"وہ کہتا ہے کہ تم میری کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ـــ ذرا غور تو فرمائیے ہم اپنی اسی محدود ترقی پر پھولے نہیں سماتے ہیں اور اس کو بھلا بیٹھے ہیں۔ اس کے وجود سے منکر ہو چکے ہیں۔ یہ مناظر ہماری آنکھیں کھول دینے کیلئے کافی ہیں یہ اسکے وجود کا کھلا ہوا ثبوت ہیں۔ اس کی خدائی میں معلوم نہیں اس دنیا جیسی کتنی دنیائیں ہیں ـــ یہ مناظر ہمارے لئے غیبی اشارے ہیں۔"

منوہر سنگھ نے مولانا سے پوچھا۔

"مولانا صاحب۔ دوسرے سیاروں کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔"

"سیاروں کی تحقیق دنیا کے لئے نئی نہیں ہے۔" مولانا عبد السلام نے جواب دیا "جس طرح ہماری دنیا آباد ہے اسی طرح اور ایسی ہی معلوم نہیں کتنی دنیائیں ہوں گی۔"

"ان مناظر کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔؟" منوہر سنگھ نے دریافت کیا۔

"میں آپ کے خیال سے متفق ہوں، اگر اندلسی مسلمان ترقی کرتے رہتے تو یقیناً ان کا معیار زندگی آج یہی ہوتا۔"

مولانا عبد السلام نے اندلسی مسلمانوں کی ترقی ان کی ایجادات اور باقیات پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا "یہ جو مناظر ہم نے آج پردۂ سیمیں پر دیکھے ہیں۔ انکے طرز تعمیر میں کسی حد تک اندلسی جھلک پائی جاتی ہے۔" ان لوگوں کے خدوخال اور لہجہ پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا عبد السلام نے بتایا کہ آج بھی مراکش ریف اور الجزائر میں ایسے چہرے اور مہرے کے لوگ نظر آتے ہیں۔"

عبد العلی نے کہا "میرا تو اب تک یہی خیال ہے کہ یہ کسی ڈرامے یا فلم کے مناظر ہیں

جو کسی اسٹیشن سے نشر کئے جا رہے ہیں۔"

ایاز نے ہنس کر کہا "— لیکن وہ اسٹیشن یہاں سے کروڑوں میل دور ہے میں نے ریڈار کی لہروں سے اس کا فاصلہ معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن ابھی پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکا ہوں۔"

ارملا نے ایاز سے سوال کیا: "پھر آپ کا کیا خیال ہے۔؟"

"کسی آباد سیارے سے یہ مناظر نشر کئے جا رہے ہیں۔" ایاز نے جواب دیا۔

اسد نے کہا۔ "ایک مدت سے ہماری دنیا کے گرد اڑن طشتریاں منڈلا رہی ہیں، وہ ہمارے لئے ابھی تک معمہ بنی ہوئی ہیں — ہم کو اس کا علم ہے کہ وہ راکٹ یعنی ہوائیاں ہیں۔ لیکن وہ کہاں سے آتی ہیں اور اس سیارے سے کرۂ ارض تک کتنے وقت میں پہونچتی ہیں ابھی ہم کو اس کا کوئی علم نہیں ہو سکا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے سیارے میں بسنے والے انسان ہم سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔" مجیب نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ "لیکن کسی وجہ سے وہ کرۂ ارض پر نہ اترتے ہوں۔"

"وجہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔" اسد بول اٹھا۔ "لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی سیارے کے انسان ہمارے قریب پہونچ چکے ہیں اور وہ ہم سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔

"میرے پیارے دوستو!" مولانا عبد السلام نے سب کو مخاطب کر کے کہا۔

"آپ لوگ جس راز کو معلوم کرنے کے لئے سرگرداں ہیں، وہ مغرب کیلئے یقیناً ایک راز ہے جس کی عقدہ کشائی وہاں موجودہ ماحول اور نظریات زندگی اور کائنات کے

پیش نظر ناممکن ہے لیکن وہی راز مشرق کے لئے راز نہیں رہا ہے، آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل یہ راز انسان پر منکشف ہو چکے ہیں۔ اب یہ بات اور ہے کہ ہم نے مشرقی ہوتے ہوئے اس طرف توجہ نہ کی۔ ان علوم کو اپنے تعلیمی نصاب سے خارج کر دیا۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبال مرحوم کے کلام میں جا بجا اسکے اشارے ملتے ہیں"

منوہر سنگھ کا چہرہ وفورِ مسرت سے گلاب کے نوشگفتہ پھول کی طرح کھل گیا وہ مولانا عبدالسلام کو اس طرح دیکھ رہا تھا گویا وہ اسی کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ مولانا عبدالسلام جھوم جھوم کر کہہ رہے تھے۔

"ـــ کیا خوب کہا ہے علامہ مرحوم نے ـــ فرماتے ہیں ؎

تو شاہیں ہے پرواز ہے کام تیرا
ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں!

ایک آسمان نہیں ہے ـــ" مولانا نے آسمان کی تشریح کرتے ہوئے کہا "اسلام نے ایک آسمان کا تخیل نہیں پیش کیا ہے۔ قرآن حکیم میں جا بجا سماوات کا تذکرہ ہے۔ آسمان کوئی ٹھوس نہیں۔ یہ حدِ نگاہ ہے اور اس طرح زمین و آسمان لازم و ملزوم ہوئے۔ یعنی زمین کے ساتھ آسمان کا ہونا لازمی ہے۔ اگر زمین نہ ہوگی تو آسمان بھی نہ ہوگا۔ علامہ مرحوم نے اس شعر میں اسی طرف اشارہ کیا ہے کہ تمہارے سامنے اور زمینیں اور دنیائیں بھی ہیں"

ہر شخص مولانا عبدالسلام کی تقریر توجہ کے ساتھ سن رہا تھا، انھوں نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"ایک جگہ علامہ نے اس چیز کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ؎

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

مولانا مسکرائے اپنے مخصوص انداز میں اپنی گھنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا اور قدرے ٹھہر کر بولے۔

"ممکن ہے آپ لوگ اسے میری خوش عقیدگی پر محمول کریں —— اور کسی حد تک آپ ایسا خیال کرنے میں حق بجانب بھی ہوں گے —— بہرحال علامہ اقبال مرحوم نے ایک جگہ کہا ہے ؎

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی

یہ منزل کیا ہو سکتی ہے —— ؟" مولانا نے سامعین سے سوال کیا اور ایک ساعت بعد بولے "کوئی اسے عرش معلّیٰ سمجھتا ہے اور کوئی اسے مقام محمود سے تعبیر کرتا ہے میں کسی کے خیال اور عقیدے کی تردید نہیں کرتا۔ اسلیے کہ من آنم کہ من دانم۔ لیکن جہانتک اس مسئلہ پر میں نے غور کیا ہے۔ میں اسی نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ اس چرخ نیلی فام یعنی ہماری حد نگاہ سے اس طرف کوئی دنیا ہے اور اس مصرعہ میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے ——"

مولانا عبدالسلام ایک ساعت کے لئے خاموش ہوئے چاروں طرف دیکھا اور پھر بولے۔

"علامہ اقبال مرحوم نہ تو ماہر فلکیات تھے اور نہ سائنسداں اس لیے یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ان کے اس مصرعہ کو ایک نظریہ باحقیقت کیوں تسلیم کیا جائے اور اسے کیوں اہمیت دی جائے لیکن اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا ہے کہ وہ شاعر تھے۔ صحیح معنوں میں ایک شاعر —— شاعر مشرق اور ؎

شاعری جزویست از پیغمبری

وہ جس عالم میں ڈوب کر شعر کہتے تھے اس سے وہ خود بھی ناواقف تھے انھوں نے اپنے ایک شعر میں اس کا اعتراف بھی کیا ہے وہ کہتے ہیں ؎

اقبال بھی اقبال سے آگاہ نہیں ہے
کچھ اس میں تمسخر نہیں واللہ نہیں ہے

یہ بحث بہت طویل ہے اس سے قطع نظر میں ابھی عرض کر رہا تھا کہ ہماری حدنگاہ سے اس طرف ایک دنیا ہے اور وہ مسلمان کی منزل ہے دنیا کے عام انسانوں کی منزل نہیں بلکہ مسلمانوں کے لئے مخصوص ہے ــــ لیکن کیوں ــــ؟“

مولانا عبدالسلام نے مسکرا کر اسد ایاز اور اس کے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔

”وہ دنیا مسلمانوں ہی کے لئے کیوں مخصوص ہے؟ آخر ان میں کیا خصوصیت ہے ــــ؟ اگر آپ حضرات بتا سکتے ہوں تو بتائیے ــــ“

مولانا مسکرا کر ایک ایک فرد کی طرف دیکھ رہے تھے اور سب خاموش تھے۔ کوئی اپنے لبوں میں پنسل دبائے ہوئے تھا کوئی غیر ارادی طور پر اپنی انگلیوں پر انگلیاں پھیر رہا تھا لیکن سب کی نگاہیں ان ہی پر جمی ہوئی تھیں۔ ایک ساعت بعد انھوں نے کہا۔

”میں جانتا ہوں کہ آپ لوگ نہیں بتا سکتے ہیں اس لئے کہ مغربی درسگاہوں میں یہ علوم نہیں پڑھائے جاتے۔ لیکن حقیقت میں نظریں ایسی چیزیں تلاش کر لیتی ہیں۔ ایک تعلیم یافتہ انسان معمولی توجہ کے بعد ایسی گتھیوں کو چند لمحوں میں سلجھا لیتا ہے۔ چرخ نیلی فام سے اس طرف ایک دنیا مسلمانوں کے لئے مخصوص ہے

خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں کے لئے ـــــ اس لئے کہ مسلمانوں نے اپنے عروج دور میں خصوصیت حاصل کرلی تھی ـــ اس کے لئے اندلسی مسلمانوں کے حالات پڑھئے تاریخ اسپین اٹھا کر دیکھئے ۔"

منوہر سنگھ نے وفور جوش میں اپنی ہتھیلی پر مٹھی مار کر کہا " بیشک ـــــ بیشک کیا بات کہہ دی آپ نے مولانا "

مولانا عبدالسلام نے اس کی طرف مسکرا کر دیکھا اور سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولے ۔

" دنیا میں سب سے پہلے اندلسی مسلمانوں نے سائنس کے دارالتجارب بنائے اور تجربے کے مشینی دور کی ابتدا انھوں نے ہی کی ، خلیفہ عبدالرحمٰن کا دور اسپین کا دور زریں تھا ۔ اسی زمانے میں قرطبہ کے ایک نوجوان انجینیر ابوالقاسم عباسی نے ایک طیارہ بنایا اور پرواز کی لیکن اس کی عمر نے وفا نہ کی اور اس طیارے میں جو خامیاں رہ گئی تھیں وہ دور نہ کی جاسکیں اسی زمانہ میں اندلس کے ایک بندرگاہ المیریہ کے ایک انجینیر ابوالصلت نے جرثقیل کے ایسے آلات تیار کئے جن کی مدد سے غرق شدہ جہاز نکالے جانے لگے ۔"

مولانا نے کھنکھار کر آواز صاف کرتے ہوئے کہا

" ابوالقاسم کی ایجاد نے اندلسی موجدوں ، سائنسدانوں اور انجینیروں کو فن پرواز کی طرف متوجہ کردیا اور ابوالصلت نے جرثقیل کے آلات سے ایک ایسی ہوائی تیار کی جو وقت ضرورت زمین کی کشش سے آزاد ہوسکتی تھی ۔"

اسد نے پوچھا " کیا ابوالصلت کی ہوائی دنیا کی پہلی ہوائی تھی ۔ ؟"

"بلحاظ جسامت یہی کہا جاسکتا ہے لیکن ہوائی اس دور کے مسلمانوں کیلئے کوئی نئی چیز نہیں تھی۔ تقاریب اور تہواروں کے موقع پر وہ ہوائیاں اڑاتے تھے ہندوستان میں آج تک مسلمان شب برات کے موقعہ پر کرنجوے اور ہوائیاں اڑاتے ہیں یہ ان ہوائیوں کی بگڑی ہوئی صورت ہے، بعض کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ جرثقیل کے آلات کے استعمال سے ساتھ ہی ابوالصلت نے عام ہوائیوں میں استعمال کئے جانے والا مادہ زیادہ طاقتور صورت میں تیار کرکے اپنی ہوائی میں استعمال کیا۔"

ارملا نے مولانا سے دریافت کیا۔ "کیا اس اندلسی انجینیر نے اپنی ہوائی کو استعمال کیا؟"

"دمشق کے ایک طبیب کی لائبریری میں ایک قدیم قلمی نسخہ ہے اس میں صرف اسی قدر لکھا ہے کہ ابوالصلت متعدد بار اپنی ہوائی کو چشم زدن میں اس قدر بلندی تک لے گیا کہ وہ انسانوں کی نگاہوں سے اوجھل ہوگئی اور پھر واپس آگئی۔ حاسدوں نے اس کے خلاف خلیفہ کے کان بھرے۔ ابوالصلت کو اس کا علم ہوگیا اور ایک روز وہ اور اس کے چند شاگرد معہ اپنے اہل وعیال کے غائب ہوگئے۔ وہ کہاں گئے۔ یہ ایک راز تھا۔ جو راز ہی رہا۔ اس نسخہ میں اس سے زیادہ حالات نہیں ملتے ہیں لیکن چند کتابوں کے حوالے ضرور موجود ہیں اور وہ کتابیں اندلسی مسلمانوں کی تباہی کے ساتھ ہی نذر آتش کردی گئیں ـــــ بہرحال میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ ابوالصلت اور اس کے شاگرد اس ہوائی کے ذریعہ کسی ایسے سیارے میں پہونچ گئے جہاں زندگی ممکن ہوسکتی تھی یا وہ آباد تھا ـــــ ان مناظر کو دیکھ کر

اب مجھے کامل یقین ہو چکا ہے کہ یہ اسی سیارے کے مناظر ہیں جہاں ابو الصلت اور اس کے شاگرد جا کر آباد ہوئے تھے۔"

مولانا عبدالسلام کے خاموش ہوتے ہی منوہر سنگھ نے دوڑ کر ان کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور بوسہ دے کر مولانا سے لپٹ گیا

(۷)

مولانا عبدالسلام صاحب کے اس حیرت انگیز انکشاف اور منوہر سنگھ کے اظہار مسرت پر سب تعجب سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ مولانا نے منوہر سنگھ کی پشت تھپتھپا کر اسے علیحدہ کیا۔ سب متحیر تھے خود ایاز اور اسد کے وہم و گمان میں یہ بات نہ تھی کہ مولانا عبدالسلام ان عجیب و غریب مناظر پر اس تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالیں گے۔ منوہر سنگھ نے ایک بار پھر گرم جوشی کے ساتھ مولانا کے ہاتھوں کو دبایا اور اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔

اسد نے ان سے دریافت کیا۔ "مولانا صاحب! کیا آپ نے صرف ایک ہی کتاب میں ابو الصلت اور اس کی ہوائی کے متعلق پڑھا ہے۔"

"ابھی تک صرف ایسی ایک ہی کتاب میری نظر سے گزری ہے۔" ——— مولانا نے جواب دیا۔ "دراصل اسپین کی صحیح تاریخ اور اندلسی مسلمانوں کے عروج دور کے واقعات کا دنیا کو بہت کم علم ہے۔ اس لئے کہ عیسائیوں نے انکے کتب خانے پھونک دیئے اور ہر اس چیز کو جس سے اندلسی مسلمانوں کے

تمدن، ان کی تہذیب اور ان کی ترقی کا پتہ چل سکتا تھا مٹا دیا گیا، اسپین فرانس اور اطالیہ کے متعصب عیسائیوں نے صرف اسپین تک ہی اپنا دست و برد کو محدود نہیں رکھا بلکہ انھوں نے مراکش ریف، الجزائر طیونس اور طرابلس الغرب تک مسلمانوں کی ہر چیز کو تباہ کر دیا۔ ان کے آثار قدیمہ تک کھود کر پھینک دیے۔"

اسد نے کہا "جس طرح ایک قدیم قلمی نسخہ دمشق کے ایک طبیب کی لائبریری میں موجود ہے ہو سکتا ہے کہ اسی طرح عرب ممالک میں ایسے ہی اور قلمی نسخے بھی ہوں۔"

مولانا عبدالسلام نے کہا "آپ نے مشہور مستشرق علامہ آئزک ڈونالڈسن کا نام سنا ہوگا۔ گزشتہ سال جب میں حج سے براہ شام و عراق ہندوستان واپس آ رہا تھا تو وہ مجھے موصل میں ملے تھے۔ وہ آج کل سامری دور کے آثار کی تحقیق کر رہے ہیں۔ انھوں نے ایک روز باتوں باتوں میں کہا تھا کہ اسپینی مراکش کے کوہستانی علاقہ کے رضوان نامی قصبہ میں وہاں کے ایک شیخ ابو صالح بن رشید کے کتب خانے میں انھوں نے اسپین سے متعلق چند نادر قلمی نسخے دیکھے ہیں۔"

اسد نے مولانا سے ملتجانہ لہجہ میں کہا "اس سلسلہ میں آپ میرے لئے جو معلومات بھی فراہم کر سکتے ہوں کیجئے۔"

"آج شب کو کھانے کے بعد باتیں ہوں گی۔۔۔"

فیروزہ، عادل جی، ارلا، مجیب، مینو اور عبدالعلی نے مولانا سے یکے بعد دیگرے متعدد سوالات دریافت کئے، انھوں نے ہر سوال کا جواب دیا، کچھ دیر تک ایسے ہی تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔ ساڑھے بارہ بجے کانفرنس ختم ہوگئی۔

ایاز نے اٹھنے سے قبل سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ایک گھنٹہ بعد آپ لوگ

ٹیلی وژن روم میں آکر ان مناظر کو ٹیلی وژن پر بھی دیکھیں۔"

مولانا عبدالسلام اسی وقت اپنی کار پر واپس چلے گئے۔ ایاز کے نائبین اور اس کے دارالتجارب میں کام کرنے والے اپنے مس کی طرف جانے لگے۔ ایاز نے اپنے کمرے کی طرف رخ کیا اور اسد کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر اسے آگے بڑھاتے ہوئے کہا

"مولانا نے اس وقت جو کچھ کہا ہے اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔؟"

"یہ ایک حیرت انگیز انکشاف ہے۔ میرے دماغ میں کل سے یہی خیالات چکر لگا رہے ہیں۔"

"کل سے ـــ؟" ایاز نے کہا "تو گویا تمہارا بھی یہی خیال ہے کہ ان مناظر کا اندلسی مسلمانوں سے کوئی تعلق ضرور ہے۔"

"سب سے پہلے منوہر سنگھ کے دماغ میں یہ بات آئی کہ ان مناظر کا تعلق اندلسی مسلمانوں سے ہو سکتا ہے۔ کل شام کو جب ہم سب پروجکشن روم سے نکل کر باہر آئے تو منوہر سنگھ، عبدالعلی اور میو سے کہہ رہا تھا کہ اگر اندلس کے مسلمان تباہ نہ ہو جاتے اور برابر ترقی کرتے رہتے تو آج ان کا معیار زندگی ایسا ہی ہوتا۔"

"منوہر اسپین کی سیاحت کر چکا ہے اور خصوصاً اندلس کے چپہ چپہ میں گھوما ہے اس نے وہاں کے آثار قدیمہ کا بھی گہرا مطالعہ کیا ہے وہ قاہرہ میں عربی پڑھ چکا ہے۔"

دونوں باتیں کرتے ہوئے کھانے کے کمرے میں پہونچے، ایک بجے کھانا کھایا اور دو بجے ٹیلی وژن کے کمرے میں آگئے، مجیب، منوہر سنگھ، اشرف، ارملا اور ہنوان سے قبل وہاں پہونچ چکے تھے اور برآمدے میں کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے، دو بجے سے تین بجے تک سب ٹیلی وژن پر ان مناظر کو دیکھتے رہے منوہر سنگھ نے

عمارتیں دیکھتے ہی ان کے بام و در کی تشریح شروع کر دی تھی۔ مناظر دیکھنے کے بعد سب اسی کمرے میں چار بجے تک ان ہی کے متعلق آپس میں بحث کرتے رہے۔

ایاز اور اسد بعد مغرب مولانا عبدالسلام کی کوٹھی پر پہونچ گئے اور کھانے کے بعد بہت دیر اندلسی مسلمانوں کے متعلق باتیں کرتے رہے۔ مولانا عبدالسلام نے اسد کے ایک سوال کے جواب میں کہا۔

"میں نے المیریہ کے قریب ایسے کارخانوں کے آثار دیکھے ہیں جن میں کسی زمانے میں لوہا گلایا اور ڈھالا جاتا ہوگا۔ بعض بھٹیاں اب تک خستہ حالت میں موجود ہیں وہ بھٹیاں کیا پورے شہ نشیں ہیں ـــــ ایران کے سب سے بڑے آتشکدہ میں بھی یک وقت اتنی مقدار میں آگ نہ روشن ہوتی ہوگی۔"

"ابن بدروں نے ان چیزوں کے متعلق لکھا ہے۔" اسد نے مولانا کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "اور خود مغربی مورخین نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ اندلس کے مسلمانوں نے جو کارخانے بنائے تھے ان میں لوہا اور دیگر دھاتیں گلائی جاتی تھیں۔"

ایاز نے کہا۔ "بہر حال ان مناظر کی اصلیت خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن ان کی تحقیق و تجسس میں اب کے انکشاف سے مدد ملے گی۔"

اسد کسی گہرے خیال میں کھویا ہوا تھا۔ مولانا عبدالسلام نے اس سے کہا۔

"اسد صاحب! آپ ہوائی تیار کر رہے ہیں اور ایک روز کسی سیارے تک پہونچنے کی کوشش کریں گے ـــــ"

"اب تک خیال تو یہی تھا ـــــ" اسد نے جواب دیا۔

"تو کیا اب آپ نے اپنا خیال بدل دیا ہے ـــــ؟" مولانا نے اسد سے دریافت کیا

"خیال تو نہیں بدلا ہے لیکن پروگرام میں ضرور ترمیم و تنسیخ کرنا پڑے گی پہلے میں قریب ترین سیارے تک ہی پہونچنے کی کوشش کرتا لیکن اب مجھے اس سیارے تک پہونچنا ہے جو مسلمانوں کی منزل ہے اور ہماری حدِ نگاہ سے اس طرف ہے۔"

"خدا آپ کو آپ کے ارادوں میں کامیاب کرے۔ جو ہمت کرتے ہیں خدا ان کی مدد کرتا ہے۔" مولانا عبدالسلام جوش میں بولے "اس سلسلہ میں میں آپ کی ہر ممکن مدد کے لئے تیار ہوں۔"

اسد نے کچھ سوچکر کہا "کیا آپ اسپینی مراکش کے قصبہ رضوان جاکر ان کے نادر قلمی نسخوں کا مطالعہ کر سکتے ہیں ـــــ تحقیق فنڈ آپ کے اخراجات برداشت کرے گا۔"

"آپ کی ہوائی کشتی کب تک پایہ تکمیل کو پہونچ جائے گی ـــــ؟"

"غالباً دسمبر تک بالکل تیار ہو جائے گی۔"

"میں جولائی میں مراکش جا سکتا ہوں ـــــ"

"مولانا! ـــــ" اسد نے خوش ہو کر کہا "اگر آپ مراکش جا کر دسمبر سے قبل واپس آجائیں اور مجھے ابوالصلت کے متعلق مزید معلومات حاصل ہو جائیں تو یہ میری نصف کامیابی کے مترادف ہوگا۔"

"میں حتماً یہی کوشش کروں گا کہ زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم ہو جائیں۔" مولانا نے اسد کو جواب دیتے ہوئے کہا "مجھ سے اسکندرونہ میں شیخ احمد بن یحییٰ نے بتایا تھا کہ صلیبی جنگوں کے اختتام پر شکست خوردہ عیسائیوں نے ارضِ مقدس سے بھاگتے ہوئے جب طرابلس کے اسلامی کتب خانہ کو نذرِ آتش کیا تو اسکی ہزاروں

کتابیں اور قلمی نسخے اٹھائے گئے۔ یورپ کے بعض شہروں میں اب بھی ایسے نسخے موجود ہیں۔ شیخ احمد بن یحییٰ نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ یوگوسلاویہ کے ایک شہر سراجیوو میں وہاں کی جامع مسجد کے پیش امام کے پاس ایسے متعدد قلمی نسخے ہیں۔ یہ نسخے ایک نومسلم پادری نے دیے تھے۔ میں مراکش سے واپسی پر سراجیوو بھی جانے کی کوشش کروں گا۔"

مولانا عبدالسلام نے اسد کو ہر طرح سے مطمئن کرا دیا کہ وہ مراکش جا کر ان نسخوں کا فوراً مطالعہ کریں گے۔ ایاز اور اسد ساڑھے دس بجے اپنی قیام گاہ پر پہنچ گئے۔

دوسرے روز شام کو ایاز اور اسد زمرد کے ساتھ اسکی کوٹھی پہ گئے زمرد نے اپنی چند سہیلیوں اور ہم جماعت نوجوانوں کو بھی مدعو کیا۔ تعارف کے بعد ہی ایاز اور اسد ان سب سے بے تکلف ہو گئے۔ زمرد اسد کے گرد ہی چکر کاٹتی رہی اور اسے جب بھی موقعہ ملا اس کے پاس بیٹھ گئی۔ زمرد کی ایک سہیلی مریم کی تجویز پر بڑے کمرے میں ریکارڈ کی ہوئی میوزک پر رقص ہوا۔ زمرد نے رقص میں اسد کو ایک لمحہ کے لئے نہیں چھوڑا اور جب وہ ان دونوں کو رخصت کرنے کے لئے انکی کار تک آئی تو اس نے آہستہ سے اسد کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اسے پرشوق نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اسد صاحب! کیا آپ مجھے کل کچھ وقت دے سکتے ہیں؟ میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں ——"

ایاز ان سے کچھ ہی فاصلہ پر کھڑا ہوا مریم سے باتیں کر رہا تھا۔ اسد نے ایاز اور مریم کی طرف دیکھا اور زمرد سے کہا۔

"آپ دس بجے تشریف لائیے میں اپنے کمرے میں ہونگا۔"

"میں ضرور آؤں گی ـــــ" زمرد نے اسد کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

ایاز اور مریم باتیں کرتے ہوئے ان کے قریب پہونچ گئے دونوں لڑکیوں نے ان کو خداحافظ کہا اور نصف گھنٹہ بعد وہ اپنی قیام گاہ پر پہونچ گئے۔ اسد عام راستہ خاموش رہا۔ وہ زمرد جیسی لڑکیوں سے دور رہنا چاہتا تھا ایاز نے اسکی پریشانی کا سبب سمجھ لیا اور جب وہ دونوں قیام گاہ پر پہونچے تو اس نے اسد کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"زمرد بہت اچھے کیرکٹر کی لڑکی ہے وہ سوسائٹی میں اٹھتی بیٹھتی ضرور ہے لیکن نوجوانوں سے دوری رہتی ہے، یہ پہلا اتفاق ہے کہ میں نے اسکو تم سے اس قدر جلد بے تکلف ہوتے ہوئے دیکھا ہے۔"

"وہ کل دس بجے دن کو میرے پاس آئے گی۔" اسد نے ایاز سے کہا۔ "تم اس کو سمجھانا کہ میں ایک گوشہ نشیں انسان ہوں اور راکٹ تیار ہوجانے کے بعد اپنی مہم پر روانہ ہوجاؤں گا۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ میں اس دنیا میں دوبارہ واپس بھی آؤں گا یا نہیں ـــــ"

"آج جب وہ تمہارے ساتھ رقص کر رہی تھی تو فرط مسرت سے کھلی جارہی تھی اور مجھکو اس کی حالت پر افسوس ہو رہا تھا۔ خیر۔ میں کل اس کو سمجھانے کے کوشش کروں گا ـــــ"

دونوں اپنی اپنی خوابگاہ میں چلے گئے۔ اسد ہر طرف سے خالی الذہن ہوکر بہت دیر تک مولانا عبدالسلام کی تقریر پر غور کرتا رہا اور انھیں خیالات میں کھوگیا

دوسرے روز دس بجے زمرد اپنی اسپورٹنگ کار پر آئی وہ ہلکے بنفشی رنگ کا غرارہ اور اسی سے مطابقت رکھتا ہوا جمپر پہنے ہوئے تھی اور شانوں پر گہرے عنابی رنگ کا دوپٹہ پڑا ہوا تھا۔ وہ کار سے اترتے ہی دوسری منزل پر پہونچی۔ اسد برآمدے ہی میں ٹہل رہا تھا رسمی گفتگو کے بعد دونوں برآمدے ہی میں کرسیوں پر بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے۔

زمرد نے کہا۔ "کنور بہادر سے مجھے تفصیل کے ساتھ آپ کی مصروفیات کا حال معلوم ہوا ہے وہ کہہ رہے تھے کہ آپ کا راکٹ بہت جلد تیار ہو جائیگا اور آپ کسی آباد سیارے تک پہونچنے کی کوشش کریں گے۔"

"جی ہاں ابھی تک تو یہی خیال ہے۔"

"کیا آپ میری ایک درخواست منظور کر سکتے ہیں ـــــ؟" زمرد نے اسد کو ملتجانہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

اسد کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ لیکن اس نے رویہ سے اپنی پریشانی کو ظاہر نہ ہونے دیا اور اس سے کہا۔

"فرمائیے ـــــ میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔؟"

"اگرچہ میں نے تاریخ میں بی، اے کیا ہے لیکن مجھے علم سیارگان سے بچپن ہی سے دلچسپی رہی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ کچھ روز آپ کی رصدگاہ میں رہ کر اپنی معلومات میں اضافہ کروں ـــــ"

اسد نے اطمینان کی سانس لی۔ جوانی کا نازک ترین لمحہ گزر چکا تھا۔ اس نے پہلی بار زمرد کو غور سے دیکھا اور ایک ساعت بعد اس سے کہا۔

"آپ شوق سے وہاں تشریف لائیں اور اپنی معلومات میں اضافہ کریں یہ میری

خوش قسمتی ہے کہ آپ سے ملاقات ہوگئی۔ مجھے ایک تاریخ داں کی ضرورت بھی تھی۔

"میں ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں۔"

اسد نے زمرد سے کہا "میں اندلسی مسلمانوں کے حالات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ کس دور کے مسلمانوں کے حالات جاننا چاہتے ہیں؟"

"وہ دور جب انھوں نے صنعت و حرفت، علم و ہنر اور زندگی کے ہر شعبہ میں ترقی کی اور یوروپی اقوام کے لئے ترقی کی ایک شاہراہ بنائی۔"

"خلیفہ عبدالرحمٰن ثانی الحکم اور عبدالرحمٰن ثالث کا دور تاریخ اندلس میں عہد زریں کے نام سے مشہور ہے۔"

"مغربی مؤرخین سے قطع نظر کیا آپ نے ابن خلدون اور دیگر عرب مؤرخوں اور سیاحوں کی کتابیں اور حالات بھی پڑھے ہیں"

"بہت زیادہ ——" زمرد نے جواب دیا "ایک سال قبل مجھے اسکا خبط سا ہو گیا اور اسی لئے میں نے اسلامی ممالک کا سفر کیا۔ میں افغانستان، ایران اور بائیجان کردستان عراق، ترکی، شام، فلسطین، نجد و حجاز، مصر اور شمالی افریقہ کے دیگر عرب ممالک اور اسپین تک کی سیاحت کر چکی ہوں۔ کل شب کو وقت کم تھا ورنہ میں اپنا البم دکھاتی۔"

ایاز نے مجھے آپ کے متعلق کچھ بھی نہیں بتایا ورنہ میں خود حاضر ہوتا۔

"دراصل ایاز صاحب بھی مجھ سے صرف اسی حد تک واقف ہیں کہ میں انکو کبھی کبھی شبستان یا ڈریم لینڈ میں نظر آگئی ہوں —— بہرحال اگر اس وقت آپکو فرصت ہو تو تشریف لے چلئے۔" زمرد نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی دیکھتے ہوئے کہا۔

دس بجکر ۳۵ منٹ آئے ہیں، آپ بارہ ساڑھے بارہ بجے تک آ سکتے ہیں۔"

"میں تیار ہوں بشرطیکہ آپ کو زحمت نہ ہو۔"

زمرد مسکرا کر کھڑی ہو گئی۔ "شہر کی ہنگامہ آرائیوں سے دور اپنی رصدگاہ میں زیادہ وقت گزارنے کے باوجود آپ رسمی گفتگو کو ضروری سمجھتے ہیں۔"

اسد زمرد کے جواب پر قدرے نادم ہو گیا لیکن فوراً ہی خفت مٹانے کیلئے کہا

"شہر کے رسمی جملے شہر میں استعمال کئے جا سکتے ہیں۔"

وہ مسکرا کر کھڑا ہو گیا اور دونوں باتیں کرتے ہوئے زینے سے اتر کر ورڈبکہ میں آ گئے۔ برآمدے میں مجیب کھڑا ہوا ایک شخص سے باتیں کر رہا تھا۔ اسد نے اسے بلا کر کہا

"ایاز سے کہہ دیجئے گا کہ میں شہر جا رہا ہوں۔"

"وہ اسی کمرے میں ہیں میں بلائے لاتا ہوں۔"

وہ مڑا ہی تھا کہ ایاز ایک کمرے سے نکلا اور اسد کو زمرد کے ساتھ دیکھ کر مسکراتے ہوئے انگریزی کی ایک ضرب المثل دہرائی۔

"عورت تیرا نام کمزوری ہے۔"

کمزوری اور شہ زوری لازم اور ملزوم ہیں۔ اگر صرف شہ زوری ہوتی تو دنیا کا نظام تباہ ہو چکا ہوتا۔" زمرد نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اگر آپ اپنی کمزوری اور شہ زوری کو متوازن رکھ سکتے ہوں تو بسم اللہ۔۔۔ اگر کوئی کام نہ ہو تو چلئے بارہ ساڑھے بارہ بجے تک واپس آ جائیں گے

"میں ضرور چلتا لیکن اسوقت ایک تجربہ میں مصروف ہوں ایک گھنٹہ بعد چل سکتا ہوں"

"تو پھر غریب خانہ پر آ جائیے۔۔۔"

"ہاں یہ ہو سکتا ہے میں ضرور آؤں گا۔"

ایاز نے اسد اور زمرد کی طرف دیکھا۔ مسکرایا اور ان کو خدا حافظ کہہ کر کمرے میں چلا گیا

زمرد نے اسد کو اپنی کوٹھی پر لاکر اپنے البم دکھائے۔ اسد نے سرسری طور پر وہ ایک البم کی تصاویر دیکھنے کے بعد کہا۔

"مجھے صرف اندلس کے قدیم شہروں کے کھنڈرات کی تصاویر دکھائیے۔"

زمرد نے ایک البم اٹھا کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اسے دیکھئے۔ اس میں قرطبہ کے آثار قدیمہ کی تصاویر ہیں۔"

دو چار تصاویر دیکھنے کے بعد اسد نے ایک بڑی تصویر پر نگاہیں جما دیں اور اسے غور سے دیکھنے لگا۔ زمرد اٹھ کر صوفے کے پیچھے کھڑی ہو گئی اور جھک کر تصویر کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ قصر الزہراہ کے کھنڈر ہیں ——— قرطبہ سے چار پانچ میل دور وادی الکبیر کے دوسرے کنارے پر مدینۃ الزہرا آباد کیا تھا۔ میں نے اس قصر کے کھنڈروں کی ایک درجن سے زیادہ تصاویر اتاری ہیں۔ وہ دیکھئے نیچے دوسری تصویر اس نے ایک تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ قصر الزہرا کے ان شکستہ فواروں کی تصویر ہے جن سے آجتک پانی بہتا ہے اور ابھی تک یہ نہیں معلوم ہو سکا ہے کہ یہ پانی کہاں سے آتا ہے۔"

اسد تصویر سے نگاہیں ہٹا کر کمرے سے باہر چمن کی طرف دیکھنے لگا۔ سورج مکھی کے بسنتی پھولوں کے گرد چند خوبصورت تتلیاں اڑ رہی تھیں۔ وہ کچھ دیر کسی خیال میں کھویا ہوا اسی طرف دیکھتا رہا۔ پھر تصویروں کو دیکھا اور صفحہ الٹ کر دوسری تصاویر دیکھنے لگا۔

زمرد نے ایک تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یہ قرطبہ کی قدیم رصدگاہ

کی تصویر ہے اور یہ جو آپ آڑے ترچھے اور سیدھے خطوط دیکھ رہے ہیں یہ رصد گاہ کے حصے کی چہار دیواریاں ہیں جہاں سے ہیئت داں دوسرے سیاروں کو دیکھتے تھے۔ یہ چہار دیواریاں اونچی اور نیچی ہیں ان کے نیچے پتھر کی نالیاں ہیں اور آثار سے پتہ چلتا ہے کہ ان چہار دیواریوں پر ایسے آلات نصب کئے جاتے تھے جن کی مدد سے اس وقت کے ہیئت داں اجرام فلکی کا بخوبی مشاہدہ کرسکتے تھے۔"

زمرد اسد کے سامنے آکر ایک دوسرے صوفے پر بیٹھ گئی اور تصویر پر ایک جگہ انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ جو بظاہر کنوئیں کی حیثیت معلوم ہو رہی ہے یہ دراصل ایک مینار کے آثار ہیں مجھ سے وہاں کے قدیم باشندوں نے بتایا کہ اس مینار کا ایک حصہ ابھی حال ہی میں گرا ہے۔ اس مینار کی تصویر میڈرڈ کے عجائب خانہ میں موجود ہے۔ اسے دیکھنے سے بھی پتہ چلتا ہے کہ اس زمانے کے ہیئت داں اجرام فلکی کا مشاہدہ کرتے تھے۔"

اسد اس تصویر کو کچھ دیر تک دیکھتا رہا اس کے بعد دوسری تصاویر دیکھنے لگا۔

زمرد نے صفحہ الٹ کر ایک تصویر دکھاتے ہوئے کہا۔

"یہ قرطبہ کے ایک قدیم محل کے ایک حصہ کی تصویر ہے۔ اس محل کے صرف یہی چند ستون اور محراب باقی رہ گئے ہیں۔"

اسد کے قلب کی حرکت تیز ہوگئی۔ اس نے ٹیلی ویژن پر جو مناظر دیکھے تھے۔ ان میں ایک عمارت کے . . بالکل ایسے ہی تھے۔ وہ اسی تصویر میں کھو گیا۔

زمرد کسی ضرورت سے اٹھ کر چلی گئی۔ اسد اس انہماک کے ساتھ تصاویر دیکھتا رہا۔

زمرد واپس آکر اس کے سامنے بیٹھ گئی اور اس سے دریافت کیا۔

"آپ کو اپنے مطلب کی کوئی تصویر ملی ــــ؟"

اسد نے اس کی طرف دیکھ کر کہا "میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ اس دور کے مسلمانوں کو دیگر سیاروں کے متعلق کچھ علم تھا یا نہیں ؟"

زمرد مسکرا دی "اسد صاحب! اس دور کے مسلمان ہم سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ تھے ان کی ایجادات آج بھی مغربی محققوں کے لئے معمہ بنی ہوئی ہیں"

زمرد کچھ اور کہنا چاہتی تھی لیکن کوٹھی کے احاطہ میں داخل ہوتی ہوئی ایک کار نے اس کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اور اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

ایاز صاحب بھی آ گئے"

دونوں کمرے سے نکل کر برآمدے میں آ گئے۔

(۸)

ایاز کار سے مسکراتا ہوا اترا اور دونوں کو دیکھتے ہی کہا۔

"آپ لوگ کمرے سے اس طرح نکلے ہیں جیسے کہیں جانے کے لئے تیار ہیں اور صرف میرا ہی انتظار تھا"

"واقعی صرف آپ ہی کا انتظار تھا" زمرد نے جواب دیا۔

"کہاں کا ارادہ ہے ــــ؟" ایاز نے دونوں سے دریافت کیا۔

زمرد نے دونوں سے دریافت کیا "نئے ہوائی مستقر جاتے ہوئے یہاں سے آٹھویں میل پر ایک بہت اچھا رسٹوران جائے تسکین ہے کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ اس وقت

ہم دوپہر کا کھانا وہیں کھائیں ——؟"

ایاز فوراً بول اٹھا۔ " پرانے ہوائی مستقر جاتے ہوئے یہاں سے چھٹے میل پر میرا دارالتجارب ہے کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ اس وقت ہم دوپہر کا کھانا وہیں کھائیں ——؟"

اسد اور زمرد نے ایک ساتھ قہقہہ لگایا۔

ایاز نے زمرد سے کہا۔ " میری کار موجود ہے۔ آپ اسی پر واپس آجائیے گا۔"

اسد بول اٹھا۔ " میں چند تصاویر دیکھ رہا تھا۔"

" اسپین سے متعلق میرے پاس چار البم ہیں وہ سب لیے چلتی ہوں۔"

وہ جواب کا انتظار کئے بغیر اپنے کمرے میں چلی گئی اور البم لے آئی۔ ایاز نے کہا مجھے حضرت گنج میں ایک خیاط کی دوکان پر اپنا ایک کوٹ دیکھنا ہے اس کے بعد ہم براہ راست دارالتجارب چلیں گے۔"

تینوں کار کی پچھلی نشست پر بیٹھ گئے اور حضرت گنج ہوتے ہوئے پینتالیس منٹ میں دارالتجارب پہونچ گئے۔ ایاز زمرد اور اسد کے ساتھ کھانا کھا کر فوراً اپنے معمل میں چلا گیا۔ زمرد اور اسد چمن کے سامنے ایک روشن کمرے میں آکر بیٹھ گئے اور البم کی تصاویر دیکھنے لگے۔

زمرد اسد کو ہر تصویر کی تفصیل بتا رہی تھی۔ جامعہ قرطبہ کی عمارت کی تفصیل بتاتے ہوئے اس نے کہا۔

" اس مسجد کے مغربی حصے میں بھی ایک ایسا کمرہ تھا جہاں سے سیاروں کی گردش کا مشاہدہ کیا جاتا تھا۔

اسد نے البم اپنے سامنے میز پر رکھ دیا اور زمرد سے پوچھا۔

"آپ نے ان کی سائنسی معلومات اور تحقیق و تجسس کے متعلق بھی کسی کتاب میں تفصیل کے ساتھ کچھ پڑھا ہے؟"

"جی ہاں ـــ" زمرد نے جواب دیا۔ "یوں تو قریب قریب ہر تاریخ میں اندلسی مسلمانوں کی سائنسی ترقی اور معلومات پر تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے لیکن بعض جرائد میں مغربی محققین نے عجیب و غریب واقعات لکھے ہیں۔"

"مثلاً ـــ؟"

"مثلاً ڈچ مورخ ڈاکٹر اوگن فلیس نے اپنے ایک مضمون انونشنس آف مورس (موروں یعنی اندلسی مسلمانوں کی ایجادات) میں لکھا ہے کہ انھوں نے طیارہ سازی کا کام بھی شروع کیا تھا اور ایک طیارہ بھی تیار کر لیا تھا لیکن کسی وجہ سے ان کی توجہ دوسری طرف مبذول ہو گئی اور وہ تجربہ نامکمل رہ گیا۔"

"آپ المیریہ بھی تشریف لے گئی ہیں ـــ؟" اسد نے دریافت کیا۔

"جی ہاں ـــ آپ نے شاید وہ البم نہیں دیکھا ہے۔" زمرد نے ایک البم اٹھاتے ہوئے کہا۔

"یہ دیکھئے اس میں المیریہ کے قدیم بندرگاہ کی تصاویر بھی ہیں۔"

اسد نے زمرد کے ہاتھ سے البم لے لیا اور دیکھنے لگا۔ زمرد نے ایک تصویر کو جھک کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"آپ نے ابوالصلت کا نام سنا ہوگا۔ وہ اپنے وقت کا مشہور ترین انجینیر اور موجد تھا۔ یہ بندرگاہ اسی نے تعمیر کرایا تھا۔"

"ابوالصلت نے جرِ ثقیل کے ایسے آلات تیار کئے تھے جن کی مدد سے وہ سمندر کی تہہ سے غرق شدہ جہاز نکال لیتا تھا ـــــ میں نے سنا ہے کہ اس نے انہیں اصولوں پر ایک راکٹ یا اسی قسم کی کوئی چیز تیار کی تھی ـــــ"

اس کا دارالتجارب المیریہ کے مضافات میں ایک مرتفع مقام پر تھا۔ اسکے آثار تو موجود ہیں لیکن وہاں میں نے کوئی ایسی خاص چیز نہیں دیکھی جس کی تصویر لیتی۔ ہر چیز یا تو امتدادِ زمانہ سے مسمار ہو چکی ہے یا مسمار کی گئی ہے، اب وہاں صرف کھنڈرات ہی ہیں ـــــ اور المیریہ کے باشندے ابتک وہاں جاتے ہوئے ڈرتے ہیں۔"

"یہ کیوں ـــــ؟" اسد نے دریافت کیا۔ "اس میں ڈرنے کی کون سی بات ہے۔ کیا وہ لوگ توہم پرست ہیں۔"

"جہاں تک توہم پرستی کا سوال ہے۔ اہل مغرب اہل مشرق سے زیادہ توہم پرست ہیں اور جنوبی مشرقی اسپین کے باشندے ابتک پرانے قلعوں اور کھنڈرات میں جانے سے ڈرتے ہیں۔"

"آپ نے اس کی وجہ بھی معلوم کرنے کی کوشش کی؟"

"آپ کوشش کو کہہ رہے ہیں۔ میں اسی لئے وہاں ایک ماہ دس دن رہی، میں نے وہاں کے کتب خانوں میں قدیم نسخے تلاش کئے اور مضافات شہر میں جاکر دیہات کی عورتوں سے وہ قصے سنے جو وہاں ان کھنڈروں کے متعلق مشہور ہیں۔"

اسد ہمہ تن متوجہ ہوگیا۔ زمرد سنبھل کر کرسی پر بیٹھ گئی اور کہنے لگی۔

"اس سفر میں میرے ساتھ فیض آباد کی ایک خاتون رشیدہ بھی تھیں۔ میرا اور ان کا پیرس سے ساتھ ہوا تھا۔ وہ اسپینی زبان سے واقف تھیں اور میری ہی طرح

اسپین کی سیاحت کا شوق رکھتی تھیں۔ دراصل ان ہی کی وجہ سے مجھکو اسپین میں ہر جگہ اندلسی مسلمانوں کے متعلق بہت کچھ معلوم ہو سکا۔ وہ انگریزی کی طرح اسپینی زبان میں بھی بلا تکلف بات چیت کر سکتی تھیں۔ مضافات المیریہ میں جب انھوں نے ایک بوڑھی عورت سے دریافت کیا کہ تم لوگ ان کھنڈروں کا ذکر کرتے ہوئے اس قدر کیوں ڈرتے ہو تو اس نے آنکھوں سے خوف و ہراس ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ان کھنڈروں کا ذکر نہ کرو ان کھنڈروں میں موروں کے بھوت رہتے ہیں اور برسات کی اندھیری راتوں میں وہ ان کھنڈروں سے نکل کر بستیوں تک آجاتے ہیں۔ گذشتہ سال جب وہ ایک اندھیری رات میں ان کھنڈروں سے نکلے تو انھوں نے غریب رفائیل کا کھیت روند ڈالا۔ اس سے ایک سال قبل وہ ایک کھیت سے فریڈریق نامی ایک نوجوان کاشتکار کو پکڑ کر ان کھنڈروں میں لے گئے تھے۔ ابھی اس کی زندگی کے دن پورے نہیں ہوئے تھے اس لئے وہ بھاگ نکلا لیکن پاگل ہو گیا۔"

"یہ تو وہم پرستی کی انتہا ہے۔" اسد نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

"پہلے تو میں بھی ان قصوں کو ان جاہل کاشتکاروں کا واہمہ سمجھی لیکن ——"

"لیکن بعد میں آپ بھی بھوتوں کے وجود کی قائل ہو گئیں۔"

زمرد مسکرائی اور اس کے دانت چمکنے لگے۔ "یہ خیر بھوتوں وغیرہ کی تو میں قائل نہیں ہوں لیکن ہاں یہ ضرور یقین ہو گیا کہ ان کھنڈروں میں انسانوں کی نقل و حرکت ہوتی رہتی ہے۔"

"انسانوں کی نقل و حرکت۔؟" اسد نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

اس سے آپ کا کیا مطلب ہے ــــ وہ انسان کون ہو سکتے ہیں ــــ؟"

"یہ میں نہیں بتا سکتی۔" زمرد نے جواب دیا "ہو سکتا ہے کہ وہ ڈاکو ہوں اور ان کھنڈروں کو اپنا مسکن بنا لیا ہو۔"

"لیکن آپ کو انسانی نقل و حرکت کا یقین کیسے ہوا کیا آپ نے وہاں ایسے نشانات دیکھے ہیں ــــ؟"

"جی ہاں نشانات بھی دیکھے اور قصے بھی سنے ــــ ایک روز ایک دیہاتی عورت نے بتایا کہ اس نے ان کھنڈرات سے ایک آتشیں ہالہ ایک خوفناک آواز کے ساتھ بلند ہوتے ہوئے دیکھا اُس عورت کا بیان ہے کہ وہ بلند ہوتے ہوتے ایک ستارہ ہو گیا۔ ایک دوسری عورت نے بتایا کہ اس نے ایک تاریک رات میں کوئی جلتی ہوئی شے آسمان سے انھیں کھنڈروں میں گرتے ہوئے دیکھی۔ المریہ کے سرکاری ریکارڈ سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ ان کھنڈروں میں متعدد بار رات کی تاریکی میں کوئی جلتی ہوئی چیز آسمان سے گرتی ہوئی دیکھی گئی ہے مقامی حکام نے اس راز کو معلوم کرنے کی کوشش کی لیکن کوئی نتیجہ نہیں برآمد ہوا۔"

"مجھے تفصیل کے ساتھ ان کھنڈروں کے متعلق بتائیے ــــ"

"ــــ دیکھئے ــــ اسے اس طرح سمجھئے" زمرد نے ایک کاغذ پر فاؤنٹن پن سے نقشہ بناتے ہوئے کہا۔ شہر سے جنوب مغرب میں ایک پہاڑی ہے۔ اس پہاڑی کے دامن میں ایک بلند چٹان ہے۔ اسی چٹان سے کھنڈروں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور پہاڑی تک چلا جاتا ہے۔ پہاڑی میں جا بجا بہت بڑے غار ہیں ممکن ہے یہ غار قدیم سرنگوں کے دہانے ہوں بہرحال اب ان میں درندے رہتے ہیں۔ غاروں

کے سامنے نشیب کے رخ پر ایک بلند چٹان پر ایک ڈھلواں چبوترہ ہے۔ اس چبوترہ کا فرش بہت چکنا ہے۔ وہ غالباً کسی دھات اور پتھر سے بنایا گیا ہے۔ اسمیں گہری نالیاں ہیں۔ اسی چبوترے کے نیچے ایک بہت بڑا غار ہے۔ یہ کسی زمانے میں سرنگ یا تہہ خانہ کا راستہ ہوگا۔ ان کھنڈروں میں یہی ایک ایسی چیز ہے جو آج تک شکستہ حالت میں موجود ہے ورنہ اب وہاں پتھروں کے اونچے نیچے ڈھیروں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اسی ڈھلواں چبوترے کی سطح پر میں نے کچھ ایسے نشانات دیکھے تھے جو صرف بھڑکتے ہوئے شعلوں یا جلتی ہوئی گیس کی لپیٹ ہی سے پیدا ہوسکتے ہیں۔"

اسد بہت دیر تک زمرد سے انھیں آثار قدیمہ کے متعلق سوالات کرتا رہا ساڑھے تین بجے ایاز آیا۔ اسد نے اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا۔

"مس زمرد نے اس وقت جو کچھ بتایا ہے وہ بھی کم حیرت انگیز نہیں ہے۔"

"کہاں کے متعلق ـــ ؟"

اندلس کے متعلق انھوں نے چند خاص باتیں بتائی ہیں خصوصاً ابو الصلت کے دار التجارب اور رصدگاہ کے متعلق تو انھوں نے جو کچھ بھی بتایا ہے وہ طلسم ہوشربا سے کم حیثیت نہیں رکھتا ہے ـــ"

"میں نے وہاں جو کچھ سنا وہ آپ سے بتا دیا ـــ" زمرد فوراً بول اٹھی

اسد اس کا مطلب سمجھ گیا اور کہنے لگا۔

"طلسم ہوشربا سے میرا یہ مطلب نہ تھا کہ آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ واقعی ناقابل اعتبار ہے۔ دراصل قصہ یہ ہے کہ میں نے ایسے ہی چند مناظر ٹیلی ویژن پر بھی دیکھے

ہیں وہ بھی ہمارے لئے معمہ بنے ہوئے ہیں۔ اور اب یہ معمہ اس طرح حل ہو سکتا ہے کہ ان کے سلسلہ کو ملایا جائے۔ لکھنؤ آنے کے بعد سے ابتک گزشتہ دو تین روز میں میں نے جو معلومات فراہم کی ہیں ان سے اس نتیجہ پر پہونچ چکا ہوں کہ مجکو ایک بار اسپین جاکر ان آثار قدیمہ کو دیکھنا چاہیئے۔ میں ابوالصلت کے متعلق زیادہ سے زیادہ معلومات فراہم کرنا چاہتا ہوں ——"

"آپ کی مہم سے اس کا کیا تعلق ہے؟" زمرد نے سوال کیا۔

"یہ میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا۔"

ایاز بول اٹھا "میرے خیال میں تو بتانے کی ضرورت ہی نہ پیش آئیگی۔ چائے پی کر ہم ٹیلی ویژن کے کمرے میں چلیں گے۔ بس زمرد خود ان مناظر کو دیکھ لیں گی۔"

"مجھے صرف زمرد کہا کیجئے ——"

"بہت بہتر ہے۔" اسد ہنس دیا۔

زمرد نے کہا۔ "آپ لوگ کن مناظر کا تذکرہ کر رہے ہیں۔"

اسد نے کہا۔ "ان مناظر کا تذکرہ جو المریہ کے دیہاتیوں کے قصوں سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہیں ——"

"میں نے تو آپ کو صرف چند قصے سنائے ہیں۔"

"باقی قصے ان مناظر کو دیکھنے کے بعد سنایئے گا۔ آیئے چلکر چائے پی لیں۔"

زمرد، اسد اور ایاز نے ایک کمرے میں جاکر چائے پی اور کچھ دیر بعد ٹیلی ویژن کے کمرے میں پہونچ گئے۔ ایاز نے ایک نئے دالوڈ پر تجربہ کرنے کے لئے منوہر سنگھ

اور ارملا کو بھی بلالیا اور کمرے کے دریچے بند کئے برقی قمقمہ روشن کر دیا گیا۔

ایاز اور منوہر سنگھ نے ٹیلی وژن کی برقی قوت بڑھانے کے لئے اس میں چند تار لگائے اور کمرے کی روشنی گل کر کے سب پردے کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے اسد نے یکے بعد دیگر ٹیلی وژن کے چند لٹو گھمائے اور کچھ دیر بعد جھیل کا منظر سامنے آگیا۔

کشتیاں بالکل قریب آچکی تھیں، ایک لڑکی رقص کر رہی تھی۔ زمرد اسد کے پاس بیٹھی ہوئی بہت غور سے پردے کی طرف دیکھ رہی تھی۔ اسد نے جھک کر آہستہ سے کہا۔

"اب یہ منظر ایک دوسرے منظر میں مدغم ہونے والا ہے۔"

لڑکی نے رقص کی حالت میں انگڑائی لی اور اپنے رنگین لباس کے باعث دور سے بالکل قوس قزح معلوم ہونے لگی۔"

زمرد نے پردہ کی طرف نگاہیں جمائے جھک کر اسد سے کچھ کہنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ منظر ایک بڑے قوس قزح میں تبدیل ہو گیا اور انہیں رنگوں سے ایک لڑکی موسم بہار کی دیوی کی طرح انگڑائی لیتی ہوئی نکلی۔

زمرد ان مناظر میں کھوئی ہوئی تھی۔ اسد نے نشرگاہ کے منظر کو بہت توجہ کے ساتھ دیکھا۔ آج وہ لڑکی فیروزی رنگ کا لباس پہنے ہوئے تھی۔ کچھ دیر بعد جب اسد نے ٹیلی وژن کا سوئچ گھمایا اور اسی کے ساتھ کمرے کا برقی قمقمہ روشن ہو گیا تو اسد نے زمرد کی طرف دیکھا۔ اس نے کھوئی ہوئی نگاہوں سے اسد کی طرف دیکھا اور غیر ارادی طور پر دریچے تک چلی گئی۔ اسد نے بڑھ کر دریچے کا پردہ

کھینچ کر اسے کھول دیا اور اس سے پوچھا۔

"کیا گرمی معلوم ہو رہی ہے ــــ؟"

"نہیں ــــ" اس نے اسی کھوئے ہوئے انداز میں جواب دیا اور سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گئی۔ منوہر سنگھ، میتو اور ارملا ایاز کے ساتھ ٹیلی ویژن پر جھکے ہوئے کچھ دیکھ رہے تھے اسد نے زمرد کے چہرے کی طرف غور سے دیکھا اور اس کی کرسی کی پشت پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے اس سے کہا۔

"آپ بہت زیادہ پریشان نظر آ رہی ہیں ــــ آئیے میں آپ کو باہر صاف تازہ ہوائیں لے چلوں ــــ"

زمرد کھڑی ہو گئی۔ اسد نے آہستہ سے اس کی پشت پر ہاتھ رکھ کر اسے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"چلئے ــــ"

دونوں متعدد کمروں سے گزرتے ہوئے عمارت کے باہر سبزے پر پہنچ گئے۔ اسد نے ایک ملازم کو آواز دے کر دو کرسیاں منگوالیں اسد نے زمرد کو کرسی پر بٹھاتے ہوئے اس سے دریافت کیا۔

"اب آپ کا مزاج کیسا ہے ؟"

"میں بالکل ٹھیک ہوں" زمرد نے مسکرا کر جواب دیا "خدا معلوم اس وقت کیا ہو گیا تھا"

"کیا اس سے قبل بھی آپ ــ ــ"

اسد کا جملہ ختم ہونے سے قبل زمرد بول اٹھی "جی نہیں آج تک کبھی ایسا اتفاق

"لیکن آپ یقین کرلیں کہ مجھے مولانا عبدالسلام صاحب اور ڈاکٹر منوہر سنگھ کے متعلق کچھ بھی نہیں معلوم ہے اور نہ میں ان حضرات سے واقف ہوں۔"

"یقیناً آپ ان ہر دو حضرات سے ناواقف ہیں اور ان ہی چند غیر مربوط واقعات نے مجھے پریشان کر رکھا ہے۔"

"اسد صاحب!" زمرد نے سنبھل کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ ان مناظر کی عمارتیں اندلسی مسلمانوں کے فن تعمیر کا نمونہ ہیں —— اور —— اور میں کیا عرض کروں۔ میں جس قدر غور کر رہی ہوں اسی قدر میرا دماغ ماؤف ہوا جا رہا ہے۔ مجھے ایک گلاس ٹھنڈا پانی منگوا دیجیے۔"

"میرے خیال میں شکنجبین زیادہ مفید ثابت ہوگا۔"

"جو مناسب سمجھئے۔ منگا لیجیے۔ میرے حلق میں کانٹے پڑے جا رہے ہیں۔"

اسد تیزی کے ساتھ برآمدہ میں گیا اور چند منٹ بعد خود ہی ایک گلاس شکنجبین لیکر آگیا۔ زمرد نے اس کے ہاتھ سے گلاس لیتے ہوئے کہا۔

"آپ کو بہت زحمت ہوئی ——"

ایاز اور منوہر سنگھ برآمدے میں نظر آئے اور اسد اور زمرد کو سبزے پر دیکھکر انکے پاس آگئے۔ زمرد ایاز کو دیکھتے ہی کھڑی ہوگئی۔ ایاز نے اسے کرسی پر بٹھلاتے ہوئے کہا "غالباً آپ بھی انھیں مناظر سے متاثر ہوگئی تھیں۔"

اسد بول اٹھا۔ "انھوں نے بھی منوہر سنگھ کے خیال کی تائید کی ہے۔"

"اسد صاحب!" منوہر سنگھ نے پرجوش لہجہ میں کہا۔ "میں کامل یقین کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ یہ سب قدیم اندلسی تہذیب و تمدن کا پرتو ہے۔ اندلسی مسلمانوں نے

نہیں ہوا“۔

اسد دوسری کرسی پر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔

”ایک روز ان مناظر کو دیکھ کر میری بھی ایسی حالت ہو گئی تھی“۔

زمرد نے گلاب کے تختوں پر نگاہیں جما دیں اور کچھ سوچنے لگی۔

اسد نے کہا ”آپ کسی خیال سے پریشان ہو گئی ہیں“۔

زمرد نے اس کی طرف دیکھا اور مسکرا دی۔

اسد نے پوچھا ”آخر کیا بات ہے —؟“

”آپ میری اس پریشانی کو بھی توہم پرستی پر محمول کریں گے“۔

”یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ کم از کم کچھ بتائیے تو —“

”جو مناظر میں نے اس وقت دیکھے ہیں ان کا طرز تحریر بالکل اندلسی ہے۔ اگر اندلسی مسلمانوں کی تعمیر کی ہوئی عمارتیں آج اچھی حالت میں ہوتیں تو میں ان مناظر کو دیکھتے ہی کہہ دیتی کہ قرطبہ غرناطہ، المیریہ، بلنیشہ اور مالقہ کے مناظر ہیں —“

”مولانا عبدالسلام صاحب اور ڈاکٹر منوہر سنگھ کا بھی یہی خیال ہے۔ دونوں اسپین کی سیاحت کئے ہوئے ہیں —“

”ان مناظر میں ہم نے انسانوں کو جو لباس پہنے ہوئے دیکھا ہے اس میں بھی کسی حد تک اندلسی مسلمانوں کے ملبوسات کی جھلک ہے۔ اگر اندلس کے مسلمان اپنی عیش پسندی اور آپس کی خانہ جنگی کا شکار نہ ہو گئے ہوتے تو آج ان کا معیار زندگی تقریباً یہی ہوتا“۔

”ڈاکٹر منوہر سنگھ نے بھی یہی کہا ہے، آپ ان ہی کے الفاظ دہرا رہی ہیں“۔

سائنس میں حیرت انگیز ترقی کی تھی۔ اس دور کے سائنسدانوں نے آباد سیاروں کا پتہ چلایا اور جب اندلس میں اپنے لئے حالات ناسازگار دیکھے کسی دوسرے ملک کے بجائے کسی دوسری دنیا میں چلے گئے۔“

زمرد کھڑی ہوئی اور منوہر سنگھ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”آپ نے ابو الصلت کے متعلق بہت کچھ پڑھا ہوگا——“

”جی نہیں ——“ منوہر سنگھ نے کہا۔ یہ میری بدقسمتی تھی کہ میں نے تاریخ کی طرف توجہ نہ دی لیکن اسپین کے عجائب خانوں میں بعض ایسی چیزیں دیکھی ہیں جو اس سے منسوب کی جاتی ہیں۔“

زمرد نے کہا ”دو چار قدیم نسخوں میں ابو الصلت کے متعلق لکھا ہے کہ وہ اور اس کے چند شاگرد یکایک غائب ہو گئے اور پھر کبھی کسی ملک میں نہیں دیکھے گئے۔ خلیفہ وقت نے ان کو ہر ملک میں تلاش کرایا لیکن ان کا کوئی پتہ نہیں چلا——“

ایاز بول اٹھا ”مولانا عبدالسلام صاحب کا بھی یہی خیال ہے کہ وہ اپنے شاگردوں اور لواحقین کو لے کر کسی دوسرے سیارے میں چلا گیا۔“

اسد نے کہا ”آئیے چل کر ڈرائنگ روم میں بیٹھیں۔“

”مجھے اب اجازت دیجئے“ زمرد نے معذرت کرتے ہوئے کہا ”میں نے میڈرڈ کے عجائب خانے میں ایک قلمی نسخہ کے کچھ حصے نقل کئے تھے۔ وہ نسخہ عربی میں تھا اور رشیدہ نے انگریزی میں اس کا ترجمہ کیا تھا۔ میرا خیال ہے کہ اس میں بھی ابو الصلت کا تذکرہ ہے۔ میں آج اسے تلاش کر کے پڑھوں گی۔“

”وہ گم تو نہ ہو گیا ہوگا“ اسد نے دریافت کیا۔

"جی نہیں ——" زمرد نے جواب دیا۔ "میں ایسی چیزوں کو حرزِ جان بنا کر رکھتی ہوں، وہ میری آہنی الماری میں محفوظ ہے۔"

"آپ اسے آج ہی تلاش کرلیں" اسد نے زمرد سے ملتجانہ لہجہ میں کہا اور ایاز کی طرف مخاطب ہوگیا۔ "ایاز! میرے خیال میں کل ہم کو ایک بار پھر آپس میں تبادلہ خیالات کرنا چاہیئے۔ تم مولانا عبدالسلام کو اسی وقت مطلع کردو۔ گیارہ بجے تک زمرد بھی آجائیں گی۔"

"میں دس بجے یہاں پہونچ جاؤں گی ——"

اسد نے کہا۔ "میں کل ہی یہاں سے چلا جانا چاہتا ہوں —— اور اگر ضرورت سمجھوں گا تو مولانا عبدالسلام صاحب، زمرد، منوہر سنگھ اور ارملا کو بھی اپنے ساتھ لیتا جاؤں گا۔"

ایاز نے کہا۔ "مجھے اس وقت حضرت گنج میں ایسی خیاط کی دکان پر ایک صاحب سے ملنا ہے اس لئے یہ بہتر ہوگا کہ واپسی پر مولانا سے ملاقات کرتے آئیں۔"

"مجھے حضرت گنج میں اتار دیجئے گا وہاں سے میں اپنی کوٹھی پر چلی جاؤں گی۔"

ایاز نے شوفر کو کار نکالنے کا حکم دیا اور سب باتیں کرتے ہوئے پورٹیکو میں آگئے۔

(۹)

اسد نے دوسرے روز مولانا عبدالسلام، زمرد، منوہر سنگھ اور ایاز سے تبادلۂ خیال کیا اسی روز نینی تال چلا گیا، منوہر سنگھ، زمرد، ارملا اور مولانا عبدالسلام تیسرے روز لکھنؤ سے روانہ ہوئے اسد نینی تال میں بس اسٹینڈ پر ان کا منتظر تھا اس نے سب کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور اپنی رصدگاہ لے گیا۔

اسد کی رصدگاہ کی دو منزلہ عمارت کے چاروں طرف پتھر کی چھوٹی چھوٹی کوٹھریاں حد بندی کی صورت میں بنی ہوئی تھیں۔ انھیں کوٹھریوں میں ایک مختصر کارخانہ اور برقی قوت پیدا کرنے والے چار چھوٹے پلانٹ لگے ہوئے تھے عمارت سے قدرے بلندی پر ایک ڈھلواں چٹان تھی، اسی چٹان پر بڑے بڑے فولادی شہتیر بچھا کر ان پر اس عفریت پیکر ہوائی کا ڈھانچہ تیار کیا گیا تھا جسے اسد کرۂ ارض سے فضائے بسیط میں لیجانے والا تھا۔

ہوائی کے ڈھانچے پر المونیم اور جست کی چادریں چڑھائی جا چکی تھیں۔ ہوائی کی شکل بالکل سگار کی طرح تھی۔ جس چٹان پر ہوائی تیار کی جا رہی تھی وہاں سے ہمالیہ کی بلند ترین برف پوش چوٹیاں بالکل صاف نظر آتی تھیں۔ گرد و پیش کے مناظر زمرد، ارملا اور منوہر سنگھ کو بہت پسند آئے۔ مولانا عبدالسلام اور ان کے ساتھی تین بجے دن کو رصدگاہ پہنچ گئے لیکن وہ جگہ نینی تال سے زیادہ سرد تھی اس لئے سب دوسرے روز گیارہ بجے دن کو ہوائی دیکھنے لگے۔

زمرد نے ہوائی کا چبوترہ اور آہنی شہتیروں کو دیکھتے ہی اسد سے کہا۔

"میں نے ابوالصلت کی رصدگاہ میں جو چبوترہ دیکھا ہے وہ تقریباً ایسا ہی ہے۔"

مولانا عبدالسلام نے اپنے اونی لبادے کے پھڑپھڑاتے ہوئے دامن کو ہاتھوں سے دباتے ہوئے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ ابوالصلت نے ہوائی تیار کرلی تھی اور وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ اسی پر بیٹھ کر کسی دوسرے سیارے میں چلا گیا۔"

اسد نے اپنے چہرے سے مفلر ہٹاتے ہوئے کہا۔ "اب تو مجھ کو یقین ہوتا جارہا ہے کہ ہوائی اس صدی کی ایجاد نہیں ہے۔ یہ ممکن ہے کہ ابوالصلت نے ایندھن کے بجائے کسی دوسری طاقت سے کام لیا ہو یعنی کرۂ ارض کی کشش کو زائل کرنے والی کوئی طاقت دریافت کرلی ہو۔"

سب آپس میں باتیں کرتے ہوئے راکٹ کے پاس پہونچ گئے۔ راکٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور ماہرین فن اندر اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ پندرہ بیس پہاڑی مزدور ایک بڑی آہنی چادر اپنے سروں پر رکھے ہوئے اندر لئے جارہے تھے، راستہ صاف ہوتے ہی اسد سب کو لئے ہوئے ہوائی کے اندر پہونچا ہوائی کے اگلے حصے میں صوفے کی قسم کی کرسیاں فرش کی چادروں میں جڑی جارہی تھیں۔

اسد سب کو لئے ہوئے اس جگہ پہونچا جہاں المونیم کی ایک چوکور میز پر چند گھڑیاں لگی ہوئی تھیں۔ میز کے اوپر کا کچھ حصہ ہوائی کے اگلے گوشے تک کھلا ہوا

تھا اور اس پر ایک دبیز شیشہ لگا ہوا تھا۔ میز کے قریب چار کرسیاں لگائی گئی تھیں

اسد نے میز کے پاس پہونچکر کہا۔

"یہی اس کا انجن روم یہی کل مشینری ہے، اس راکٹ کو فضائے بسیط میں لیجانے والے یہاں بیٹھیں گے۔ اور یہ ان کے مشاہدہ کا روزن ہے۔" اس نے شیشے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "اس ہوائی میں کوئی خاص مشین یا انجن نہیں ہے یہ بالکل اسی طرح پرواز کرے گی جس طرح تمام ہوائیاں اڑائی جاتی ہیں۔ فرق صرف اس قدر ہوگا کہ ان میں ایک محدود مقدار میں ایندھن ہوتا ہے اور اس ہوائی میں اس قدر گنجائش رکھی گئی ہے کہ ہم مریخ اور زہرہ کی سطح تک پہونچکر دوبارہ واپس آسکتے ہیں۔"

زمرد نے حیرت و مسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ کہا۔

"میرے لئے تو یہ سب طلسم ہے ——"

"ہر وہ چیز جو سمجھ میں نہ آئے طلسم ہے۔" مولانا نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "بہرحال جب آپ ان چیزوں کو سمجھ لیں گی تو یہ طلسم آپ کے لئے طلسم نہ رہے گا۔ خدا نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اسے اپنا خلیفہ بنا کر زمین پر بھیجا ہے۔"

ان کا جملہ ختم ہوتے ہی اسد نے کہا۔

"آئیے اب آپ لوگوں کو وہ کیبن دکھاؤں جو اس راکٹ میں سفر کرنے والوں کے لئے بنائے جا رہے ہیں۔"

سب اس حصہ سے نکل کر دروازے کے سامنے سے گزرتے ہوئے ایک

گزرگاہ میں پہونچ گئے۔ اس گزرگاہ کے دونوں طرف اسفنج سے مشابہ کسی ایسی چیز کی دیواریں تھیں جو اسفنج ہی کی طرح دبانے سے دب جاتا تھا۔ دیواروں میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر کسی چمکدار دھات کے دستے لگے ہوئے تھے۔ اسد نے ایک دستے کو پکڑ کر آہستہ سے گھمایا اور دروازہ کھل گیا۔

"یہ ہے وہ کیبن جس میں اس کا عملہ آرام کرے گا۔" اسد نے کیبن کے اندر قدم رکھتے ہوئے کہا۔

"کیبن تو بہت آرام دہ بنائے ہیں۔" منوہر سنگھ نے ہر طرف نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

اسد نے بڑھ کر ایک بٹن دبایا اور دیوار میں ایک روزن کھل گیا۔

"بہت خوب ——" ارملا بے ساختہ کہہ رہی تھی۔ "بالکل جہاز کا کیبن معلوم ہوتا ہے۔"

"ہر کیبن میں ضرورت کی ہر چیز موجود ہے۔ یہ دیکھئے یہ لکھنے کی میز ہے" اس نے ایک دستہ کھینچا اور ایک میز سامنے آگئی "اور یہ کتابوں کی الماری ہے" اسد نے ہر چیز دکھاتے ہوئے کہا۔ "ہر کیبن میں برقی روشنی ہوگی ابھی یہ کیبن نامکمل ہے۔" سب کیبن سے باہر آگئے۔ اسد نے اپنے مہمانوں کو ایندھن اور آکسیجن کی ٹنکیاں دکھائیں اور سب ہوائی سے باہر آگئے۔ شام کو رصدگاہ کے ایک کمرے میں اسد نے مہمانوں کو اپنے رفقائے کار سے متعارف کرایا اور کھانے کے وقت تک سب اسی کمرے میں بیٹھے رہے۔ کھانے کے بعد اسد سب کو رصدگاہ کی دوسری منزل پر اس کمرے میں لے گیا جہاں اسے وہ اور اسکی رصدگاہ میں کام کرنے والے

ماہرین فلکیات اجرام فلکی کا مشاہدہ کرتے رہتے تھے۔

اس کمرے کے وسط میں ایک بہت بڑی دوربین نصب تھی۔ اسکی لمبائی اٹھارہ فیٹ تھی چھت کے ایک حصہ کو کاٹ کر طیارہ شکن توپ کی طرح اس کا رخ آسمان کی طرف کر دیا گیا تھا۔ اس دوربین کے چاروں طرف چھوٹے اور بڑے متعدد پہیے لگ لگے ہوئے تھے جن کی مدد سے اسے آگے اور پیچھے لے جایا جا سکتا تھا اسکا زاویہ تبدیل کرنے کے لئے بھی اس میں متعدد دانتے دار پہیے تھے، سب نے اس دوربین اجرام فلکی کا مشاہدہ کیا اور کافی پی کر اپنی خوابگاہ میں چلے گئے۔

لکھنؤ سے آنے والوں کے لئے اس جگہ بہت زیادہ سردی تھی لیکن اس کے باوجود زمرد سات بجے اپنا گرم کوٹ پہن کر کمرے سے باہر نکلی اور زینہ سے اترتی ہوئی اس کمرے کے سامنے پہونچ گئی جسے اسد اپنے دفتر کی حیثیت سے استعمال کرتا تھا زمرد کا خیال تھا کہ اسد ابھی تک اپنی خوابگاہ میں ہوگا لیکن جب وہ نیچے پہونچی تو اسے اسد کو پھاٹک سے اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ وہ سمور کی ٹوپی اور مفلر سے اپنا سر اور چہرہ چھپائے ہوئے تھا اور موٹا السٹر پہنے ہوئے تھا۔ زمرد نے اسکی چال سے اس کو پہچان لیا اور اپنے دستانے کا بٹن لگاتے ہوئے اس طرف بڑھی۔

"اوہ زمرد! ـــ" اسد نے منہ کے سامنے سے مفلر ہٹاتے ہوئے کہا۔

"آپ بہت صبح بیدار ہو گئیں۔"

"میں عموماً ساڑھے پانچ یا چھ بجے تک بیدار ہو جاتی ہوں۔"

"یہاں سردی تو یقیناً زیادہ معلوم ہوتی ہوگی۔"

"جی ہاں ـــ لیکن فرحت بخش ہے۔ آپ اس قدر صبح

کہاں تشریف لے گئے تھے ـــــ؟"

"میں روزانہ کچھ دور تک سیر کرنے جاتا ہوں۔ آئیے ناشتہ کا وقت ہو چکا ہے۔"

دونوں چند ہی قدم چلے تھے کہ مولانا عبدالسلام نظر آئے وہ ایک بھاری کوٹ پہنے اور سمور کی استراخانی ٹوپی لگائے ہوئے اسی طرف آ رہے تھے انھوں نے اسد اور زمرد کو دیکھتے ہی قرأت کے ساتھ "السلام علیکم" کیا اور جہاں پر تھے اسی جگہ ٹھہر گئے۔

"مولانا صاحب! سردی زیادہ تو نہیں ہے۔" زمرد نے ہنس کر دریافت کیا

"میری عمر کے آدمیوں کے لئے تو یقیناً زیادہ ہے لیکن ایسی بھی نہیں کہ تکلیف دہ ثابت ہو ـــــ"

تینوں باتیں کرتے ہوئے اسد کے کمرے میں پہونچ گئے۔ ایک ملازم نے دروازہ بند کر کے دو ہیٹر روشن کر دیے اور چند منٹ میں کمرہ گرم ہو گیا۔ اسد نے زمرد اور مولانا عبدالسلام سے دریافت کیا۔

"آپ حضرات کے کمروں کے ہیٹر ٹھیک کام دے رہے ہیں؟"

"جی ہاں ـــــ میں صبح وضو کرتے وقت اسی پہلو پر غور کر رہا تھا کہ اگر کمرے میں برقی ہیٹر نہ ہوتا تو رات کس طرح گزرتی اور صبح میں وضو کیسے کرتا۔"

"سب صوفوں پر بیٹھ گئے۔ زمرد نے اسد سے دریافت کیا۔

"جب ہوائی فضائے بسیط میں پرواز کرے گی تو اس کے اندر کا درجہ حرارت کیا ہوگا ـــــ"

"تقریباً یہی ہوگا جو اس وقت اس کمرے کا ہے۔"

مولانا عبدالسلام نے اپنا موٹا السٹر اتار دیا۔ اسد نے بھی اپنا مفلر ٹوپی اور کوٹ اتار کر ملازم کے سپرد کر دیا۔ زمرد نے ہاتھوں سے دستانے اتارتے ہوئے کہا۔

"اسد صاحب! میری دلی تمنا ہے کہ میں اس مہم میں آپ کے ساتھ چلوں۔"

"جس وقت یہ ہوائی سطح زمین سے پرواز کرے گی اس کے اندر بیٹھنے والوں کا اسی وقت سے اس دنیا اور اس میں بسنے والوں سے سلسلہ منقطع ہو جائیگا اور اس کے بعد خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ہم دوبارہ سطح زمین پر واپس بھی آجاسکیں گے یا نہیں ——"

"خدا کے لئے ایسی باتیں منہ سے نہ نکالئے ——" زمرد بےچین ہو کر بول اٹھی

"خدا ان کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرتے ہیں۔" مولانا عبدالسلام نے اپنی پیشانی سے ٹوپی ہٹاتے ہوئے کہا،

اسد نے ملازم کو آواز دے کر کہا۔

"دیکھو مس ارملا۔ ڈاکٹر منوہر سنگھ بیدار ہو چکے ہیں یا نہیں۔ اگر اٹھ چکے ہوں تو میرا سلام کہہ دو ——"

ملازم کے جانے کے چند منٹ بعد ہی ارملا اور منوہر سنگھ آ گئے۔ سب نے اسی کمرے میں ناشتہ کیا اور باتیں کرنے لگے۔ اسد نے کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ ہم سب اسی ہفتہ یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ پہلے ہم دمشق چلیں گے اس کے بعد طنجہ اور وہاں سے میڈرڈ جائیں گے۔ زمرد نے میڈرڈ کے عجائب خانہ میں متعدد ایسے قلمی نسخے دیکھے ہیں۔"

منوہر سنگھ بول اٹھا "ہاں —— میں نے بھی وہاں چند عربی نسخے دیکھے تھے

لیکن مجھے وقت نہ مل سکا۔"

"بہر حال اس سفر میں ہم ہر اس نسخہ کا مطالعہ کریں گے اور ہر وہ آثار اور کھنڈر دیکھیں گے جس کا اندلسی مسلمانوں سے تعلق ہوگا ـــــ اندلس کے بعد ہم سراجے وو بھی جائیں گے ـــــ"

اسد نے مولانا عبدالسلام کی طرف دیکھا وہ کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ ارملا نے اسد کو اپنی طرف مخاطب کر لیا۔

"اسد صاحب! کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ اس سفر سے قبل میں ایک روز کیلئے پٹنہ ہو آؤں ـــــ پٹنہ سے بارہ میل دور دریائے گنگا کے کنارے ایک قدیم بستی ہے غالباً اس بستی کا نام نگلہ پور ہے۔ اس بستی میں برہمنوں کا ایک خاندان آباد ہے۔ ان کے پاس سنسکرت زبان میں چند قدیم نسخے ہیں، یہ نسخے تانبے کے پتروں پر کندہ ہیں۔ مجھے میری ایک سہیلی نے بتایا ہے کہ ان میں بھی چند آباد سیاروں کا تذکرہ ہے شاید ہم کو اس سے کچھ مدد مل سکے۔"

اسد کے بجائے مولانا عبدالسلام بول اٹھے "یقیناً مدد ملے گی۔ قدیم ہندوستان میں علم نجوم کو بہت فروغ حاصل ہوا تھا۔ عربوں نے یہ علم برہمنوں ہی سے حاصل کیا تھا۔"

اسد نے ارملا سے کہا۔ "اگر آپ ان پتروں کی عبارت کی نقل حاصل کر سکتی ہیں تو ضرور جائیے۔ آج ۱۱ر مارچ ہے ہم سب ۱۷ر مارچ تک لکھنؤ پہنچ جائیں گے۔ اسی روز ہم کو پاسپورٹ مل جائے گا اور ۲۰ر مارچ تک ہم دہلی پہنچ جائیں گے وہاں ہمارے ویزا مل جائیں گے ـــــ آپ ۱۶ر یا ۱۷ر تک لکھنؤ

واپس آجائیں۔"

ایک گھنٹہ بعد ارملا نینی تال کے لئے روانہ ہو گئی۔ دوپہر سے قبل اسد نے مولانا عبد السلام، زمرد، منوہر اور اپنے ایک نائب ڈاکٹر جمیل سے تبادلۂ خیالات کیا، بہت دیر تک اڑن طشتریوں کے متعلق بات چیت ہوتی رہی۔

مولانا عبد السلام نے کہا۔ "میں نے خرطوم میں مغرب کے وقت ایک چیز دیکھی تھی اس کی شکل سگار کی طرح تھی اور وہ بہت بلندی پر پرواز کر رہی تھی اور اپنے پیچھے ایک بہت لمبی آتشیں لکیر چھوڑتی ہوئی جا رہی تھی۔ وہ مغرب کی سمت جا رہی تھی۔"

"یہ ایک عجیب بات ہے کہ یہ اڑن طشتریاں عموماً غروب آفتاب کے وقت ہی نظر آتی ہیں۔" زمرد نے کہنا شروع کیا۔ "لیکن المیریہ کے دیہاتیوں نے رات کو ایسی ہی اڑن طشتریاں ابو الصلت کی رصدگاہ کے کھنڈروں میں اترتے ہوئے دیکھی ہیں۔"

"وہ غریب کیا جانیں کہ اڑن طشتری کیا بلا ہوتی ہے۔ وہ تو اسے بھوتوں کا شعبدہ سمجھتے ہیں ـــ لیکن انھوں نے جو کچھ بھی بتایا اس سے میں اسی نتیجہ پر پہونچی کہ وہ اڑن طشتریاں ہیں۔"

"خیر اس سلسلہ میں ہم کو زیادہ سر کھپانے کی ضرورت نہیں۔" اسد نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ "ہم المیریہ پہونچ کر اس گتھی کو سلجھا لیں گے۔"

مولانا عبد السلام نے اسد سے دریافت کیا۔

"کیا آپ اس ہوائی کے تیار ہو جانے کے بعد تجرباتی پرواز بھی کریں گے۔"

"جی نہیں ـــ" اسد نے جواب دیا۔ "میں گذشتہ دسمبر میں ایک ایسا ہی تجربہ

کر چکا ہوں —"

"یعنی اس ہوائی پر — ؟" مولانا عبدالسلام نے متعجبانہ لہجہ میں پوچھا۔ "یہ تو ابھی تیار بھی نہیں ہوئی ہے۔"

"یہ راکٹ دو سو چھپن فیٹ لمبا اور وسط میں زیادہ سے زیادہ ۱۵ فیٹ چوڑا ہے۔ میں نے اس سے قبل ایک بہت چھوٹا راکٹ بنایا تھا یہ اس سے پچاس گنا زیادہ ہے۔ میں نے اسے دسمبر میں اڑایا اور ریڈر کی لہروں سے اس کی رفتار اور پرواز کا اندازہ لگایا۔ اسی تجربہ سے مجھے یہ بھی اندازہ ہو گیا کہ اس راکٹ میں مجھے کسقدر ایندھن لے جانا چاہیئے۔ اس راکٹ کی رفتار روشنی کی رفتار کا آٹھواں حصہ تھی یعنی روشنی جو فاصلہ ایک سکنڈ میں طے کرتی ہے وہ اسی فاصلہ کو آٹھ سکنڈ میں طے کرتی تھی۔ ریڈر کی لہریں آٹھ شبانہ روز تک اس سے مسلسل ٹکراتی رہیں اور وہ فضائے بسیط میں پرواز کرتی رہی۔ اس کے بعد اس کی رفتار بتدریج کم ہونے لگی اور دو گھنٹے بعد وہ کسی سیارے کی سطح پر پہونچکر ساکن ہو گئی اور —"

زمرد بول اٹھی: "آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ وہ کسی سیارے تک پہونچ گئی؟"

"ریڈر کی لہروں سے —" اسد نے جواب دیا۔ "وہ سیارہ کرۂ ارض سے تقریباً دو ارب میل دور ہے — کم از کم میں ریڈر کی لہروں کی مدد سے یہی اندازہ لگا سکا ہوں —"

جمیل نے کہا: "ہمارے راکٹ کی پرواز سے قبل انڈونیشن راکٹ فضا میں پہونچ چکا ہوگا۔ اس کے تجربات سے ہم کو بہت مدد ملے گی۔"

ملازم کو دیکھتے ہی اسد نے کہا "کھانے کا وقت ہو چکا ہے۔ آئیے ہم سب اسی کمرے میں چلیں۔"

کھانے کے کمرے میں مولانا عبدالسلام نے منوہر سنگھ سے کہا۔

"کیوں ڈاکٹر صاحب اس قدیم سنسکرت نسخے کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے جس کے لئے کماری ارملا گئی ہیں۔"

منوہر سنگھ نے کہا۔ "اس حقیقت سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا کہ قدیم ہندستان میں علم نجوم کو بہت فروغ حاصل ہوا تھا اس دور کے ماہرین نے سیاروں کی گردش اور ان کے خواص کی کافی چھان بین کی تھی لیکن شاید انھوں نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ ان سیاروں میں ہماری دنیا کی طرح زندگی کا وجود بھی ہو سکتا ہے۔"

زمرد نے کہا "قدیم صحیفوں میں جا بجا ایسے واقعات کا تذکرہ ہے کہ دوسری دنیاؤں سے دیوتا اس دنیا کے انسانوں کی مدد کے لئے آتے رہے ہیں۔"

دوپہر کا کھانا کھا کر اسد اپنے معمل میں چلا گیا۔ سہ پہر کو مولانا عبدالسلام، زمرد اور منوہر سنگھ ڈاکٹر جمیل کے ساتھ ایک چھوٹے آبشار تک گئے اور غروب آفتاب سے قبل واپس آ گئے۔ رات کے کھانے کے بعد اسد اس کمرے میں گیا جس میں دوربین نصب تھی، جمیل اور رصدگاہ کے چند دیگر افراد کے علاوہ اس کے ساتھ زمرد اور منوہر سنگھ بھی تھے۔ وہ نصف شب تک دوربین سے ایک سیارہ کو دیکھتے رہے، جمیل اور اسد نے اسی دوران میں متعدد بار ریڈار استعمال کیا اور اس کے نتائج قلمبند کر لئے۔

اسد کا راکٹ اس کے ایک نائب ڈاکٹر ایرج کی نگرانی میں تیار ہو رہا تھا۔ اسد نے ۱۳ر مارچ کو ڈاکٹر ایرج کو اپنے کمرے میں بلا کر چند ضروری باتیں سمجھائیں اور رات کو بارہ بجے تک اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا اجرا فلکی کے ایک نقشہ کو دیکھتا رہا

دوسرے روز ڈاکٹر جمیل کو رصد گاہ کا نگراں بنا کر مولانا عبدالسلام زمرد اور منوہر سنگھ کے ساتھ نینی تال آگیا۔ زمرد۔ منوہر سنگھ اور مولانا عبدالسلام دوسرے روز چند گھنٹوں کے لئے بھوالی گئے اور تیسرے روز سہ پہر کو نینی تال سے روانہ ہو کر ۱۸؍ مارچ کو لکھنؤ پہنچ گئے اسی روز شام کو ارملا بھی لکھنؤ پہنچ گئی۔ اس کے ساتھ بنارس کے ایک عالم اچاریہ بال کرشن بھی تھے۔ ارملا نے ان قدیم پتھروں کی عکسی تصاویر بھی لے لی تھیں اور عبارت بھی نقل کرالی تھی۔ رات کو سب مولانا عبدالسلام کے مکان پر جمع ہوئے اچاریہ بال کرشن نے اس عبارت کا ترجمہ پڑھ کر سنایا۔

"وہ ہم کو ٹھنڈی روشنی دیتے ہیں اور ہم ان کو۔ ہماری دنیا اور آسمان کے تارے سب ایک ہی ہیں جیسے اس زمین پر بکھرے ہوئے انسان — ہماری زمین اور ستاروں میں گہرا رشتہ ہے.....

اچاریہ بال کرشن نے ٹھہر کر کہا "اس کے بعد کی عبارت مٹی ہوئی ہے — آگے چل کر لکھا ہے"

"یہ چیزیں مٹنے والی نہیں — دیوتاؤں اور راکششوں کی لڑائیوں میں کبھی راکششوں نے ان میں پناہ لی ہے اور کبھی دیوتا برائیوں کو مٹانے کے لئے وہاں پہنچے ہیں۔

عبارت کا باقی حصہ رشیوں کی ریاضت کے متعلق تھا دس بجے مجلس برخاست ہوئی۔ دوسرے روز ضروری سامان خریدا گیا اور ۱۹؍ مارچ کو رات کی ٹرین سے سب دہلی کے لئے روانہ ہو گئے۔ اسد نے اگرچہ انتہائی رازداری سے کام لیا تھا لیکن اس کے باوجود دہلی پہنچتے ہی اسے ہوٹل میں اخباری نمائندوں نے

گھیر لیا اور اس کو مجبوراً اپنے سفر کے سلسلہ میں ایک مختصر بیان دینا پڑا اور ویزا ملتے ہی اسی ہفتہ سب ایک امریکن طیارے پر مشرق وسطیٰ کی طرف روانہ ہو گئے۔

راستہ میں مولانا عبد السلام نے اسد سے کہا۔

دمشق کے بعد ہم سراجے وو چلیں گے مجھے وہاں کی جامع مسجد کے پیش امام سے حل کردہ قدیم نسخہ دیکھنا ہے جس کا میں نے آپ سے لکھنؤ میں تذکرہ کیا تھا میں نے اسی کے مطابق اپنا پروگرام بنایا ہے۔ دمشق سے ایک ترکی طیارہ ہم کو سراجے وو پہونچائے گا۔ سراجے وو سے ہم ایک فرانسیسی طیارے پر سفر کریں گے وہ ہم کو فیض میں اتار دے گا۔ فیض کے کتب خانہ میں بھی چند ایسے نادر نسخے ہیں اور آپ نے وہ ایک شیوخ کا بھی حوالہ دیا ہے۔ وہاں سے طنجہ اور طنجہ سے میڈرڈ۔"

مولانا نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"ہم نیک ارادے سے نکلے ہیں خدا ہماری مدد کرے گا۔"

دونوں اپنے اپنے خیالات میں کھو گئے ارملا اور زمرد روزن سے سطح زمین کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

(۱۰)

دمشق میں اسد اور اس کی جماعت کو اس سے زیادہ اور کچھ نہ معلوم ہو سکا کہ ابو الصلت نے ایک ہوائی تیار کی تھی جس میں کوئی ایسی چیز استعمال کی گئی تھی جو وقت ضرورت زمین کی کشش کو زائل کر دیتی تھی۔ ابو الصلت کے حاسدوں نے خلیفہ کے

کان بھرے اور شاہی عتاب کے ڈر سے ابوالصلت اپنے متعلقین اور شاگردوں کو لے کر کہیں چلا گیا۔ اس کی ہوائی کا بھی پتہ نہ چلا۔

سراجے وو پہونچکر اسد اور اس کی جماعت نے جامع مسجد سراجے وو کے پیش امام حاجی خلیل اوغلو سے ملاقات کی۔ وہ ایک ساٹھ سالہ یوگوسلاوی مسلمان تھے یوگوسلاوی البانی ترکی اور یونانی زبانوں کے علاوہ ان کو عربی پر بھی اچھا عبور حاصل تھا ان کے ذاتی کتب خانے میں قدیم عربی کتابوں کے دو سو سے زیادہ نسخے تھے ان میں بیشتر نسخے قلمی تھے۔ انھیں قلمی نسخوں میں ابو منصور نامی ایک اندلسی سیاح کی ایک ڈائری بھی تھی، حاجی خلیل اوغلو نے اسد اور مولانا عبدالسلام کو وہ نسخہ دیتے ہوئے کہا۔

"ابوالصلت کے کچھ حالات اس میں درج ہیں۔"

اسی وقت اسد، مولانا عبدالسلام نے اس قدیم قلمی نسخے کو کھول کر دیکھا اور بہت احتیاط کے ساتھ ورق گردانی کرنے لگے۔ منوہر سنگھ ان کے شانے پر جھکا ہوا تھا۔ مولانا عبدالسلام کی نگاہیں ایک صفحہ پر جم گئیں۔ منوہر سنگھ نے اور زیادہ جھکتے ہوئے کہا۔

"جی ہاں ـــ غالباً اسی جگہ سے ابوالصلت کا تذکرہ شروع ہوتا ہے۔"

دونوں نے کچھ دیر تک پڑھنے کے بعد اسد کی طرف دیکھا اور مولانا عبدالسلام نے کہا۔

"ابو منصور لکھتا ہے کہ اس نے ابوالصلت سے ملاقات کی۔ ابوالصلت ایک چالیس سالہ قد آور خوبرو انجینیر تھا۔ اس کے اجداد دمشق سے قرطبہ آئے

ابو الصلت کا باپ المیریہ میں جہاز سازی کے ایک کارخانہ میں ملازم تھا۔ ابو الصلت نے المیریہ میں تعلیم حاصل کی کچھ عرصہ کے لئے قرطبہ گیا اور وہاں سے واپس آکر مضافات المیریہ میں ایک رصدگاہ بنائی —"

مولانا عبدالسلام پھر ورق الٹنے لگے۔ منوہر سنگھ نے اسد سے کہا

"ہم لوگ پڑھ رہے ہیں آپ لوگ لکھتے جائیں۔"

زمرد نے ایک چھوٹے چرمی صندوقچہ سے کاغذ نکالا اور لکھنے کے لئے تیار ہو گئی۔ منوہر سنگھ پھر نسخہ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ حاجی خلیل ادغلو نے مولانا عبدالسلام سے کہا۔

"صرف دو یا تین صفحات میں ابو الصلت کا تذکرہ ہے اس کے بعد آخری صفحات پر ایک جگہ ابو منصور نے اس کے متعلق چند سطور لکھی ہیں اس لئے آپ پہلے کل واقعات پڑھ کر عربی ہی میں نقل کر لیں اس کے بعد جس زبان میں مناسب سمجھیں ترجمہ کر لیں۔"

"آپ کی رائے بہت مناسب ہے۔" مولانا عبدالسلام نے حاجی ادغلو کو جواب دیا اور منوہر سنگھ سے کہا "میں عبارت پڑھتا جاؤں اور آپ لکھتے جائیں"۔

منوہر سنگھ کرسی پر بیٹھ کر نسخہ دیکھنے لگا۔ مولانا عبدالسلام نے زمرد سے کاغذ لے لیا اور لکھنے لگے۔

منوہر سنگھ عربی کی عبارت پڑھتا جا رہا تھا اور فرط مسرت سے اسکا چہرہ کھلتا جا رہا تھا اسد زمرد اور ریلا کی نگاہیں ان دونوں کے چہروں پر جمی ہوئی تھیں وہ کبھی منوہر سنگھ کی طرف دیکھنے لگتے تھے اور کبھی مولانا عبدالسلام کے چہرے پر نگاہیں جما دیتے

تھے۔ مولانا عبدالسلام اور منوہر سنگھ نے پچاس منٹ میں کل تفصیل نقل کرلی اور سب چائے کے لئے دوسرے کمرے میں چلے گئے۔

حاجی ادغلو نے ان کو بتایا کہ اور کسی کتاب یا نسخہ میں ابوالصلت یا اسکی ہوائی کے متعلق کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ سب نے یوگوسلاوی میزبان کے ساتھ چائے پی مولانا عبدالسلام نے اپنی جماعت نیز حکومت ہند کی طرف سے حاجی ادغلو کا شکریہ ادا کیا اور ہوٹل واپس آگئے۔

دوسرے روز اسد کی پارٹی ایک طیارے پر فیض کے لئے روانہ ہوئی لیکن موسم کی خرابی کی وجہ سے ان کو شمالی اطالیہ کے صنعتی شہر میلان پر اترنا پڑا۔ وہ رات انھوں نے وہیں گذاری، صبح ان کے طیارے نے پرواز کی ایک بجے فیض کے ہوائی مستقر پر اترا اور سب نے ایک فرانسیسی ہوٹل میں قیام کیا۔ منوہر سنگھ اور مولانا عبدالسلام ہسپانوی زبان کے ساتھ ہی عربی سے بھی واقف تھے۔ اس لئے فیض سے رضوان تک آمد و رفت کے جملہ انتظامات انھیں کے سپرد ہوئے۔

اسد اور ان کے ساتھیوں نے دو روز تک فیض میں قیام کیا لیکن وہاں کے کتب خانہ میں ابوالصلت سے متعلق کوئی کتاب یا قلمی نسخہ نہیں ملا۔ تیسرے روز سب آٹھ بجے صبح روانہ ہوئے اور شام کو مغرب سے کچھ قبل رضوان پہونچے اور ایک سرائے میں قیام کیا۔ اسد نے فیض سے اپنے ساتھ ایک مراکشی رہنما بھی لے لیا تھا۔ اسنے دوسرے روز اسد اور اسکے ساتھیوں کو شیخ ابوصالح بن رشید سے ملایا۔

شیخ ابوصالح بن رشید کا محل آبادی سے باہر دریا کے کنارے تھا۔ انھوں نے مہمانوں کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور اسی وقت سرائے سے ان کا سامان منگوا لیا۔

وہ ایک علم دوست بزرگ اور دنیا کی سیاحت کئے ہوئے تھے۔ ان کی عمر کا کچھ حصہ مجاہد ریف غازی محمد بن عبدالکریم کے ساتھ بھی گذرا تھا۔ فرانسیسی حکومت نے ایکبار ان کو قید کر کے الجزائر بھیج دیا تھا۔ لیکن وہ وہاں کے قید خانہ سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے تھے اور اس کے بعد ہی اسپین کے خلاف کوہستانی علاقہ میں علم جہاد بلند کیا تھا اور آٹھ سال تک مسلسل جنگ کرتے رہے تھے۔

اسپین کے باغی جنرل مولا اور اس کے نائب جنرل فرانکو نے جب اسپین کی حکومت کے خلاف بغاوت کی تو شیخ ابوصالح بن رشید نے مشروط معاہدہ کے بعد سب سے پہلے اپنے رضاکار اسپین میں جنگ کرنے کے لئے بھیجے جنرل فرانکو نے اسپین پر قابض ہو جانے کے بعد مراکش کو کسی حد تک حکومت خود اختیاری اور شیخ ابوصالح بن رشید کو خصوصی اختیارات دیدیے اب ان کی عمر ستر سے تجاوز کر چکی تھی اور وہ اس علاقہ کے بے تاج کے بادشاہ خیال کئے جاتے تھے۔

شیخ ابوصالح بن رشید نے مہمانوں کو آراستہ اور پر تکلف کمروں میں ٹھہرایا اور دوسرے روز ان کو کوہستان کی سیر کرائی۔ یہ علاقہ اپنی سرسبزی اور شادابی کے لئے شمالی افریقہ میں خاص شہرت رکھتا تھا۔ تیسرے روز مولانا عبدالسلام نے اپنے سفر کا مقصد بیان کرتے ہوئے کہا۔

"اب مشرق پھر بیدار ہو رہا ہے اور وہ دن دور نہیں جب ایک بار دنیا کی قیادت پھر اسی کے ہاتھ میں ہوگی"۔

"بے شک" بڈھے شیخ نے خوش ہو کر کہا۔ "خدا نے اپنے نیک بندوں سے جو وعدے کئے ہیں وہ ضرور پورے ہوں گے، آج سے تیرہ ساڑھے تیرہ سو برس پہلے

ہم سے جو کچھ بھی کہا گیا تھا وہ پورا ہو رہا ہے۔ حقائق ہمارے سامنے روشنی کی طرح آئے جا رہے ہیں اگر اس کے باوجود بھی ہم آنکھیں بند کئے خواب غفلت میں پڑے ہیں تو یہ ہماری بدنصیبی ہے۔"

شیخ ابوصالح کی گفتگو بہت سلجھی ہوئی تھی۔ مولانا عبدالسلام اور منوہر سنگھ نے ابوالصلت کے متعلق گفتگو شروع کی تو انھوں نے کہا۔

"ایک نامور سائنس داں خلیفہ وقت کی ایک کمزوری کا شکار ہو گیا اگر خلیفہ ابوالصلت کی سرپرستی کرتا تو شاید آج دنیا کی حالت مختلف ہوتی لیکن وہ مسبب الاسباب ہے ——" بوڑھے شیخ نے خدا کی حمد و ثنا کرتے ہوئے کہا۔ "وہ قادر مطلق ہے وہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور جو کچھ کرتا ہے ہماری بہتری ہی کے لئے کرتا ہے اسمیں بھی یقیناً ہماری اور دنیا کی بہتری ہی مضمر تھی —— یہ اور بات ہے کہ ہم ابتک اس رمز کو نہیں سمجھ سکے ہیں ——"

شیخ ابوصالح ایک ساعت کیلئے خاموش ہوئے پھر کہنے لگے۔

"ہمارے سامنے ایسی ہی صدہا مثالیں موجود ہیں اس لئے ہم کو ہر ساعی کے بعد راضی برضا رہنا چاہیئے اور اسی کے حکم کا انتظار کرنا چاہیئے۔"

مولانا عبدالسلام اور منوہر سنگھ نے ان کی تائید میں سر ہلا کر کہا۔

"بیشک ——"

شیخ نے پرجوش لہجہ میں کہا "میرے بھائیو! دنیا کے مسلمان اندلس کے مسلمانوں کی تباہی پر آج تک نوحہ کناں ہیں لیکن مجھے کبھی افسوس نہیں ہوا۔ اندلسی مسلمانوں نے تباہی اور بربادی کی دعوت دی۔ وہ آئی اور ان کا نام دنیا سے مٹ گیا

جو دور اندیش تھے وہ موحدین کے زوال کی ابتدا کے ساتھ اندلس سے ہجرت کرنے لگے۔ میرے اجداد قرطبہ سے فیض اور فیض سے یہاں آئے ہم شیخ رضوان بن ہشام کی اولاد ہیں۔ یہ قصبہ انھوں نے آباد کیا تھا۔ میرے جد اعلیٰ ہشام بن المتقی خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث کے دور کے سب سے بڑے مہندس تھے۔ ابوالصلت ان کے چھوٹے بھائی جعفر بن المتقی کا اکلوتا لڑکا تھا۔ اس نے میرے جد اعلیٰ کی نگرانی اور سرپرستی میں تعلیم حاصل کی اور اپنے باپ کے پاس المیریہ چلا گیا۔ ابوالصلت نے دیگر علوم المیریہ ہی میں حاصل کیے”

سب شیخ ابوصالح کو حیرت سے دیکھ رہے تھے اور وہ جوش میں اپنے خاندانی حالات اور تاریخی واقعات بیان کرتے چلے جا رہے تھے۔ انھوں نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا

“ابوالصلت کے متعلق دنیا کی کوئی تاریخ مفصل طور پر کچھ بھی نہیں بتا سکتی ہے اگر اس کے صحیح حالات دنیا میں کہیں بھی معلوم ہو سکتے ہیں تو وہ میرا کتب خانہ ہے۔ میرا خاندانی کتب خانہ ہمارے اسلاف اس کی صدیوں سے حفاظت کرتے چلے آئے ہیں اور وہ قلمی نسخے جن میں تفصیل کے ساتھ ابوالصلت کا ذکر ہے۔ یہاں محفوظ ہیں۔ میں اس کی دیکھ بھال پر ہر سال رقم خطیر صرف کرتا ہوں۔”

مولانا عبدالسلام نے بے چین ہو کر کہا۔

“خدا ہماری مدد کر رہا ہے اسعد صاحب! آپ ضرور اپنے مشن میں کامیاب ہونگے!”

شیخ ابوصالح بن رشید نے مولانا عبدالسلام کی طرف دیکھا انھوں نے عربی میں شیخ کو اپنا مطلب سمجھایا۔ شیخ نے کہا۔

“میرا کتب خانہ آپ کے لیے کھلا ہوا ہے۔ میں وہ قلمی نسخے آپ کے سامنے رکھے دیتا ہوں۔ آپ ان کو شروع سے آخر تک پڑھ لیں اور اگر نقل کرنا چاہیں تو نقل

کرلیں اس کے بعد میں آپ کو ایک ایسی تحریر دکھاؤں گا جو آج بھی دنیا کو متحیر کرسکتی ہے لیکن وہ —— وہ ایک امانت ہے جو ابتک دنیا کی نگاہوں سے بچائی گئی ہے۔"

شیخ ابو صالح خاموش ہو گئے۔ انھوں نے اپنے مہمانوں کو بغور دیکھا اور چھت کی طرف اس طرح دیکھا گویا وہ چھت کے بجائے آسمان کو دیکھ رہے ہیں۔ وہ کچھ دیر تک اسی طرح دیکھتے رہے اور کسی کو مخاطب کئے بغیر آہستہ کہنے لگے۔

"اے خدائے ذوالجلال۔ اگر وہ وقت آچکا ہے جس کا میرے بزرگوں کو انتظار تھا تو تو میری رہنمائی کر —— اور مجھے حق و باطل میں امتیاز کی توفیق عطا فرما —— اگر میں نے غیبی اشارے اور تیرا کلام سمجھنے میں غلطی نہیں کی ہے تو —— میں نے صحیح راہ تلاش کرلی ہے —— تیرا ہزار ہزار شکر ہے کہ وہ وقت جس کا میرے اسلاف نے انتظار کیا میری زندگی میں آیا —— اب تو مجھے اچھے لوگوں کو پہچاننے کی صلاحیت دے —— میرے رب تو میری رہنمائی کر۔"

شیخ ابو صالح نے اسی طرح چہرہ اوپر اٹھاتے ہوئے آنکھیں بند کرلیں اور اپنا سر کرسی پر ٹکا لیا۔

مولانا عبدالسلام، منوہر سنگھ، اسعد، ارملا اور زمرد خاموش بیٹھے ہوئے شیخ ابو صالح بن رشید کی طرف دیکھ رہے تھے۔ شیخ ابو صالح کچھ دیر بعد سنبھل کر بیٹھ گئے اور انھوں نے کھنکھار کر اپنی آواز صاف کرتے ہوئے کہا۔

"آئیے میں آپ حضرات کو وہ قلمی نسخے دکھاؤں۔ وہ زیادہ ضخیم نہیں ہیں۔ آپ آج سے کل دوپہر تک ان کو متعدد بار پڑھ لیں گے۔ میں اس وقت کے بعد سے کل ظہر تک آپ کی خدمت میں نہ حاضر ہو سکوں گا۔ ملازموں کو ہدایت کردی گئی ہے وہ

"آپ کی ضرورت کی ہر چیز آپ کے لئے مہیا کرتے رہیں گے مجھے امید ہے کہ آپ حضرات میری غیر حاضری کو معاف فرمائیں گے۔"

وہ کھڑے ہو گئے۔ ان کے ساتھ ہی اسعد، زمرد، ارملا، منوہر سنگھ اور مولانا عبدالسلام بھی کھڑے ہو گئے۔

مولانا عبدالسلام نے کہا: "یا شیخ! آپ ہمارے بزرگ ہیں۔ آپ نے جس مہمان نوازی کا ثبوت دیا ہے وہ ہمارے لئے ایک تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔ آپکے اخلاق نے قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ کرادی ہے۔"

شیخ ابوصالح بھی دو قدم چلے اور ٹھہر گئے۔

"میرے اوالعزم دوستو! آپ گواہ ہیں کہ میں نے بخل سے کام نہیں لیا ہے اور مجھ کو جو کچھ معلوم تھا آپ لوگوں کو بتا دیا ہے ——— یہ میرا فرض تھا جو میں نے ادا کیا ہے ——— معلوم نہیں میری کتنی پشتیں اس فرض سے سبکدوشی حاصل کرنے کے انتظار میں گذر چکی ہیں ——— اس باری تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اس کی ادائیگی کے لئے مجھکو منتخب کیا۔"

ان کی آواز قدرے مرتعش تھی اور ان پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔ وہ پھر چلنے لگے۔ مولانا عبدالسلام اور انکے ساتھی شیخ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے شیخ ابوصالح کی باتیں اور ان کے جملے ان سب کی فہم سے بالاتر تھے۔ وہ سب متعدد کمروں اور دالانوں سے گزرتے ہوئے محل کے اس حصہ میں پہونچ گئے جس کے ایک طرف پائیں باغ اور دوسری طرف دریا تھا۔

شیخ ابوصالح ایک ایسے برآمدے میں پہنچ کر ٹھہر گئے جس کے ستون بالکل

گول اور بہت بلند تھے ۔ اس برآمدہ کے دونوں سروں پر دو بڑے کمرے تھے دریا کے رخ والے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور ایک معمر مراکشی اب دروازے کے سامنے کھڑا ہوا تھا ۔ شیخ ابوصالح نے اپنے مہمانوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا ۔

"یہ ہے ہمارا خاندانی کتب خانہ جس کی ہم گزشتہ آٹھ سو برس سے حفاظت کرتے اور اس میں اضافہ کرتے آئے ہیں ۔ یہ کتب خانہ میرے جدِ اعلیٰ ہاشم بن المتقی نے قرطبہ میں اپنے شاگردوں کے لئے قائم کیا تھا ۔ اسپین میں موحدین کا زوال شروع ہوتے ہی اسے یہاں منتقل کر دیا گیا ۔ ہمارے بزرگوں نے اس کی اپنی جان سے زیادہ حفاظت کی ہے ۔ ایک دور ایسا بھی آیا تھا جب اسے یہاں سے صحرائے اعظم میں لے جایا گیا تھا ــــ"

شیخ ابوصالح اپنے مہمانوں کے ساتھ کتب خانہ کے دروازے پر پہنچ گئے معمر عرب ادب کے ساتھ ایک گوشے میں کھڑا ہو گیا اور وہ سب اندر داخل ہو گئے کمرے میں الجزائر کے قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے ۔ ایک گوشے میں چند صوفے اور ایک خوبصورت میز رکھی ہوئی تھی ۔ کمرے کا باقی حصہ مشرقی طریقہ پر آراستہ کیا گیا تھا کتب خانہ تقریباً ۳۰ فیٹ چوڑا اور ۴۵ فیٹ لمبا تھا ۔ اس کی چھت دوسرے کمروں کے مقابلہ میں زیادہ بلند تھی اور چاروں طرف دیواروں میں الماریاں جڑی ہوئی تھیں ۔ اسد اور اس کے ساتھی چاروں طرف کتابوں سے بھری ہوئی الماریوں کو دیکھنے لگے ۔

شیخ ابوصالح نے مہمانوں کو صوفوں پر بٹھاتے ہوئے کہا ۔

"آپ حضرات کے لئے یہ کمرہ ہر وقت کھلا رہے گا ۔ میں نے یوسف کو سمجھا دیا

ہے۔ وہ آپ لوگوں کے لئے ہر کتاب نکال دے گا۔"

معمر مراکشی عرب بڑھ کر سامنے آ گیا۔ شیخ ابوصالح نے اس سے کہا۔

"وہ نسخے جو میں نے آج صبح نکالے ہیں۔ یہاں لا کر میز پر رکھ دو اور عثمان سے کہہ دو کہ وہ مہمانوں کا خیال رکھے میں کل تک باہر نہ آؤں گا۔"

یوسف نے چھ قلمی نسخے ایک الماری سے نکال کر مولانا عبدالسلام کے سامنے رکھ دیے۔ شیخ ابوصالح بن رشید نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"میرے معزز مہمان میری اس کج خلقی کا کچھ خیال نہ کریں۔ میں ایک بار پھر آپ حضرات سے معافی کی خواستگار ہوں۔"

مولانا عبدالسلام اور ان کے ساتھی بھی کھڑے ہو گئے۔ شیخ ابوصالح نے سب سے مصافحہ کیا اور چلے گئے شیخ ابوصالح کے جانے کے بعد اسد نے مولانا عبدالسلام سے کہا۔

"ان نسخوں کے مطالعہ سے قبل ہم کو ایک بار سراجے ود کے نسخہ کی نقل پھر دیکھ لینا چاہیئے۔"

زمرد نے کہا "میں نے اردو میں اس کا ترجمہ کر لیا ہے۔"

ایک بار ہم سب کو سنا دیجئے۔"

"وہ میرے کمرے میں رکھا ہوا ہے۔"

"خیر ہم رات کو اس پر تبادلہ خیال کریں گے" اسد نے مولانا عبدالسلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "آپ اسی وقت سے ان نسخوں کا مطالعہ شروع کر دیجئے۔"

مولانا عبدالسلام نے ایک نسخہ اٹھا لیا اور دیکھنے لگے۔ منوہر سنگھ نے انسے کہا

"قدرے بلند آواز میں پڑھئے تاکہ میں بھی سن سکوں۔"

وہ لوگ مغرب سے کچھ قبل کتب خانہ سے نکلے۔ منوہر سنگھ، ارملا اور زمرد سے باتیں کرتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ مولانا عبد السلام اور اسد ان کے پیچھے آہستہ آہستہ چل رہے تھے مولانا عبد السلام اسد سے کہہ رہے تھے۔

"ابو الصلت صرف ایک انجینیر ہی نہیں بلکہ اپنے وقت کا بہترین ہیئت داں بھی تھا۔ ابو منصور نے اس کی ہیئت دانی کے متعلق اپنی ڈائری میں صرف اشارہ ہی کیا ہے لیکن اس نسخے میں اس کے استاد تک کا تذکرہ ہے۔"

وہ لوگ چمن سے گزرتے ہوئے دریا کے کنارے پہونچ گئے۔ مولانا عبد السلام اور اسد نے وضو کیا۔ زمرد نماز کے لئے اپنے کمرے میں چلی گئی۔ منوہر سنگھ اور ارملا ایک چٹان پر بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔

ارملا نے منوہر سنگھ سے کہا "مشرق وسطیٰ اور مغرب اقصیٰ کے مسلمان عام ہندوستانی مسلمانوں سے کس قدر مختلف ہوتے ہیں!"

"ان میں ابتک اسلامی روح باقی ہے۔ لیکن ہندوستانی مسلمان سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد سے بالکل بدل چکا ہے ——" منوہر سنگھ نے مولانا عبد السلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "ہندوستانی مسلمانوں کو ایسے علمائے دین کی ضرورت ہے۔"

ارملا بھی اس طرف دیکھنے لگی اور ایک ساعت بعد بولی "اسلامی ممالک دیکھنے اور مسلمانوں کی سادہ زندگی کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد خواہ مخواہ اسلام کی طرف دل کھنچتا ہے۔"

منوہر سنگھ نے کہا "اسلام کو صحیح طریقہ پر سمجھنے کے لئے عربی زبان پر عبور حاصل

گرنا ضروری ہے۔ مجھے اسپین کی سیاحت کے بعد اسلام سے دلچسپی ہوئی اسکے بعد میں نے لکھنؤ میں عربی پڑھنا شروع کیا۔"

"منوہر سنگھ! ارملا نے اس کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم اسلام سے بہت زیادہ متاثر نظر آتے ہو ـــــ کیا درپردہ مسلمان ہو چکے ہو؟"

منوہر سنگھ ارملا کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔

"ارملا!" منوہر سنگھ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکراتے ہوئے کہا: "یہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے باوجود تم ابھی تک مذہب کا مفہوم نہیں سمجھ سکی ہو۔"

"ہو سکتا ہے کہ تمہارا خیال صحیح ہو ـــــ کیا تم مجکو اسکا مفہوم سمجھا سکتے ہو؟"

"میرے خیال میں مذہب نام ہے ان چند اچھے اصولوں کا جن کو اپنا کر انسان اپنی زندگی کو کامیاب اور کردار کو پختہ بناتا ہے ـــــ"

"تو کیا میں یہ سمجھ لوں کہ ہر وہ شخص جو پریشان ہے۔ ان اچھے اصولوں یعنی مذہب سے منہ موڑ چکا ہے۔"

"انسان کی پریشانی کا اس کی کامیاب یا ناکام زندگی سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔" منوہر سنگھ نے ارملا کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

مولانا عبدالسلام اور اسد نماز ادا کرنے کے لئے ایک دوسری چٹان کی طرف جا رہے تھے۔

ارملا نے کہا: "لاکھوں مسلمانوں کی زندگیاں ناکام ہیں اور لاکھوں غیر مسلم کامیاب زندگی بسر کر رہے ہیں۔"

"جو اچھے اصولوں سے روگردانی کرتے ہیں وہ اپنی زندگی کو کامیاب نہیں

بنا سکتے جو غیر مسلم کامیاب زندگی بسر کر رہے ہیں وہ یقیناً اچھے اصولوں کے پابند ہیں اسلام کے مقدس صحیفہ میں ایک جگہ لکھا ہوا ہے کہ میں نے اصلاح کے لئے ہر قوم میں نبی بھیجے ـــــ"

"اس کا تو یہ مطلب ہے کہ ہر مذہب اپنی جگہ پر ٹھیک ہے ـــ؟" ارملا نے منوہر سنگھ کی طرف استفسارانہ نگاہوں سے دیکھا۔

"اچھے اصول اچھے ہی کہلائیں گے" منوہر سنگھ نے ہنس کر جواب دیا۔

"پیغمبر اسلام کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے ـــ؟" کچھ دیر تک کسی پہلو پر غور کرنے کے بعد ارملا نے سوال کیا

"وہ خدا کے رسول اور اس کے بندے تھے۔ اسلام کے اصول فطرت کے عین مطابق ہیں"۔

سامنے سے زمرد آتی ہوئی نظر آئی۔ مولانا عبدالسلام اور اسد ابھی تک چٹان پر بیٹھے ہوئے تھے ارملا نے زمرد کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مجھے اس کے اطوار بہت پسند ہیں"

شفق کی سرخی نے کوہستانی مناظر میں جان ڈال دی تھی منوہر سنگھ نے ارملا کی طرف دیکھا اور وہ کسی خیال سے پریشان ہو کر دوسری طرف دیکھنے لگی۔ زمرد انکے قریب پہونچ گئی وہ اس وقت مراکشی لڑکیوں کا لباس پہنے ہوئے تھی ارملا نے اسے اپنے پاس بٹھاتے ہوئے کہا۔

"زمرد تم اس لباس میں بہت اچھی معلوم ہوتی ہو۔"

وہ ہنس دی ـــ "اور تم مجھے ہر لباس میں اچھی نظر آتی ہو۔ جامہ زیبی بھی

بھی خدا داد ہوتی ہے۔"

"کیا مجھے اس قصبہ میں ایسے ملبوسات مل سکتے ہیں؟" ارملا نے منوہر سنگھ سے دریافت کیا۔

"ضرور مل جائیں گے ـــــ"

مولانا عبد السلام اور اسد بھی چٹان سے اتر کر باتیں کرتے ہوئے ان کے پاس آ گئے۔ منوہر سنگھ، ارملا اور زہرہ چٹان سے نیچے اتر آئے۔

اسد نے کہا۔ "آئیے چشمے کے کنارے کچھ دور تک چلیں۔"

سب ٹہلتے ہوئے پہاڑ کی سمت چلنے لگے۔ منوہر سنگھ نے کہا۔

"شیخ ابو صالح کے ایک ملازم نے مجھے بتایا ہے کہ یہاں سے چھ میل دور ایک آبشار ہے۔"

"پرسوں وہاں چلیں گے ـــــ" اسد نے جواب دے کر مولانا سے دریافت کیا۔ "کیوں مولانا صاحب آپ کا کیا خیال ہے ـــــ؟"

"اس نے یہ فردوسی نظارے ہمارے ہی لئے پیدا کئے ہیں ـــــ" مولانا عبد السلام نے سورۂ رحمٰن کی آیۃ پڑھی اور مسکرا کر کہا۔ "ہم اس کی کس کس نعمت کو جھٹلائیں گے۔"

ـــــ (۱۱) ـــــ

اسد اور اس کے ساتھی جب محل میں داخل ہوئے تو صدر دروازے کے سامنے سیڑھیوں پر عثمان کو اپنا منتظر پایا۔ اس نے مولانا عبد السلام سے بتایا کہ مہمانوں کیلئے

دستر خوان بچھایا جا چکا ہے۔ سب کھانے کے کمرے میں چلے گئے اور عشاء کی نماز کے بعد پھر کتب خانہ میں پہونچے اور گیارہ بجے تک ان نسخوں کو پڑھتے رہے اور زمرد اور ارملا یادداشت کے طور پر کچھ لکھتی رہیں۔

دوسرے روز نماز فجر ادا کرنے کے بعد سب کتب خانہ میں پہونچ گئے اور ان نسخوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔ ان لوگوں نے اسی کمرے کے ایک گوشے میں ناشتہ کیا اور نو بجے تک نسخوں کو پڑھ لینے کے بعد جو کچھ نقل کرنا تھا نقل کر لیا۔ اسعد بہت خوش تھا وہ لوگ جب اس کمرے سے اٹھ کر دوسرے کمرے میں آئے تو مولانا عبدالسلام نے اسعد سے کہا۔

"ہم کو یہاں پہنچکر وہ باتیں معلوم ہو گئی ہیں جو شاید کسی آباد سیارے تک پہونچنے کے بعد بھی نہیں معلوم ہو سکتی تھیں۔"

اسعد نے جیب سے سگریٹ کیس نکالتے ہوئے کہا۔ "ان معلومات کے بعد بین السیاری سفر ہم کو ایک تفریحی مشغلہ معلوم ہونے لگا ہے۔"

منوہر سنگھ سب کو مخاطب کرتے ہوئے بولا "میرا تو یہ خیال ہے کہ دربار قرطبہ سے معتوب ہونے سے قبل ہی ابو الصلت خفیہ طریقہ پر کسی سیارے تک پہنچ چکا تھا۔

"اپنی عمر کے سینتیسویں سال وہ پانچ ماہ کے لئے کہیں گیا تھا۔ زمرد نے کسی کو مخاطب کئے بغیر کہا اور جلد جلد اپنی نوٹ بک کے صفحات الٹنے لگی۔ اور ایک جگہ ٹھہر کر پہلے ایک صفحہ کی عبارت پر سرسری نظر ڈالی پھر مولانا عبدالسلام کی طرف دیکھ کر بولی۔ "آپ نے کل رات کو لکھایا تھا کہ اپنی ہوائی تیار کرنے کے بعد وہ پانچ ماہ کے لئے کہیں چلا گیا حاسدوں کو موقعہ مل گیا اور انھوں نے خلیفہ کے کان

بھر دیے کہ وہ دمشق گیا ہے۔ اس کے ارادے اچھے نہیں ہیں۔ وہ ثقفی ہے اور بنو امیہ سے سلیمان کی حماقتوں اور مظالم کا بدلہ لینا چاہتا ہے۔"

ارملا نے نہمرد کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

" ابوالصلت یقیناً ایک بار کسی سیارے تک پہنچ کر اپنی دنیا میں واپس آیا ہے ورنہ وہ اپنی یادداشت میں اس وضاحت کے ساتھ اجرام فلکی کے متعلق نہ لکھتا یہ دیکھیے۔" ارملا نے اپنی نوٹ بک کے ایک صفحہ پر نگاہیں جما دیں اور پڑھنے لگی

—— کرۂ زمین کی کشش سے آزاد ہوتے ہی ہوائی دوسرے سیاروں کی کشش کے ماتحت تیرنے لگتی ہے اور فضائے بسیط میں اسی سیارے کی طرف کھنچتی ہے جس کی کشش زیادہ ہوتی ہے اگر اس میں دوسرے سیاروں کی کشش کو زائل اور قبول کرنے کی طاقت ہوتی ہے تو اس کو جس سیارے کی طرف لیجایا جائے اسی طرف جائے گی۔"

اسد نے کہا " ابوالصلت نے اپنے تجربات سے خواہ فائدہ اٹھایا ہو یا نہ اٹھایا ہو لیکن میں اس کے تجربات سے فائدہ اٹھاؤں گا۔"

مولانا عبدالسلام اپنی ریش پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے " ابوالصلت اپنے وقت کا ایک بہترین سائنسداں تھا جس کی رصد گاہ میں ناصر بن الحکیم بھی تھا۔ اسے ہر مورخ نے اس زمانہ کا سب سے بڑا ہیئت داں تسلیم کر لیا ہے۔ اس نے یقیناً کوئی آباد سیارہ دریافت کیا ہوگا۔"

منوہر سنگھ نے کہا " آخری نسخے میں مرسیہ کے ایک بزرگ حضرت عثمان بن القادر کا بھی تذکرہ ہے۔ وہ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں المیریہ چلے آئے تھے اور ابوالصلت

کی رصدگاہ کے قریب ہی ایک خانقاہ میں رہنے لگے وہ جگہ خانقاہ قادری کے نام سے مشہور ہوگئی۔ آجکل بھی وہ جگہ الکیڈرے کے نام سے مشہور ہے۔

"ہاں آخری نسخے میں ان کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔" مولانا عبدالسلام نے منوہر سنگھ کی تائید کی۔ "ابوالصلت ان کا معتقد تھا اور ان کے اشاروں پر چلتا تھا لیکن ابوالصلت کے غائب ہو جانے کے بعد سے پھر کسی کتاب میں انکا تذکرہ نہیں ملتا ہے۔"

اسد اور اس کے ساتھی دوپہر تک اسی کمرے میں بیٹھے ہوئے آپسمیں باتیں کرتے رہے اور کھانے سے فارغ ہو کر محل کے احاطہ میں بنی ہوئی مسجد میں ظہر کی نماز ادا کرنے چلے گئے۔ منوہر سنگھ اور ارملا چمن میں ٹہلنے لگے۔ ظہر کی نماز کے بعد شیخ ابوصالح بن رشید نے اپنے مہمانوں کو محل کی دوسری منزل کے اس کمرے میں بلایا جس میں وہ مسجد سے واپس آکر وظائف پڑھتے تھے اس کمرے میں کسی قسم کی آرائش نہ تھی فرش پر صرف مراکشی قالین بچھے ہوئے تھے۔ شیخ ابوصالح نے اپنے مہمانوں کا استقبال کیا اور ان کو قالین پر بٹھایا وہ اس وقت بھی وہی لباس پہنے ہوئے تھے جو ایک روز قبل ان کے جسم پر دیکھا گیا تھا۔ ان کے چہرے پر تھکاوٹ کی علامت تھی اور صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ رات کو نہیں سوئے ہیں۔"

شیخ ابوصالح بن رشید نے سب کو اپنے سامنے بٹھانے کے بعد کہا۔

"خدا کا شکر ہے کہ میں نے صحیح راستہ تلاش کر لیا۔ وہ مسبب الاسباب ہے اور جو کچھ بھی کرتا ہے اپنے نیک بندوں کی بہتری کے لئے کرتا ہے۔ اس لئے ہم کو کسی انسان کے کردار پر نکتہ چینی اور اعتراض کرنے کے بجائے اس کی اصلاح کی کوشش

کرنا چاہیئے بشرطیکہ وہ بُرے راستے پر پڑ گیا ہو۔"

مولانا عبدالسلام اور منوہر سنگھ نے ان کی تائید میں سر ہلایا۔ شیخ ابو صالح نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا" ــــ ابوالصلت کے متعلق آپ حضرات ان نسخوں سے سب کچھ معلوم ہو چکا ہو گا۔ اب میں آپ حضرات پر ایک ایسا راز ظاہر کرنا چاہتا ہوں جو صدیوں سے سینہ بسینہ منتقل ہوتا چلا آیا ہے۔ یہ راز ایک پیغام ہے ابوالصلت کا پیغام اور شیخ عثمان بن القادر کی پیشین گوئی۔"

مولانا عبدالسلام اور منوہر سنگھ ایک ترجمان کی طرح اپنے ساتھیوں کو اردو میں شیخ ابو صالح کی گفتگو کا مفہوم بتائے جا رہے تھے اور سب ہمہ تن گوش بنے ہوئے اس کی باتیں سن رہے تھے۔ شیخ ابو صالح نے ایک ساعت بعد کہا۔

"شیخ عثمان بن القادر کی پیشین گوئی ہی ابوالصلت کا ایک پیغام ہے ــــ آپ لوگوں کے لئے ایک پیغام ــــ"

"ہم لوگوں کے لئے ــــ؟" مولانا عبدالسلام نے متعجبانہ لہجہ میں کہا اور خدا کی حمد و ثنا کرتے ہوئے چھت کی طرف دیکھنے لگے۔

شیخ ابو صالح نے اثبات میں سر ہلایا" جی ہاں آپ لوگوں کے لئے شیخ عثمان بن القادر نے ایک روز ابوالصلت سے کہا کہ "اسپین میں مسلمانوں کا نام و نشان تک نہ رہے گا۔ ان کی یادگاریں تک مٹا دی جائیں گی۔ تم اپنے اقربا سے کہہ دو کہ وہ مراکش میں جا کر آباد ہو جائیں۔ جہاں تمہارے تجربات نسخوں کی صورت میں محفوظ رہ سکیں۔ اور تم ــــ تم قرطبہ کے دربار سے معتوب ہو گے۔"

شیخ ابو صالح ایک ساعت کے لئے خاموش ہو گئے اور اپنے مہمانوں کے

چہروں کی طرف دیکھ کر ان کے تاثرات کا اندازہ لگانے کی کوشش کی۔

مولانا عبد السلام نے ملتجیانہ لہجہ میں کہا۔

"شیخ — ہم کو وہ پیغام سنا دیجئے جو بقول آپ کے ہمارے لئے ہے اور آج سے چھ سو برس پہلے المیریہ میں لکھا گیا تھا اور جس کی حفاظت صدیوں سے آپ کا خاندان کرتا چلا آیا ہے۔"

"وہ پیغام یہ ہے —" شیخ ابو صالح نے اپنے قریب رکھے ہوئے ایک صندوقچہ کو کھول کر ایک طلائی فریم نکالا اور مولانا عبد السلام کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "اسے پڑھ کر اپنے ساتھیوں کو اس کا مفہوم بتا دیجئے۔ یہ خط ابو الصلت نے میرے جد اعلیٰ رضوان بن ہشام کو لکھا تھا۔"

مولانا عبد السلام نے طلائی فریم لے لیا اور اس تحریر کو باآواز بلند پڑھنے لگے۔ جسے حفاظت کی غرض سے طلائی فریم میں جڑ دیا گیا تھا۔

خط میں لکھا تھا۔

ابو الصلت بن جعفر کی طرف سے رضوان بن ہشام کے نام حمد خدا و ثنائے رسول کے بعد معلوم ہو کہ میں اب اس دنیا سے جا رہا ہوں کسی دوسری دنیا کی طرف — کسی دوسرے عالم کی طرف — وہ رب العالمین ہے اس نے ایسے ہزاروں عالم پیدا کئے ہیں۔ عربوں کی خانہ جنگی اور خاندانی عداوتوں نے اندلس میں ان کی بنیادیں کمزور کر دی ہیں۔ وہ یہاں قدم نہ جما سکیں گے۔ تم اپنے متعلقین کو لیکر مراکش چلے جاؤ اور اپنے خاندان کے اس کتب خانہ کی حفاظت کرو جو آج

بھی تاریخی حیثیت رکھتا ہے اور کسی زمانہ میں مشعل راہ ثابت ہوگا۔

میں اور میرے چالیس ساتھی خدا کے حکم سے اسی کا پیغام لے کر کہیں جا رہے ہیں۔ مجھے اس دنیا میں بڑائی حاصل کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ میں فساد برپا کرنا چاہتا ہوں۔ ایک وقت آئے گا جب مشرق سے خدا کے چند نیک بندے آئیں گے۔ تمہاری اولادیں ان تک میرا یہ پیغام پہونچا دیں کہ ابوالصلت اور اس کے ساتھیوں کی اولادیں کسی دوسری دنیا میں ان کی منتظر ہیں، رضوان اور آل رضوان پر خدا اپنی رحمتیں نازل کرے المتقی کی نسل بڑھے پھولے اور پھلے۔

ابوالصلت بن جعفر

خط کے نیچے کلام پاک کی یہ آیت لکھی ہوئی تھی

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ

لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ

(آخرت کے اس گھر کا وارث ہم ان ہی کو کریں گے جو نہیں

چاہتے دنیا میں بڑائی حاصل کرنا اور فساد کرانا)

مولانا عبدالسلام نے زیم اسد کی طرف بڑھایا۔ منوہر سنگھ، ارملا اور زمرد بھی جھک کر زیم کیا ہوا خط دیکھنے لگے۔ شیخ ابوصالح کا چہرہ دفور جوش سے تمتما اٹھا تھا وہ کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن ان کو مناسب الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ مولانا عبدالسلام نے انکی حالت کا اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

"شیخ! آپ نے ہماری مشکل آسان کر دی ہے۔ ہم کو اب خدا کی ذات سے قوی

امید ہو گئی ہے کہ ہم اپنے مشن میں انشاء اللہ تعالیٰ ضرور کامیاب ہوں گے۔"

"آمین ـــــ" شیخ ابو صالح مرتعش آواز میں کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ شیخ ابو صالح کے ساتھ ہی مولانا عبدالسلام، اسد، منوہر سنگھ، زمرد اور رملا بھی کھڑے ہو گئے۔ شیخ ان کو ایک دوسرے آراستہ کمرے میں لائے اور قہوہ طلب کیا۔

اسد نے شیخ ابو صالح کا شکریہ ادا کیا مولانا عبدالسلام نے شیخ کو عربی میں اسکا مفہوم سمجھاتے ہوئے کہا۔

"ہم صرف یہی تحقیق کرنا چاہتے تھے کہ ابو الصلت کا کیا حشر ہوا۔ وہ کہاں گیا اس کی ہوائی کی جسامت کیا تھی اور کتنے آدمی اس کے ساتھ تھے۔ اس نے اپنی ہوائی میں کون سی طاقت استعمال کی تھی وغیرہ وغیرہ اور ان نسخوں اور خط سے ہم کو یہ سب کچھ معلوم ہو چکا ہے۔"

منوہر سنگھ نے کہا "مشرق سے آنے والے آپ کے پاس آ چکے ہیں اور اپنے ان کو وہ پیغام بھی پہونچا دیا ہے۔ وہ ابو الصلت اور اس کے ساتھیوں کی اولادوں تک پہونچنے کی کوشش کریں گے۔"

شیخ ابو صالح نے کہا "کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ آپ کے ساتھ میرا چھوٹا لڑکا سعد بھی وہاں جائے ـــــ"

اسد نے مولانا عبدالسلام سے کہا "اس سے بڑھ کر میرے لئے خوشی کی کیا بات ہو سکتی ہے کہ ہم آل المتقی میں سے ایک کو اپنے ہمراہ لیجائیں۔ کسی دوسری دنیا میں بسنے والے آل المتقی سعد بن ابو صالح کو دیکھ کر یقیناً بہت خوش ہوں گے۔ سعد اس دنیا میں بسنے والے ان ہی کے خاندان کا ایک فرد ہے، ان کے لئے ہم اس دنیا

سے اس سے بہتر اور کوئی تحفہ نہیں لے جا سکتے ہیں۔"

شیخ ابو صالح نے کہا۔ "میرا بیٹا سعد آجکل مراکش ہی میں ہے اس کی عمر کا زیادہ حصہ پیرس میں گذرا ہے۔ اس نے گزشتہ سال وہاں سے ڈاکٹری کی سند حاصل کی ہے اور اب کاسابلانکا میں پریکٹس شروع کرنے کا ارادہ ہے۔"

مولانا عبدالسلام نے شیخ ابو صالح سے دریافت کیا۔

"آپ کے صاحبزادے اس وقت کہاں ہیں ——"

"آپ حضرات کی آمد سے ایک روز قبل وہ اپنی پھوپی کو دیکھنے فیض گئے ہیں وہاں سے الاعوان جائیں گے۔"

"ہم ان کو بخوشی اپنے ساتھ لے جائیں گے۔" مولانا عبدالسلام نے جواب دیا "ہم کل یہاں سے میڈرڈ جانا چاہتے ہیں وہاں سے قرطبہ، غرناطہ مرسیہ اور المیریہ جائیں گے۔"

"کل ہم آبشار دیکھنے چلیں گے۔ آپ لوگ یہاں سے پرسوں روانہ ہوں۔"

سب عصر کے وقت تک شیخ ابو صالح کے پاس بیٹھے ہوئے ان سے باتیں کرتے رہے۔ شام کو نرمدا اور رملا مقامی تحائف خریدنے کے لئے بازار گئیں۔ مولانا عبدالسلام، اسد، منوہر سنگھ اور شیخ ابو صالح کے بھانجے یحییٰ بھی ان کے ساتھ تھے۔

دوسرے روز شیخ ابو صالح سب کو آبشار پر لے گئے۔ سب نے دوپہر کا کھانا وہیں کھایا اور مغرب سے قبل واپس آ گئے۔ روانگی سے قبل شیخ ابو صالح اور اسد میں یہ طے ہو گیا کہ شیخ ابو صالح سعد کو لے کر فیض پہونچ جائیں گے اور واپسی پر اسد سعد کو اپنے ساتھ ہندستان لیجائیے گا۔"

اسد اور اس کے ساتھی اسپین میں صرف ایک ہفتہ رہے۔ انھوں نے قرطبہ اور غرناطہ کے آثار قدیمہ دیکھے اور مرسیہ ہوتے ہوئے المیریہ آئے۔ اسد منوہر سنگھ اور مولانا عبدالسلام اس سے قبل بھی اسپین کی سیاحت کر چکے تھے۔ زمرد کے لئے بھی یہ پہلا اتفاق نہ تھا لیکن ارملا کے لئے یہ آثار قدیمہ نئے تھے۔ ابوالصلت کی رصدگاہ خصوصیت کے ساتھ ان سب کی توجہ کا مرکز تھی۔ انھوں نے رصدگاہ کے قریب رہنے والے کسانوں سے وہ قصے اور کہانیاں سنیں جو اسپین میں صدیوں سے موروں کے متعلق مشہور ہیں۔ رصدگاہ کے احاطہ میں ایک بلند چٹان کو دیکھتے ہی اسد نے کہا تھا۔

"غالباً یہی وہ پلیٹ فارم ہے جہاں سے ابوالصلت کا راکٹ عالم بالا کی طرف گیا ہوگا۔"

منوہر سنگھ، ارملا اور زمرد نے دو گھنٹے تک اس چٹان کو دیکھا۔ اس کا نقشہ تیار کیا اور شام کو سب سبطہ جانے والی ایک دخانی کشتی پر سوار ہو گئے۔

اسد جلد سے جلد ہندوستان پہنچکر اپنی روانگی کی تاریخ مقرر کر دینا چاہتا تھا۔ اس لئے وہ سب دوسرے ہی دن سبطہ سے فیض پہنچے۔ شیخ ابوصالح اور ان کے چھوٹے لڑکے سعد بن ابوصالح نے ان کا خیر مقدم کیا۔ شیخ ابوصالح ان کو دو چار روز فیض میں مہمان رکھنا چاہتے تھے لیکن اسد نے اپنے مشن کی اہمیت کے پیش نظر ان سے معذرت کرلی اور اس جماعت میں سعد کے اضافہ کے ساتھ اسد اور اسکے ساتھی دوسرے ہی روز ایک فرانسیسی طیارے پر قاہرہ کے لئے روانہ ہو گئے۔

لکھنؤ میں ایاز بے چینی کے ساتھ اسد کا انتظار کر رہا تھا۔ اسد کے جانے کے بعد

ٹیلی ویژن کے طلسمی مناظر میں نظر آنے والی پر اسرار لڑکی کی ایک تقریر نے اسے ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا جس روز سے اس نے اس لڑکی کی وہ تقریر سنی تھی اسی روز سے اس نے ہر تقریر کی باقاعدہ ریکارڈنگ شروع کر دی تھی۔

اسد اور اس کی جماعت دہلی پہونچتے ہی اسی روز لکھنؤ کیلئے روانہ ہو گئی۔ اسٹیشن پر ایاز اور اس کے نائبین نے سب کا استقبال کیا۔ مولانا عبدالسلام اسٹیشن سے براہ راست اپنے مکان جانا چاہتے تھے لیکن ایاز نے ان کو اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کر دیا۔ وہ جلد سے جلد ان سب کو لڑکی کی تقریروں کا ریکارڈنگ سنا دینا چاہتا تھا۔ اسد خود بھی ان کو سننے کے لئے بے قرار تھا۔ اس نے ایاز سے تفصیل دریافت کی لیکن اس نے کوئی معقول جواب نہیں دیا۔

رصدگاہ میں پہونچتے ہی ایاز سب کو اس کمرے میں لے گیا۔ جو ٹیلی ویژن کے تجربات کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ اسد نے بڑھ کر ٹیلی ویژن کو دیکھا اس میں ایاز نے دو نئے والو لگا دئے تھے۔

"یہ غالباً ریڈر والو ہیں ـــــ فاصلہ معلوم کرنے کے لئے۔؟"

"ہاں ـــــ میں گزشتہ ایک ہفتہ سے انھیں استعمال کر رہا ہوں۔"

ایاز نے تاروں کا سلسلہ ملایا۔ منوہر سنگھ، ارملا، زمرد اور مولانا عبدالسلام ٹیلی ویژن کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ چکے تھے۔ اسد ٹیلی ویژن پر جھکا ہوا اس کے شیشے اور دھات کے والو دیکھ رہا تھا۔ ایاز نے تاروں کا سلسلہ ملانے کے بعد سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"مناظر میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے لیکن اب وہ لڑکی جس زبان میں تقریر

کرتی ہے وہ غالباً عربی ہے۔ میں عربی سے قطعی ناواقف ہوں لیکن بہر حال یہ ایک ایسی زبان ہے جو لہجہ سے سمجھی جا سکتی ہے۔"

اسد نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھا اور ایاز سے کہا۔

وقت تو ہو چکا ہے ـــــ" وہ ٹیلی ویژن کے پردہ سے قریب ترین کرسی پر بیٹھ گیا اور اس طرف دیکھنے لگا۔

ایاز نے ایک لٹو پر ہاتھ رکھا اور پردہ پر دھوئیں کے رنگین بادل چھانے لگے جیسے کوئی عبیر اور گلال اڑا رہا ہے۔ اسی کے ساتھ متعدد سیٹیاں بجتی ہوئی سنائی دیں ایاز نے دوسرے لٹو کو آہستہ سے گھمایا اور پردہ پر آبشار کا منظر ابھرنے لگا۔

مولانا عبدالسلام اور منوہر سنگھ سعد کو عربی میں کچھ سمجھا رہے تھے۔ سعد آبشار کے منظر کو بغور دیکھنے لگا اس کے بعد جھیل میں کشتیاں نظر آئیں سعد اس طرف ہمہ تن متوجہ ہو گیا۔ منوہر سنگھ اور اسد سعد کو بغور دیکھ رہے تھے اور مولانا عبدالسلام اس کو سمجھا رہے تھے۔

سعد نے محلات اور بازاو کے مناظر دیکھتے ہی کہا۔

"قدرت کڑیاں ملاتی چلی جا رہی ہے۔"

وہ پھر ان پراسرار مناظر میں کھو گیا۔ اسد کے قلب کی حرکت تیز ہوتی جا رہی تھی اور وہ گھبرا گھبرا کر چاروں طرف دیکھ رہا تھا کہ یکایک نشر گاہ کا منظر سامنے آگیا۔ لڑکی مجسمے کے قریب کھڑی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ اسد نے کرسی کی پشت پر سر ٹکا لیا لیکن سعد کرسی کے دونوں ہتوں پر ہاتھ ٹیک کر آگے کی طرف جھک گیا اور اس لڑکی کے دل کش خدوخال اور لباس کو بغور دیکھنے لگا ــــ لڑکی

ابھی تک خاموش کھڑی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ لڑکی کا پیکر اور مجسمہ قریب تر ہوتے جا رہے تھے۔ وہ اس وقت ہلکے پیازی رنگ کی شلوار اور اسی رنگ کا کیمونو یا قمیض پہنے ہوئے تھی اور شمالی ہند کی نوجوان لڑکیوں کی طرح سینے اور شانوں پر آسمانی رنگ کا دوپٹہ ڈالے ہوئے تھی۔ سعد جھک کر اپنی جگہ سے بہت آگے بڑھ چکا تھا لیکن اسد اسی طرح کرسی کے تکیہ پر سر ٹکائے ٹکٹکی باندھے لڑکی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

لڑکی نے اس انداز میں اپنی گردن گھمائی جیسے وہ ان ہی لوگوں کی طرف متوجہ ہوئی ہے اور صاف آواز میں "السلام علیکم" کہا۔

اسد۔ مولانا عبدالسلام۔ سعد، منوہر سنگھ، ارملا اور زمرد بیک وقت اچھل پڑے۔ اور سب نے متحیر ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ سعد نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ لڑکی نے عربی میں کچھ کہنا شروع کیا۔ سب اس طرف متوجہ ہو گئے ایکبار سعد نے وفور جوش میں چیخ کر عربی زبان میں کچھ کہا، مولانا عبدالسلام نے اسے فوراً خاموش کرا دیا چند منٹ بعد پھر آبشار کا منظر ابھرتا ہوا نظر آیا۔ ایانہ نے ایک لٹو گھما کر ٹیلی ویژن کا سلسلہ منقطع کر دیا اور ٹیلی ویژن کے پاس رکھا ہوا برقی لیمپ خود بخود روشن ہو گیا۔ سب آپس میں اونچی آوازوں میں باتیں کرنے لگے۔

سعد، منوہر سنگھ اور مولانا عبدالسلام سے کہہ رہا تھا۔

"رب کعبہ کی قسم وہ بہت فصیح عربی بول رہی تھی۔ اس کا لہجہ اندلسی تھا اور بعض الفاظ بھی اسی زمانہ کے تھے۔ وہ اب متروک ہیں لیکن قدیم قلمی کتب میں موجود ہیں ——"

"ہم اس کی نعمتوں کو کہاں تک جھٹلائیں" مولانا عبدالسلام نے جواب دیا۔

"ہم جھٹلا ہی نہیں سکتے —— وہ قادر مطلق خالق اکبر ہے ——

وہ یقیناً آل المتقی میں سے ہے۔ بیشک وہ ابوالصلت کی اولاد میں سے ہیں

بیشک خدا سب سے بڑا ہے ——"

سعد فرط جوش میں بہت کچھ کہہ گیا۔ اسد نے سعد کی گفتگو کا مفہوم سمجھنے کے بعد مولانا عبدالسلام سے دریافت کیا۔

"اس نے اپنی تقریر میں کیا کہا تھا۔؟"

منوہر سنگھ نے آگے بڑھ کر کہا "میں نے اس کی تقریر حرف بحرف لکھ لی ہے۔"

اس نے اپنی نوٹ بک کے چند صفحات الٹ کر عربی کی عبارت پڑھی اور مولانا عبدالسلام اور سعد کی تصدیق کے بعد اسد ایاز مراد اور رملا کو اس کا مطلب سمجھاتے ہوئے کہا۔

"وہ کہہ رہی تھی:۔

اے دوسری دنیا میں بسنے والے انسانو! خدا نے تم کو زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا۔ جس نے اس خلافت کو برقرار رکھا اسکو اسنے ریگ کے ذروں اور رات کے تاروں کی طرح اقصائے عالم میں پھیلا دیا۔ ہمارے اسلاف نے جد وجہد کی اس نے جو چیزیں ان کے لئے پیدا کی تھیں ان کو حاصل کرنے کی کوشش کی اور اسنے اپنے وعدے پورے کئے۔ اس نے اپنے ایک ایسے بندے کو کرۂ ارض سے ثور تک پہونچا دیا اور وہاں اس نے شہر

آباد کیے۔

ہم اس کے منتظر ہیں جس کی آمد کی پیشین گوئی ہمارے مورث اعلیٰ نے کی تھی ——— اے فضائے بسیط کی منتشر دنیاؤں میں رہنے والو ——— کائنات کی وسعتوں کی طرف دیکھو۔ اپنی ہی دنیا کو کائنات سمجھنے والو! اس کے پیغامات کو سنو۔ اس کے وعدوں کو سمجھو اور نظام شمسی کی حدود کو بھی عبور کر جاؤ۔

افق نظر کی کمزوری ہے۔ اسے دور کر دو ——— اسے پیچھے چھوڑ جاؤ ———"

منوہر سنگھ کے خاموش ہوتے ہی اسد نے کہا۔

"تقریر نامکمل معلوم ہوتی ہے ———"

"میں ایسی ہی چھ تقریریں ریکارڈ کر چکا ہوں" ایاز نے اسد کو جواب دیا۔

سعد خاموش کھڑا ہوا ٹیلی ویژن کی طرف دیکھ رہا تھا۔ وہ کسی گہرے خیال میں کھویا ہوا تھا۔ ایاز نے کہا۔

"اب آپ لوگ میرے کمرے میں چل کر باتیں کیجئے ——— گیارہ بج چکے ہیں مولانا آپ دوپہر کا کھانا کھا کر جائیں گے ———"

(۱۲)

دوپہر کے کھانے سے قبل تک سب ایاز کے کمرے میں بیٹھے ہوئے باتیں کرتے رہے۔ اسد اور سعد انگریزی اور فرانسیسی زبانوں میں باتیں کر رہے تھے سعد نے اسد سے دریافت کیا۔

"کیا اردو زبان کا سیکھنا مشکل ہے۔"

"بہت آسان زبان ہے اور آسانی کے ساتھ سیکھی جا سکتی ہے۔" اسد نے جواب دیا۔

زمرد بول اٹھی "—— لیکن عربی بہت مشکل زبان ہے۔ ہم اسے اس آسانی کے ساتھ نہیں سیکھ سکتے ہیں۔"

"زمرد! میں تم کو ایک ماہ میں طاق کر دوں گا —— صرف ایک گھنٹہ روزانہ محنت کر ڈالو ——" مولانا عبدالسلام نے کہا

"میں تیار ہوں ——"

سعد نے اسد سے کہا "—— اور میں آپ کا ذمہ لیتا ہوں بشرطیکہ آپ مجھے اردو میں بات چیت کرنا سکھا دیں۔"

اسد نے کہا "—— اردو تو ایک ایسی زبان ہے جو ہندوستان میں رہ کر خود بخود آ جاتی ہے۔"

ایاز کے ایک ملازم نے دروازہ پر آ کر کہا۔

"حضور! میز چن دی گئی ہے صاحب نے آپ لوگوں کو سلام دیا ہے۔"

سب نے کھانا کھایا اور مولانا عبدالسلام رصدگاہ کے اسٹیشن ویگن پر مع اپنے سامان کے چلے گئے۔ زمرد نے اپنی کوٹھی پر فون کیا اور کچھ دیر بعد اسکی کار آگئی۔ اسد نے اسکو رخصت کرتے ہوئے کہا۔

"میں آج رات کا کھانا سعد اور ایاز کے ساتھ شبستان میں کھاؤں گا اگر وقت ملے تو تم بھی آجانا ——"

"وقت ملنا کیا معنی میں ضرور آؤں گی۔ میں نے آج ہی سعد سے وعدہ کیا ہے کہ ان کی لکھنؤ کی سیر کراؤں گی ——"

"ارملا، فیروزہ، منوہر سنگھ اور مینو بھی غالباً ہم کو وہیں ملیں گے۔"

زمرد ہاتھ ہلاتی ہوئی چلی گئی۔ شام کو ایاز اور اسد سعد کے ساتھ شبستان پہنچے زمرد باہر کھڑی ہوئی ان کا انتظار کر رہی تھی اس کے ساتھ اس کی تین سہیلیاں تسنیم، نوشابہ اور زہرہ جبیں بھی تھیں۔ ایاز اور اسد صرف تسنیم سے واقف تھے زمرد نے سب کا ایک دوسرے سے تعارف کرایا اور شبستان کے اندر داخل ہوئے سعد نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"واقعی لکھنؤ ہندستان کا پیرس ہے۔"

کچھ ہی دیر بعد ارملا اور منوہر سنگھ بھی آگئے۔ فیروزہ اور مینو کسی ضرورت سے چارباغ چلے گئے تھے۔ سب نے ایک ساتھ کھانا کھایا اور باتیں کرتے ہوئے باہر آگئے۔ ارملا نے کہا۔

"آج ڈریم لینڈ میں ڈانس ہے۔ سنا ہے کہ کوئی غیر ملکی بینڈ آیا ہوا ہے۔"

سعد کو بھی ڈانس سے دلچسپی تھی سب باتیں کرتے ہوئے ڈریم لینڈ کی طرف چلنے لگے۔ ان سے کچھ آگے چند نوجوان آپس میں باتیں کرتے اور قہقہے لگاتے ہوئے اسی طرف جارہے تھے۔ ان میں لڑکیاں بھی تھیں۔ کسی بات پر سب نے ایک ساتھ قہقہہ لگایا اسد نے ایاز سے کہا۔

"یہ تو فرخ معلوم ہوتا ہے۔"

"جی ہاں ـــــ" زمرد نے اس طرف دیکھتے ہوئے کہا" اس کے ساتھ تزئین بھی ہے۔ وہ بنفشی غرارے والی ـــــ"

فرخ اور اس کے ساتھی چاکلیٹ اسٹال کے سامنے پہونچکر ٹھہر گئے۔ اسد اور ایاز نے اس پارٹی سے بچکر نکل جانے کی کوشش کی لیکن تزئین نے اسد کو دیکھ لیا اور فرخ نے بڑھ کر اسد کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"قسم خدا کی بہت ملے۔ یقین مانو ـــــ آج تم بری طرح یاد آرہے تھے۔"

اسد نے فرخ کی بے سروپا باتوں کا جواب دینے کے بجائے سعد کو سب سے متعارف کرایا اور فرخ اور اس کے ساتھی بھی ایاز اور اسد کی جماعت کے ساتھ ڈریم لینڈ کی طرف روانہ ہوگئے ایاز اور فرخ نے اپنے ساتھیوں کے لئے داخلے کے ٹکٹ خریدے اور سب ہال میں پہونچ گئے۔ ہال کا ایک گوشہ نیپالی لڑکیوں اور نوجوانوں سے بھرا ہوا تھا۔ فرخ نے جھک کر اسد کے کان میں کہا۔

"ہمالیہ کی بلندیوں سے میدانوں کی پستیوں میں آنے والا حسن و شباب بھی دیکھ لو ـــــ"

"میں تو ایک مدت سے ان بلندیوں اور پستیوں سے بے تعلق ہو کر ایک

درمیانی علاقہ میں زندگی بسر کر رہا ہوں۔ ان شعلہ رخوں سے تم ہی جیسے نوجوان اپنی آنکھیں سینک سکتے ہیں۔"

"یہ کمبخت ہمالیہ کی برف کی طرح ٹھنڈی ہے۔ ننگا پربت کی طرح یخ بستہ۔"

تزئین مسکراتی ہوئی ان کے پاس آگئی اور اسد سے پوچھا۔

"کیا سرگوشیاں ہو رہی ہیں دونوں میں ـــــ؟"

"فرخ مجھ سے دریافت کر رہے ہیں کہ برف میں کس طرح حرارت پیدا کی جا سکتی ہے۔"

اسد نے ہنسکر جواب دیا۔

"برف یقیناً حرارت سے پگھل جاتی ہے۔" تزئین نے اپنے جواب کی اہمیت پر غور کئے بغیر کہدیا۔

سعد اور زمرد ان سے کچھ فاصلہ پر کھڑے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

فرخ نے کہا "زمرد بہت زیادہ رومان پسند ہو گئی ہے۔"

ایاز، منوہر سنگھ، ارملا، تسنیم اور نوشابہ کرسیوں کے درمیاں سے گزرتے ہوئے ایک گوشے کی طرف جا رہے تھے۔

اسد نے فرخ سے کہا "آؤ چل کر بیٹھیں۔"

وہ سب بھی اسی طرف بڑھ گئے۔

دس منٹ بعد رقص شروع ہوا۔ نیپالی لڑکیاں اپنے ساتھی نوجوانوں کیساتھ رقص کرنے لگیں۔ زمرد نے سعد کے ساتھ رقص شروع کیا۔ فرخ نے اسے دوبار رقص کرنے کی دعوت دی لیکن اس نے ہنسکر ٹال دیا۔ اسد اور ایاز اپنی پارٹی کیساتھ

گیارہ بجے ہال سے باہر نکل آئے۔ زمرد اپنی سہیلیوں کے ساتھ اپنی کوٹھی کی طرف چلی گئی۔

راستہ میں منوہر سنگھ نے اسد اور ایاز سے بتایا کہ وہ نیپالی لڑکیاں کھٹمنڈو کے چند دولت مند خاندانوں کی ہیں اور سیاسی شورش کی وجہ سے لکھنؤ آگئی ہیں نیپالی عوام کا عقیدہ ہے کہ راناؤں کے لڑکے اور لڑکیاں صرف عیش کرنے کے لئے پیدا ہوتے ہیں ــــ"

سعد نے کہا "میں ہندوستان کو ایک پست ماندہ ملک تصور کرتا تھا لیکن یہاں آکر معلوم ہوا کہ یہ ملک بھی کسی اعتبار سے یوروپی ممالک سے پیچھے نہیں ہے"

منوہر سنگھ بول اٹھا۔ ــــ لیکن یہاں کی اکثریت اس معاشرت کو اچھی نظر سے نہیں دیکھتی ہے ــــ"

اسد نے کہا "اس دنیا کی باتیں چھوڑو ــــ ہم کو کل رات کی ٹرین سے نینی تال کے لئے روانہ ہو جانا چاہیئے"۔

سعد نے ایاز سے کہا "کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ میں اس پراسرار لڑکی کی وہ تقریر بھی سن سکوں جو عربی سے ملتی جلتی کسی دوسری زبان میں ہے ــــ؟"

"مولانا عبدالستار کل صبح نو بجے آجائیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ ایک بار پھر میری موجودگی میں آپس میں تبادلہ خیال کرلیں"

"تبادلۂ خیال سے زیادہ ہم کو ان فلمس کے دیکھنے کی ضرورت ہے جو تم نے تیار کئے ہیں ــــ" اسد نے ایاز سے کہا۔ "وہ فلمس میں اپنے ساتھ لیجاؤنگا تم میرے راکٹ کے لئے ایک ٹیلی وژن جلد سے جلد تیار کرلو ــــ"

"میں اس ماہ کے آخر تک تمہارے پاس آؤنگا۔ اس وقت تک میں ایک ایسا ٹیلی ویژن تیار کرلوں گا جو تمہارے راکٹ میں استعمال کیا جا سکے۔"

کار فراٹے بھرتی ہوئی رصدگاہ پہونچ گئی۔

دوسرے روز مولانا عبدالسلام۔ سوہن سنگھ، اسد، سعد، ارملا۔ زمرد اور ایاز میں بارہ بجے تک تبادلہ خیال ہوا۔ اس کے بعد پروجکشن تھیٹر میں ان عجیب وغریب مناظر کے فلم دیکھے گئے۔ سعد نے اس پراسرار لڑکی کی تقریروں کے بعض حصے بھی سنے اور اور باہر آکر اسد اور مولانا عبدالسلام سے کہا۔

"اس میں بعض الفاظ اس زبان کے ہیں جو عربوں، اسپینوں اور فرانسیسیوں کے میل جول سے اندلس میں بنی تھی اور بعد میں مولدین کی زبان کہلائی۔ خلیفہ عبدالرحمٰن ثانی کے دور میں اس زبان کو اسپین میں وہی درجہ حاصل تھا جو سلطان صلاح الدین ایوبی کے زمانہ میں افرنجی زبان کو حاصل تھا۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا۔" مولانا عبدالسلام نے کہا ــــ "لیکن چونکہ میں فرانسیسی اور دیگر یوروپی زبانوں پر عبور نہیں رکھتا ہوں اس لئے ان الفاظ کو نہ سمجھ سکا۔"

سعد نے کہا "اس میں بیشتر الفاظ بگڑی ہوئی عربی کے ہیں لیکن کچھ الفاظ ایسے بھی ہیں جو عربی اسپینی۔ پرتگالی اور فرانسیسی زبانوں کے ہیں۔"

اسد نے کہا "اب اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ گئی ہے کہ ابوالصلت اپنی ہوائی کے ذریعہ کسی دوسرے سیارے تک پہونچا۔ خلیفہ وقت کے عتاب سے ڈر کر اس نے اور اس کے ساتھیوں نے وہاں پناہ لی اور وہاں اس کی نسل آجتک آباد ہے اور برابر ترقی کرتی رہی ہے۔"

"بہر حال ہم کو آج ہی یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیئے۔"

"میں آپ حضرات کو اسٹیشن پر ملوں گا۔"

مولانا عبدالسلام زمرد کی کار پر چلے گئے۔ سعد بھی تاریخی عمارتیں دیکھنے کی غرض سے زمرد کے ساتھ چلا گیا۔

اسد اپنی پارٹی کے ساتھ دوسرے روز سہ پہر تک اپنی کوہستانی قیام گاہ میں پہونچ گیا۔ راکٹ تیار ہو چکا تھا اور ڈاکٹر ایرج ضروری تجربات بھی کر چکا تھا مزید تیقن کے لئے دوسرے روز اسد تمام دن اپنی ہوائی کو دیکھتا رہا، اس نے دوبارہ ٹنکیوں میں ایندھن بھرا اور خالی کیا۔ ایندھن کو طاقتور گیس میں تبدیل کرنے والے آلات اور مشینری کو متعدد بار چلا کر دیکھا۔ سعد کے لئے یہ ہوائی ایک نئی چیز تھی۔ وہ بھی تمام دن اسد کے ساتھ رہا۔ ڈاکٹر جمیل کا خیال تھا کہ اس ہوائی کو ایک بار تجربہ کے طور پر فضا میں لے جایا جائے لیکن اسد نے اس ہوائی کے لئے جو مشینری بنائی تھی اس پر اسکو اعتماد تھا۔ اس لئے تجرباتی پرواز کے بجائے یہ قرار پایا کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے اسد اپنی جماعت کے ساتھ روانہ ہو جائے،

اسد کا ہیلی کوپٹر آ چکا تھا۔ اس مہم کی تیاری میں وہ بہت کار آمد ثابت ہوا اور ایک ہفتہ کی قلیل مدت میں ایک سال کی ضرورت کے لئے ہر چیز فراہم کر لی گئی اسد دو بار لکھنؤ آیا اور آخری بار ایاز اور اس کے دو ساتھیوں کو بھی اپنے ہمراہ اپنی رصدگاہ لے گیا۔ ایاز کا تیار کردہ نیا ٹیلی ویژن بھی ہوائی میں لگا دیا۔ اس ٹیلی ویژن کے علاوہ تین طاقتور ریڈیو اور پیغامات نشر کرنے والے دو طاقتور ٹرانسمیٹر بھی لگائے گئے۔

ہندوستان کے چار مشہور ماہرین فلکیات اسد کی رصدگاہ میں پہونچ چکے تھے

اور ایاز کے بتائے ہوئے فاصلہ پر فضائے بسیط میں سیارے کو تلاش کر رہے تھے جو زحل اور عطارد سے بھی زیادہ فاصلہ پر اپنے محور پر گردش کر رہا تھا۔ ڈاکٹر ایرج اور ایاز نے مشاہدات کی تیسری رات کو چھ گھنٹے کی کوشش کے بعد اپنی فلک بین سے اسے دیکھ لیا۔ مدراس کے مشہور ماہر اجرام فلکی ڈاکٹر راماسوامی کو اسی وقت انکی خوابگاہ سے بلا یا گیا۔ اگرچہ ان کی طبیعت ناساز تھی لیکن وہ اسی وقت گون پہنے ہوئے آ گئے۔ اور نصف گھنٹہ تک فلک بین سے مشاہدہ کرنے کے بعد انھوں نے اسکی تصدیق کر دی کہ ایاز نے اپنے ٹیلی ویژن اور ریڈر کی مدد سے جو فاصلہ بتایا ہے وہ کسی حد تک صحیح ہے اور اسی فاصلہ پر کائنات میں ایک بڑا سیارہ ہے۔

ڈاکٹر ایرج ایاز اور ڈاکٹر شراف نے مشاہدات کے بعد ہی یہ بھی تیقن کے ساتھ بتا دیا کہ اس کا قطر تقریباً آٹھ ہزار میل ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر راماسوامی نے اگرچہ اس سے اختلاف کیا لیکن اسد نے دوسرے ہی روز اجرام فلکی کے نقشے میں اسکا مقام وقوع دریافت کر لیا اور اس پر ایک سرخ نشان بنا دیا گیا۔

ڈاکٹر راماسوامی اور ڈاکٹر سین گپتا کا کہنا تھا کہ ان کو کسی ایسے سیارے کا علم نہیں ہے جو کرۂ ارض سے دو ارب ۹ کروڑ ۸۰ لاکھ میل کے فاصلہ پر ہو۔ گزشتہ دو سو برس سے کسی ماہر فلکیات نے کسی ایسے سیارے کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا۔ لیکن مولانا عبدالسلام اور ڈاکٹر منوہر سنگھ ان دونوں ہیئت دانوں کے اس خیال کو کوئی اہمیت نہیں دے رہے تھے۔ شیخ ابو صالح کے کتب خانہ سے انھوں نے جو معلومات حاصل کی تھیں وہ ان کے لئے کافی تھیں۔ ابو الصلت نے سات آٹھ سو سال قبل اس سیارے کو دریافت کیا تھا اور وہ وہاں پہونچ چکا تھا۔

اسد نے اپنے رفقائے کار سے مشورہ کیا۔ مولانا عبدالسلام، زمرد اور ارملا نے اس سیارے کی تصدیق کی زمرد نے اپنی یادداشت کی کاپی کھول کر چند صفحات پڑھے اور سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"یہ سیارہ ابوالصلت اور اس کے ہم عصر ہیئت دانوں نے دریافت کیا تھا اور اس کا نام ثفر رکھا۔ عربی زبان میں دم کے آخری حصہ یا پھنگی کو ثفر کہتے ہیں۔"

اسد فوراً بول اٹھا۔ "ہم اس نئے سیارے کو ثفر کہیں گے۔"

ارملا نے کہا۔ "ایک پرتگالی ہیئت داں نے سترھویں صدی عیسوی میں ایک ستارے کے متعلق انکشاف کیا تھا اس نے اس ستارے کو سائی فر لکھا ہے ہو سکتا ہے کہ ثفر ہی بگڑ کر بعد میں سائی فر کہلایا ہو۔ وہ اس دنیا سے یقیناً بہت فاصلہ پر ہے اور فلک بین کے بغیر نظر نہیں آسکتا ہے لیکن اس کے یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ وہ ہمارے نظام شمسی سے باہر ہے۔"

"بہرحال یہ دوری ہم کو وہاں تک پہونچنے سے نہیں روک سکتی ہے۔" اسد نے عزم صمیم کے ساتھ کہا۔ "میرا راکٹ ایک روز سطح ثفر پر ضرور اتریگا انشاء اللہ تعالیٰ"

"آمین ——" مولانا عبدالسلام نے بآواز بلند کہا۔

ڈاکٹر راماسوامی، ڈاکٹر شراف، عادل جی اور ان کے ساتھی دوسرے روز اپنے مرکزوں کی طرف واپس چلے گئے۔ ایاز، اسد، ارملا اور ڈاکٹر جمیل نے نئے نقشے تیار کئے اور مولانا عبدالسلام نے روانگی کی تاریخ مقرر کر دی اور دوسرے ہی روز اخبارات کے صفحہ اول پر جلی عنوانات سے یہ خبر شائع ہو گئی کہ ہندوستان کا مشہور سائنسداں ڈاکٹر اسد ۱۵؍جولائی کو اپنی رصدگاہ سے ۱ بجے راکٹ کو

فضائے بسیط میں لیجائے گا۔ اس مہم میں حصہ لینے والوں کے نام اور تفصیل کو مصلحتاً صیغہ راز میں رکھا گیا تھا لیکن اس کے باوجود چند اخبارات نے دو درجن سے زائد سائنسدانوں کے نام شائع کر دیے۔

اسد کو معلوم تھا کہ اخبارات میں خبر شائع ہوتے ہی اس کی رصدگاہ اخباری نمائندوں اور اخبار نویسوں کی آماجگاہ بن جائے گی اس لئے اس نے لکھنؤ سے ایاز کے ایک نائب ڈاکٹر مجیب کو بلا کر رابطہ اور اطلاعات کا کام اس کے سپرد کر دیا اور خود ایک جدید تجربہ میں مصروف ہو گیا۔ اس نے یہ تجربہ ایک تانبہ کی نلکی پر شروع کیا۔ کسی کو اس کا علم نہیں تھا کہ اس سے اس کا مقصد کیا ہے وہ روزانہ اپنے رفقاء کار سے تبادلہ خیال کرتا رہتا تھا۔

سعد کا زیادہ وقت ان قدیم قلمی نسخوں کے مطالعہ میں گزرتا تھا جو وہ رضوان سے اپنے ساتھ لایا تھا ایک روز اس نے اسد، مولانا عبدالسلام، ارملا، زمرد، منوہر سنگھ اور ڈاکٹر ایرج کی موجودگی میں بتایا کہ وہ سیارہ جہاں وہ لوگ جانے والے تھے واقعی آٹھ سو سال قبل دریافت کیا گیا تھا۔ اسے قرطبہ کے ایک ہیئت داں زبیر بن فاروق الحسنی نے دریافت کیا تھا۔ اس نے مولانا عبدالسلام کی طرف ایک کتاب بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ملاحظہ فرمائیے ــــــ اس میں تفصیل کے ساتھ ثفر کا تذکرہ ہے۔"

مولانا عبدالسلام نے آہستہ سے کتاب کو کھولا۔ کاغذ کے رنگ ہی سے ظاہر ہو رہا تھا ــــ کہ وہ بوسیدہ ہو چکا ہے۔ مولانا عبدالسلام نے نشانی لگے ہوئے صفحہ کو کھولا اور پڑھنے لگے۔ سب خاموش بیٹھے ہوئے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

دو چار صفحات پڑھنے کے بعد مولانا عبدالسلام نے اپنی آنکھوں پر سے چشمہ اتارتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ——— بہت ٹھیک ——— گویا اب ثفر کے متعلق کوئی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں رہ گئی ہے" انھوں نے سب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"زبیر بن فاروق الحسنی نے چند ستاروں کے جھنڈ کو شرملہ کا نام دیا۔ شرملہ عربی میں مادہ لومڑی کو کہتے ہیں۔ یہ نام اس لئے دیا گیا کہ اس جھنڈ کے ستاروں کو خط مستقیم کھینچکر ایک دوسرے سے ملانے کے بعد لومڑی کا خاکہ بن جاتا ہے۔ زمانہ قدیم کے ہیئت دانوں نے بیشتر ستاروں کو ایسے ہی ناموں سے موسوم کیا ہے۔"

سب خاموش بیٹھے ہوئے مولانا عبدالسلام کی طرف دیکھ رہے تھے انھوں نے ایک بار پھر اس کتاب کے ایک صفحہ پر نظر ڈالی اور ایک ساعت بعد بولے۔

"ثفر دم کو کہتے ہیں۔ ستاروں کے جھنڈ سے جو لومڑی بنتی ہے یہ ستارہ اسکی دم کی پھنگی پر آتا ہے۔ یہ بہت زیادہ روشن ہے۔ اسی لئے اس کو ثفر کہا گیا۔ بعض مورخین کا خیال ہے کہ زبیر بن فاروق نے صرف ثرملہ ہی کو دریافت کیا اس میں ثفر بھی تھا لیکن اس کو کوئی خاص نام سے نہیں موسوم کیا گیا۔ لیکن جب ابوالصلت کو ان سیاروں کے متعلق علم ہوا تو اس نے ہر ستارے کا مشاہدہ کیا اور اس سیارے کو ثفر کے نام سے موسوم کیا" مولانا نے اسد کی طرف دیکھا اور کتاب بند کردی۔

اسد نے کہا "بہرحال ثفر کوئی نیا سیارہ نہیں ہے۔"

اس سیارے کے متعلق سب بہت دیر تک آپس میں تبادلہ خیال کرتے رہے

روانگی میں صرف تین ہفتے باقی رہ گئے تھے۔ اس لئے قرار پایا کہ جو شخص اپنے مکان جانا چاہے پندرہ روز کے لئے جا سکتا ہے۔ اسد نے سعد سے کہا۔

"اگر آپ مراکش جانا چاہتے ہیں تو جا سکتے ہیں۔"

"میں سب سے رخصت ہو کر آیا ہوں۔"

زمرد بول اٹھی۔ تو میرے ساتھ چلئے۔ میں آپ کو ہندوستان کے تاریخی مقامات دکھلاؤں ——"

سعد تیار ہو گیا اور دوسرے روز مولانا عبدالسلام، زمرد، سعد، ارملا، منوہر سنگھ ڈاکٹر ایرچ، ڈاکٹر جمیل اور ایاز لکھنؤ کے لئے روانہ ہو گئے۔

زمرد نے لکھنؤ پہونچتے ہی اپنی ضروریات کی چیزوں کی فہرست اپنے بھائی کو دیدی اور سعد کے ساتھ آگرہ پہونچی۔ تاج محل کو دیکھ کر سعد کو مدینۃ الزہرا یاد آگیا۔ اس نے زمرد سے کہا۔

"ہندوستان کے مسلمانوں نے اس ملک میں اپنے قدم جمائے اور وہ آج تک یہاں موجود ہیں اس لئے ان کی اسلاف کی یادگاریں بھی محفوظ ہیں لیکن اندلسی مسلمانوں نے عیش و عشرت میں پڑ کر اپنا سب کچھ تباہ کر دیا اور خود بھی تباہ ہو گئے۔

زمرد نے کہا "واقعی مدینۃ الزہرا بھی اپنے وقت کا ایک مثالی شہر ہو گا اسکے آثار سے پتہ چلتا ہے کہ وہ مسلمانوں کے عروجی دور میں بہت خوشنما اور شاندار شہر ہوگا۔"

آگرہ کے بعد دونوں نے دہلی کی سیر کی وہاں سے جے پور اور جودھپور ہوتے

ہوئے آٹھویں روز بمبئی پہونچے اور بارھویں روز لکھنؤ واپس آ گئے۔ اس اثناء میں دونوں ایک دوسرے کی زبان سمجھنے اور بولنے لگے تھے۔ اور کسی کسی وقت انگریزی یا فرانسیسی زبانوں کے علاوہ اردو اور عربی میں بھی باتیں کرتے تھے۔

سعد ایک چھبیس سالہ خوش رو مراکش عرب تھا۔ اس نے پیرس میں تعلیم پائی تھی اور ڈاکٹری کی سند بھی وہیں سے حاصل کی تھی۔ وہ خاموش طبیعت کا ایک اولوالعزم نوجوان تھا۔ ہندوستان کی سیاحت کے دوران میں دونوں میں کافی بے تکلفی ہوگئی تھی زمرد اس کے قرب سے ایک گونہ مسرت محسوس کرنے لگی تھی اور سعد کی طبیعت بھی اس کی عدم موجودگی میں بے کیف ہو جاتی تھی۔ لکھنؤ پہونچتے ہی زمرد کی عزیز ترین سہیلی تسنیم نے اس کو الوداعی پارٹی دی اس روز اسد بھی کسی ضرورت سے لکھنؤ آیا تھا۔ اس نے بھی اس پارٹی میں شرکت کی۔

ارملا، منوہر سنگھ، مولانا عبدالسلام، ایاز، ڈاکٹر ایرج اور زمرد کے چند دیگر دوست بھی اس دعوت میں شریک ہوئے، دوسرے روز ایاز نے اسد اور اس کے ساتھیوں کے اعزاز میں ایک عشائیہ کا انتظام کیا۔ اسی روز شام کو ارملا نے مولانا عبدالسلام سے کہا

"مولانا! اگر روانگی سے قبل ہم لکھنؤ ہی میں ایک پرمسرت تقریب منالیں تو کیسا رہے ——؟"

"میرے خیال میں تو ہم ایسی تقاریب منا رہے ہیں۔ کل تسنیم نے پارٹی دی آج ایاز صاحب کے یہاں دعوت ہے ——"

"میں اور میں کیا ہم سب یعنی تسنیم، منوہر سنگھ، ڈاکٹر ایرج، اور خود اسد صاحب

اس سے بھی زیادہ پرمسرت تقریب منانا چاہتے ہیں ۔۔۔ اور چونکہ آپ ہم سب میں بزرگ ہیں اس لئے ہم سب کی یہ تمنا ہے کہ اس تقریب کا سلسلہ آپ ہی شروع کریں اور آج ۔۔۔ یعنی ۔۔۔ یعنی یہ کہ میں، آپ کی بیٹی کا درجہ رکھتی ہوں خود کیا کہہ سکتی ہوں لیکن ۔۔۔"

ارملا کو ہچکچاتے دیکھ کر تسنیم بول اٹھی ۔

"زمرد اور سعد ایک دوسرے سے بہت مانوس ہو چکے ہیں ۔ ایک دوسرے کو اچھی طرح سمجھ چکے ہیں اس لئے کیا ہی اچھا ہو کہ یہیں دونوں کا عقد ہو جائے ۔"

"اوہ ۔۔۔" مولانا خوش ہو کر اپنی گھنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکرائے ۔

ارملا نے کہا "سعد اب تک محض اس لئے خاموش رہے ہیں کہ وہ یہاں خود کو ایک غیر ملکی سمجھ رہے ہیں ۔۔۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کو اپنائیں ۔"

"اگر زمرد تیار ہے تو اس سے بڑھ کر ہم سب کے لئے خوشی کی اور کون سی بات ہو سکتی ہے ۔"

مولانا عبدالسلام نے ارملا اور تسنیم کو جواب دیا ۔

تسنیم نے کہا "زمرد بالکل تیار ہے ۔ اس کا فیصلہ اٹل ہوتا ہے ۔"

مولانا عبدالسلام نے اسد سے باتیں کرنے کے بعد ایاز کی رصدگاہ میں کھانے سے قبل اس نسبت کا اعلان کر دیا اور دوسرے روز زمرد کی کوٹھی پر بعد نماز ظہر مولانا عبدالسلام نے زمرد اور سعد کو زوجین کے رشتہ میں منسلک کر دیا ۔

زمرد کی کوٹھی پر رات کے کھانے کے بعد ہی زمرد سعد، اسد، ارملا، منوہر سنگھ

مولانا عبدالسلام اور ان کے دیگر ساتھی نینی تال کے لئے روانہ ہو گئے۔

(۱۳)

اسد، ایاز اور مولانا عبدالسلام مہم پر جانے والوں کا انتخاب روانگی کی تاریخ کے تعین کے ساتھ ہی کر چکے تھے لیکن مصلحتاً ان کو صیغہ راز میں رکھا گیا تھا۔ اسد کی رصدگاہ میں اخبار نویسوں اور رپورٹروں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ وہ نینی تال سے پیدل چل کر اس پراسرار دو منزلہ عمارت تک پہونچ رہے تھے جہاں سے راکٹ فضائے بسیط میں پرواز کرنے والا تھا۔

اسد نے اپنی رصدگاہ میں پہونچتے ہی مجیب سے کہدیا کہ وہ ناموں کا اعلان کردے۔ دوسرے ہی روز اخبارات میں فہرست شائع ہو گئی۔ اسد اس مہماتی جماعت کا قائد تھا، مولانا عبدالسلام اپنے علم و فضل، بزرگی اور تجربات کی وجہ سے اس مشن کے صدر کی حیثیت رکھتے تھے۔ سعد مراکش کا ایک کامیاب ڈاکٹر تھا اور پیرس کے سب سے بڑے اسپتال میں دو سال تک تجربات حاصل کر چکا تھا اسلئے اسے مشن کا طبی نگراں مقرر کیا گیا۔ دیگر اراکین مشن کے نام اور فرائض حسب ذیل تھے

ڈاکٹر منوہر سنگھ —— پائلٹ

ڈاکٹر ایرج شاہپور —— پائلٹ

مینو بزرجمہر —— معاون

انعام اللہ —— معاون

ڈاکٹر جمیل ———— ہیئت داں

مس ارملا ———— معاون

زمرد، سعد ———— معاون طبی نگراں و نگراں توشہ خانہ و مطبخ

فیروزہ ———— ماہر نباتات و جمادات و مشاہد

جاوید انصاری ———— شاہد خصوصی و مہتمم نشرگاہ

یوسف پرویز ———— معاون مہتمم نشرگاہ اور خاکہ نویس

نعیم سرکار ———— فوٹوگرافر

میمونہ آفاق ———— معاون عمومی و نمائندہ پریس

جمیل نعمانی ———— مہتمم محافظ خانہ و نمائندہ پریس

منے خاں، عبدالرحیم، امتیاز اور مجید باورچی۔ خدمت گار اور ایسی ہی دیگر خدمات کے لئے چنے گئے تھے۔ منے خاں ان کے افسر مقرر کئے گئے تھے، چاروں ملازم عرصے سے اسد کی رصدگاہ میں تھے اور دارالتجارب میں سائنسدانوں کا ہاتھ بٹاتے رہتے تھے اس لئے ایسے ہی دیگر فرائض بھی ان کو تفویض کئے گئے تھے۔

روانگی سے دو روز قبل حکومت کی طرف سے اسد اور اس کے مہماتی مشن کے اراکین کو نینی تال میں الوداعی پارٹی دی گئی۔ اسد، ایاز اور اس کے جملہ رفقا کار اسی روز رصدگاہ چلے گئے، دوسرے روز ہر شخص انتہائی مصروف نظر آ رہا تھا۔ خبار نویس اور پریس فوٹوگرافر احاطہ میں ہر طرف ٹہل رہے تھے۔ حکومت کی طرف سے اگرچہ نینی تال سے رصدگاہ تک پولیس کا پہرہ لگا دیا گیا تھا۔ لیکن اسکے باوجود خصوصی اجازت نامے حاصل کر کے لوگ پہونچ رہے تھے۔ اخباری نمائندوں اور

حکام متعلقہ کے لئے مقامی حکومت کی طرف سے رصد گاہ کے باہر چٹانوں پر جا بجا خیمے استادہ کردیے گئے تھے۔

جہاتی مشن کے اراکین کے رشتہ داروں کے لئے بھی رصد گاہ کے احاطہ میں خیمے نصب کردیے گئے تھے۔ جہاتی مشن کے اراکین بھی تمام رات اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے ساتھ بیٹھے ہوئے باتیں کرتے رہے۔ علی الصبح مولانا عبدالسلام نے احاطہ میں نماز فجر پڑھائی، اخبار نویس، فوٹوگرافر اور دیگر افراد بھی تمام رات ادھر ادھر خوش گپیاں کرتے رہے اور اس طرح رصد گاہ کے احاطہ میں اور اس کے باہر تمام رات چہل پہل رہی۔

صبح اسد نے اخباری نمائندوں، پریس فوٹوگرافروں اور دیگر مہمانوں کو ایک گھنٹے کے لئے راکٹ دیکھنے کی اجازت دی، گیارہ بجے تک ضرورت کا آخری سامان بھی ہوائی میں پہنچا دیا۔ ٹھیک بارہ بجے اراکین جہاتی مشن نے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا۔ سب سے مصافحہ کیا اور ہوائی میں داخل ہو گئے۔ رصد گاہ کے سائنسداں اور ملازم، ایاز اور اس کے ساتھی۔ نمائندگان اخبار اور پریس فوٹوگرافر اور دیگر مہمان نصف دائرہ کی شکل میں راکٹ سے کچھ فاصلہ پر کھڑے ہو گئے۔

راکٹ کے اندر منوہر سنگھ، ڈاکٹر ایرج شاہپور، سعد، زمرد، ارملا، فیروزہ، میمونہ آفاق، جاوید، یوسف پرویز، انعام اللہ، مینو بزرجمہر، جمیل اور نعیم سرکار اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ چکے تھے، مولانا عبدالسلام دروازے پر کھڑے ہوئے تھے انھوں نے سب کی طرف دیکھا اور بلند آواز میں صرف اسی قدر کہا۔

"ہم کرۂ ارض سے جا رہے ہیں۔ لیکن اس خدا کی خدائی میں رہیں گے آپ سب اسی سے دعا کریں کہ وہ ہم کو ہمارے مقاصد میں کامیابی عطا فرمائے۔"

سب نے ایک ساتھ آمین کہا۔

مولانا عبدالسلام "خدا حافظ" کہہ کر اندر چلے گئے۔ اسد نے بڑھ کر ان کی جگہ لے لی، سب کی طرف مسکرا کر دیکھا۔ اس کا ایک ہاتھ سلام کے لئے اٹھا اور دروازہ بند ہو گیا۔

سب کی نگاہیں ہوائی پر جمی ہوئی تھیں، ہوائی کے عقبی حصہ کے سرے پر ایک شعلہ بہت تیزی کے ساتھ گردش کرتا ہوا نظر آیا۔ ایاز نے آگے بڑھ کر چٹان پر لگے ہوئے ایک دستے کو پوری طاقت سے اپنی طرف کھینچا اور آہنی شہتیروں میں جڑے ہوئے قبضے ہوائی کی بیرونی سطح سے علیحدہ ہو گئے۔ ہوائی آہستہ آہستہ آگے بڑھی اسی کے ساتھ اس کے عقبی سرے کا آتشیں ہالہ بڑھنے لگا۔ اسکا رنگ نیلگوں سرخ ہونے لگا۔

ہوائی اسی رفتار سے رینگتی ہوئی پلیٹ فارم کے اس حصہ میں پہنچ گئی جو نصف دائرہ کی شکل میں بنایا گیا تھا اور اس کا بلند ترین سرا نشیبی پلیٹ فارم سے اسی درجہ کا زاویہ بنا رہا تھا۔ سب راکٹ پر نگاہیں جمائے بے حس و حرکت کھڑے ہوئے تھے۔ ہوائی نے یکایک ایک نیلگوں شعلہ خارج کیا اور اس کی رفتار ایک غیر معمولی آواز کے ساتھ تیز ہوئی اور اپنے پیچھے ایک آتشیں لکیر چھوڑتی ہوئی چند سکنڈ میں فضا میں غائب ہو گئی۔

رصدگاہ کے سامنے میدان میں کھڑے ہوئے ہر فرد کی نگاہیں آسمان کی

طرف تھی مادہ پرست اور اسد کی اس کوشش کو انسان کی ترقی کی معراج سمجھنے والوں کی نگاہیں ہوائی سے خارج شدہ اس بھوری لکیر پر جمی ہوئی تھیں جو آہستہ آہستہ معدوم ہو رہی تھی لیکن خدا کے وجود کے قائل اس سے بھی دور —— بہت دور۔

فضائے بسیط میں کسی غیر مرئی نقطہ پر نگاہیں جمائے ہوئے خلاق اعظم سے زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ اے باری تعالےٰ —— تیرا ایک ناچیز بندہ تیرے ہی سہارے پر تیرا نام لے کر تیری پیدا کی ہوئی کسی دوسری دنیا کی طرف جا رہا ہے تو اس کی مدد کر —— سب پتھر کے مجسموں کی طرح ساکت و سامت تھے اور آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے ان کی نگاہیں جس ہوائی کے غیر مرئی راستے پر دوڑ رہی تھیں وہ انسان کی پرواز خیال سے بھی آگے نکل چکی تھی۔

ہوائی میں بیٹھا ہوا ہر فرد بھی پتھر کی مورتیوں کی طرح بے حس و حرکت تھا۔ ان سب کی نگاہیں اسد، منوہر سنگھ اور ایرج شاہپور پر جمی ہوئی تھیں، اسد منوہر سنگھ اور ایرج شاہپور کبھی فضائے بسیط میں حد نگاہ تک دیکھتے اور کبھی اس گھڑی پر نگاہیں جما دیتے تھے جو ان کے سامنے میز پر دوسری پانچ گھڑیوں کے درمیان لگی ہوئی تھیں۔

دنیا والوں کی نظر میں یہ مہم موت کا سفر تھا اس لئے اس مہماتی مشن کے ہر رکن کا چہرہ کسی نامعلوم خوف سے زرد اور آنکھوں میں یاس کی جھلک ہونا چاہیئے تھی لیکن اس کے برعکس ہر فرد کی آنکھیں مسرت سے چمک رہی تھیں، اور عزائم کی پختگی اور نئے ولولوں، نئے جوش اور نئی تمناؤں نے ان کے چہروں کے رنگ کو نکھار دیا تھا۔ ان کے دل خوشی سے معمور تھے ان کے بشرے سے صاف

ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ کسی ایسی چیز کو دیکھنے جا رہے جس کا انکو عرصہ سے اشتیاق تھا۔

کچھ دیر تک خلائے آسمانی میں دیکھنے کے بعد اسد، منوہر سنگھ کے پاس بیٹھ گیا اور ایک ہینڈل کو پکڑ کر کھینچا۔ راکٹ کے دونوں دیواروں میں ہر کرسی کے سامنے روزن کھل گئے اور ہر شخص باہر کی طرف دیکھنے لگا، ہوائی کرۂ ارض سے اس قدر دور پہونچ چکی تھی کہ وہ اب ایک بہت بڑا سرمئی رنگ کا گولا نظر آرہا تھا، مولانا عبدالسلام نے کرہ ارض کی طرف دیکھتے ہی اپنی گھنی داڑھی پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"اے ارض مقدس تجھ پہ بسنے والوں کو لاکھوں سلام ——— خدا کے اس بندے پر جو رسول بھی تھا درود وسلام ——— اور ان سب پر درود وسلام جنھوں نے خدا کی وحدانیت کے ساتھ ہم کو یہ بھی بتایا دوسری دنیائیں بھی ہیں ——— بے شک اللہ سب سے بڑا ہے۔"

زمرد نے پیچھے مڑ کر مولانا عبدالسلام کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"مولانا! ہم دنیا میں رہ کر بھلا یہ فردوسی نظارے کہاں دیکھ سکتے تھے۔"

"فردوس اور اس کے نظارے صرف ان ہی لوگوں کے لئے ہیں جو اس کے بتائے ہوئے راستوں پر چلتے ہیں۔"

ہر شخص قریب ترین روزن سے کرۂ ارض کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسکی جسامت لحظہ بہ لحظہ چھوٹی ہوتی جا رہی تھی۔

جاوید نے اپنی دوربین سے کرہ ارض کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ابھی تک کرۂ ارض کے نقوش صاف نظر آرہے ہیں دریا اور جھیلیں

پہاڑ — اور — اور —"

وہ یکایک خاموش ہو گیا اور کسی چیز کو بغور دیکھنے لگا اور ایک لمحہ بعد بولا۔

"یہ ماہتاب ہے — کرۂ ارض کے عقب سے طلوع ہو رہا ہے۔"

کچھ ہی دیر بعد چاند دوربین کی مدد کے بغیر صاف نظر آنے لگا۔ اس وقت ہوائی فضائے بسیط کے جس حصے میں پرواز کر رہی تھی وہاں سے کرۂ ارض کچھ نیچا اور چاند اس سے کچھ بلندی پر نظر آ رہا تھا اور لحظہ بہ لحظہ بلند اور چھوٹا ہوتا جا رہا تھا اور کرۂ ارض کے مقابلہ میں ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے ایک فٹ بال کے مقابلہ میں اخروٹ۔

اسد نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"اب آپ لوگ اپنے اپنے کیبن میں جا کر اپنے فرائض کی ادائیگی شروع کر دیں۔ ہم کو روانگی کے وقت سے واپسی تک کا مکمل ریکارڈ رکھنا چاہیے —"

سب اپنے اپنے کیبن میں چلے گئے۔ پائلٹ کی سیٹ پر صرف سوہن سنگھ رہ گیا۔ ایرج شاہپور، میمونہ آفاق اور جمیل نعمانی اپنی جگہ سے اٹھ کر مولانا عبدالسلام کے پاس آ گئے۔ وہ ابھی تک اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اسد، ڈاکٹر جمیل کے کیبن میں تھا۔

میمونہ نے ایرج شاہپور سے کہا۔

"روانگی سے قبل میرے کیبن کی خطرے کی گھنٹی خراب ہو گئی تھی آپ نے کہا تھا کہ وہ روانگی کے بعد ٹھیک ہو جائے گی —"

ایرج اٹھا ہی تھا کہ اسد آ گیا اور اس نے میمونہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"تمہارے کیبن کی گھنٹی کا سلسلہ ٹھیک کر دیا ہے۔ ذرا اپنے کیبن میں جا کر آواز تو دو"

میمونہ اپنے کیبن میں چلی گئی اسد نے منوہر سنگھ کے پاس پہونچکر گھنٹی بجائی ارملا، فیروزہ اور جاوید اپنے اپنے کیبن سے گھبرائے ہوئے نکلے۔ اسد نے ان کو دیکھتے ہی کہا۔

"میں گھنٹیوں کا سلسلہ درست کر رہا ہوں"

اس کا جملہ ختم ہوتے ہی میمونہ آ گئی اور اسد کو دیکھتے ہی دور سے بلند آواز میں کہا۔

"ٹھیک ہے ——"

ارملا۔ فیروزہ اور جاوید واپس چلے گئے۔ مولانا عبدالسلام روزن سے باہر فضا کی نیلی گہرائیوں میں اس طرح نگاہیں جمائے ہوئے تھے گویا کسی چیز کو تلاش کر رہے ہیں۔ منوہر سنگھ کی نگاہیں سامنے لگے ہوئے دبیز شیشے سے اس پار اپنی منزل تلاش کر رہی تھیں اسد ایک ایک چیز کو دیکھتا پھر رہا تھا بین الآفاقی آلہ نشر الصوت کا سلسلہ بھی ملایا جا چکا تھا اور ہر شخص اپنے کیبن میں بیٹھ کر دوسروں سے بات چیت کر سکتا تھا۔

کرۂ ارض لحظہ بہ لحظہ چھوٹا ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے نقوش بھی سمٹ چکے تھے اور اب سرمئی رنگ کے بجائے اس کا ایک حصہ سفید اور ایک سیاہ ہوتا جا رہا تھا، راکٹ کے دائیں رخ کے روزنوں سے کرۂ ارض نظر آ رہا تھا اور

آفتاب بائیں رخ پر چمک رہا تھا لیکن راکٹ میں بیٹھنے والوں کے لئے نہ تو اسکی حرارت میں وہ تیزی تھی جو وہ دنیا میں محسوس کرتے تھے اور نہ وہ روشنی تھی جس سے کرۂ ارض کی سطح پر آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔ خلائے آسمانی میں حد نظر تک سیارے نظر آ رہے تھے۔ ان میں بعض روشن تھے اور بعض کائنات کے اس نیلے دامن پر سیاہ اور دھندھلے دھبوں کی طرح نظر آ رہے تھے۔ ان میں بعض بالکل نزدیک تھے اور سرمئی رنگ کے گیندوں اور غبارہ کی شکل سے مشابہ نظر آ رہے تھے اور جو دور تھے ان میں فاصلہ کی مناسبت سے کم و بیش چمک پیدا ہو چکی تھی۔

ہندوستان کے وقت کے مطابق اب تین بجے تھے۔ منوہر سنگھ کے دائیں اور بائیں ہاتھ پر دو گھڑیاں دیوار میں لگی ہوئی تھیں۔ دونوں کے ڈائل پر ایک نقرئی دائرہ چمک رہا تھا۔

اس دائرہ کا یہ مطلب تھا کہ اس وقت ہندوستان میں دن ہے اور آفتاب چمک رہا ہے تین بجکر دس منٹ پر سب اس بڑے کمرے میں آ گئے جو عام نشست گاہ کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔"

مولانا عبدالسلام نے اسد سے کہا "تمہارے ساتھی غالباً دنیا سے لاسلکی رابطہ قائم کر چکے ہوں گے"۔

اسد کے بجائے جاوید انصاری نے جواب دیا "جی ہاں۔ میں ابھی ایاز سے ریڈیو ٹیلیفون پر بات چیت کر چکا ہوں۔ بعد نماز مغرب وہ پھر سلسلہ ملائیں گے۔ ریڈر کی لہریں ہر دس منٹ بعد ہمارے راکٹ سے ٹکرا کر اپنے مخرج کی طرف واپس ہو رہی ہیں، اسی طرح ہم ایسی لہریں کرۂ ارض تک پہنچا رہے ہیں اور وہ ان سے

ٹکرا کر واپس آ رہی ہیں ۔۔۔"

منوہر سنگھ اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلتا ہوا اسد کے پاس آیا اور اس کی کرسی کی پشت پر ہاتھ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

ارملا نے اس سے دریافت کیا۔

"اس وقت ہوائی کس رفتار سے جا رہی ہے؟"

"روشنی کی رفتار سے بیس گنا کم رفتار سے یعنی نو ہزار تین سو میل فی سکنڈ۔"

"نو ہزار تین سو میل فی سکنڈ ۔۔۔؟" مولانا عبدالسلام نے گھبرا کر کہا۔

"جی ہاں نو ہزار تین سو میل فی سکنڈ روشنی ایک سکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کا فاصلہ طے کر لیتی ہے۔"

اسد نے کہا "اب ہمارا راکٹ ایندھن سے نہیں بلکہ رد ثقل کی طاقت سے ثقر کی طرف کھنچ رہا ہے۔"

"لیکن ثقر ہی کی طرف کیوں کھنچ رہا ہے ۔۔۔ زہرہ، مریخ، مشتری یا عطارد کی کشش کیوں نہیں قبول کر رہا ہے۔" مولانا عبدالسلام نے اسد سے دریافت کیا۔

"اس لئے کہ وہ زائل کر دی گئی ہیں ہر سیارے کی کشش دوسرے سیارے سے مختلف ہوتی ہے ہم نے ایسی برقی لہریں دریافت کر لی ہیں جو کشش کے مرکز سے تقریباً دو سو میل دور ہوتے ہی اپنا کام شروع کر دیتی ہیں۔"

مولانا عبدالسلام، سعد۔ اسد اور زمرد روزنوں سے کرہ ارض کی طرف دیکھنے لگے۔

ارملا منوہر سنگھ کی سیٹ پر جا کر بیٹھ گئی اور گھڑی کے نیچے دیوار میں جڑے

ہوئے ایک چارٹ کو دیکھنے لگی۔ جمیل نے اس طرف دیکھا اور اٹھ کر اس کے پاس پہونچ گیا۔ مولانا عبدالسلام نے اسد سے دریافت کیا۔

"کیا ثفر اب ہم کو نظر آرہا ہے ——؟"

"ارملا اور جمیل نصف گھنٹہ بعد اس کا صحیح مقام وقوع بتا سکیں گے اور اس کے بعد ہی ہم شاید یہ بتا سکیں گے کہ ہم وہاں تک کتنے گھنٹوں میں پہونچ سکیں گے۔"

ارملا اور جمیل اپنے کیبن میں چلے گئے اسد اپنی جگہ سے اٹھ کر منوہر سنگھ کی جگہ پر بیٹھ گیا اور دائیں طرف لگے ہوئے ایک سوئچ کو دبایا اور دیوار میں سوئچ کے نیچے ایک روزن کھل گیا اس روزن میں ایک دوربین لگی ہوئی تھی، اسد نے ایک دستے کو گھما کر دو ایک بار آگے بڑھایا اور پیچھے ہٹایا اور اس کی مدد سے فضائے بسیط میں ستاروں کے اس گچھے کو تلاش کرنے لگا جسمیں ثفر بھی تھا۔

زمرد نے اپنی گھڑی دیکھ کر سب سے کہا۔

"آپ لوگ چائے کے لئے تیار ہو جائیں۔"

جمیل اور ارملا بھی آگئے۔ مولانا عبدالسلام نے دونوں کو اپنے پاس بلا کر بٹھا لیا۔ خدمتگار چائے لیکر آگئے۔ اس کمرے میں ہر کرسی اس طرح بنائی گئی تھی کہ وقت ضرورت اس کے دستے کو کھینچنے سے ہر کرسی کی پشت پر چھوٹی میز کی شکل میں ایک تختہ نکل آتا تھا۔ انھیں تختوں پر چائے کے برتن چنے گئے اور سب چائے پینے لگے۔

اسد ابھی تک دوربین پر جھکا ہوا تھا، منوہر سنگھ نے اسے آواز دی اور وہ

اس روزن کو بند کر کے منوہر سنگھ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ ارملا نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"ثھفر واقعی ہماری دنیا یعنی کرۂ ارض سے دو ارب ۹ کروڑ اسی لاکھ میل دور ہے ـــــ اور ریڈار ابھی تک اس کی تصدیق کر رہا ہے۔"

مولانا عبدالسلام نے ایک بیڑی منھ میں رکھتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگ مجھے صرف یہ بتائیں کہ ہم یہاں سے اس نئی دنیا کو دیکھ رہے ہیں یا نہیں اور وہاں تک پہونچنے میں کتنے گھنٹے درکار ہوں گے۔؟"

"تقریباً چونسٹھ گھنٹے ـــــ" ارملا اور جمیل ایک ساتھ بول اٹھے۔

"چونسٹھ"

زمرد، سعد اور نعیم سرکار کے منھ سے بیک وقت نکلا۔

"ہاں ـــــ" ڈاکٹر جمیل نے سب کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "وہ سیارہ یعنی نئی دنیا ہماری پرانی دنیا سے دو ارب ۹ کروڑ انسی لاکھ میل دور ہے ہمارا راکٹ نو ہزار تین سو میل فی سکنڈ کی رفتار سے اس طرف جا رہا ہے۔ اگر ایک راکٹ کرۂ ارض سے کرہ ثھفر تک اسی رفتار سے پرواز کرے تو ۶۲ گھنٹے ۲۹ منٹ ½ ۵۱ سکنڈ میں پہنچ سکتا ہے ـــــ لیکن نہ تو کوئی راکٹ کرۂ ارض کو اس رفتار سے چھوڑ سکتا ہے۔ اور نہ کسی دوسرے کرہ کی سطح پر اس رفتار سے اتر سکتا ہے ـــــ فضائے بسیط میں پہونچنے اور وہاں سے سطح تک اترنے کے لئے رفتار پر قابو حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس لئے ایسی صورت میں مزید دو گھنٹے صرف ہوں گے۔"

مولانا عبدالسلام نے چائے کا گھونٹ حلق سے اتارتے ہوئے کہا۔

”بہر حال ہم ۴۲ گھنٹے میں وہاں پہونچ جائیں گے۔“

چائے ختم ہوتے ہی جمیل، ارملا جاوید انصاری اور میمونہ آفاق اٹھ کر چلے گئے مولانا عبدالسلام پھر فردوسی نظاروں میں محو ہو گئے۔ زمرد اور سعد ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کرنے لگے۔ دونوں کبھی کبھی روزن سے باہر فضائے بسیط میں تیرتے ہوئے سیاروں کی طرف بھی دیکھ لیتے تھے۔

اسد اور مولانا عبدالسلام نے ان دونوں کی طرف دیکھا اور مسکرا دیے۔ منوہر سنگھ اسد کے ساتھ اٹھا اور دونوں باتیں کرتے ہوئے پائلٹ کی کرسی کے قریب پہونچ گئے۔ ایرج شاہپور بھی ان کے قریب پہونچ گیا اور تینوں باتیں کرنے لگے۔

”اسد! ـــــ اسد میاں ـــــ“ مولانا عبدالسلام یکایک چیخ اٹھے۔ اسد ان کی طرف متوجہ ہوا ہی تھا کہ انھوں نے روزن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ کیا چیز ہے۔ اڑن طشتری یا کوئی سیارہ ـــــ؟“

”سب دوڑ کر روزنوں کے پاس پہونچ گئے اور باہر کی طرف دیکھنے لگے۔ راکٹ سے بہت دور قدرے بلندی پر فضا میں چند طشتریاں نصف دائرہ کی شکل میں پرواز کرتی ہوئی نظر آئیں، ان کی تعداد ۷ تھی۔ وہ بھی اسی سمت کو جا رہی تھیں جس طرف راکٹ پرواز کر رہا تھا۔ وہ طشتریاں کچھ دیر تک راکٹ کے ساتھ اڑتی رہیں۔ ارملا، اسد، ایرج، منوہر سنگھ، جمیل اور انعام اللہ انھیں دوربینوں سے دیکھنے لگے۔ اسد نے کہا۔

"وہ کسی چمکدار دھات کی ہیں —— بالکل گول ہیں اور وسط میں قدرے ابھری ہوئی —— وہ ایک نظام کے ساتھ پرواز کر رہی ہیں —— اور ——"

اسد خاموش ہو گیا۔

راکٹ کا ہر شخص اپنی دوربین سے اسی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسد کے خاموش ہوتے ہی منوہر سنگھ بول اٹھا۔

"ایں —— یہ کیا دھواں —— دھوئیں کی چادر ——"

کسی نے آہستہ سے کہا "اسموک اسکرین ——"

"ہاں ——" جمیل بول اٹھا۔ "تاہم ان کو دیکھ نہ سکیں ——"

سب اسی طرف دیکھتے رہے۔ دھوئیں کی چادر معدوم ہونے لگی۔

اسد نے کہا

"وہ دھوئیں کی چادر فضا میں چھوڑ کر اسی کے پیچھے غائب ہو گئیں۔ یقیناً وہی اڑن طشتریاں ہیں جو ہماری دنیا کے گرد چکر لگاتی رہتی ہیں۔"

سعد نے کہا "ان کی رفتار ہمارے راکٹ کی رفتار سے بہت زیادہ تیز ہے وہ ہم سے آگے نکل چکی ہیں۔"

"—— لیکن وہ ہمارے قریب کیوں نہیں آئیں ——؟" زمرد نے سوال کیا۔

اسد نے کہا "خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ان کا رویہ یقیناً دوستانہ ہے ورنہ قبل اس کے کہ ہم ان کو دیکھتے ہمارا عدم وجود برابر ہو سکتا تھا لیکن —— بہرحال وہ ہم کو دوبارہ بہت جلد نظر آئیں گی۔"

سب پھر روزنوں سے باہر کی سمت دیکھنے لگے۔ اب کرۂ ارض عام سیاروں کی طرح بالکل چھوٹا نظر آرہا تھا اور ستاروں کی طرح اس میں چمک نظر آنے لگی تھی سب روزنوں کے قریب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

(۱۴)

راکٹ فضائے بسیط کے جس حصہ سے گزر رہا تھا اس میں ہر طرف سدیمی نور پھیلا ہوا تھا۔ ایک ایسی روشنی جو تاروں کی چمک اور جگمگاہٹ سے پیدا ہوتی ہے۔ آفتاب اس وقت بھی راکٹ میں بیٹھنے والوں کے سامنے تھا اور اجرام فلکی میں سب سے بڑا نظر آرہا تھا لیکن ان لوگوں کو نہ تو اب اس کی شعاعوں میں وہ روشنی اور چمک نظر آرہی تھی اور نہ وہ تمازت تھی جو کرۂ ارض پر محسوس کی جاتی تھی۔ زہرہ نے اسد سے کہا۔

”یہ عجیب بات ہے کہ آفتاب ہمارے سامنے ہے لیکن نہ تو اس کی روشنی ہم تک پہونچ رہی ہے اور نہ ہم اس کی تمازت محسوس کر سکتے ہیں۔“

”بیشک یہ ہمارے لئے ایک عجیب بات ہے۔“ اسد نے جواب دیا ”اسلئے کہ ہم ہمیشہ سے آفتاب کی روشنی سے ہر چیز کو منور ہوتے دیکھتے آئے ہیں اور اس کی تمازت محسوس کرتے رہے ہیں لیکن اب وہ ہمارے سامنے صرف ایک سبزی مائل روپہلے گولے کی حیثیت رکھتا ہے۔“

”بالکل ـــــ“ مولانا عبدالسلام نے کہا ”جیسے کسی نے نیلی چادر پہ چاندی

کی تھالی چسپاں کردی ہے ۔۔۔ ہم اس کو برابر دیکھ رہے ہیں لیکن ہماری آنکھیں اب خیرہ نہیں ہو رہی ہیں۔"

"جی ہاں ۔۔۔" نعیم سرکار بولا "اپنی دنیا میں تو ہم اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھ بھی نہیں سکتے تھے۔"

اسد نے کہا "اس لئے کہ ہم کرۂ ارض پر تھے اور آفتاب کی شعاعیں اسکو چمکا دیتی تھیں۔ اور تپش اور تیز روشنی کی وجہ سے ہماری آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔"

زمرد نے دوبارہ سوال کیا۔

"یہی تو میں بھی دریافت کر رہی ہوں کہ اب ایسا کیوں نہیں ہو رہا ہے؟"

"اس لئے کہ ہم کسی سیارے میں یا اس کے قریب نہیں بلکہ فضائے بسیط میں ہیں۔ آفتاب کی شعاعیں ہمارے چاروں طرف سے گزر رہی ہیں لیکن ہم کرۂ ارض یا ایسے ہی کسی دوسرے سیارے کی طرح ٹھوس نہیں کہ وہ ہم سے ٹکرائیں ہم کو ان کو جذب کریں اور روشنی یا تمازت پیدا ہو۔"

میمونہ آفاق نے دریافت کیا۔

"تو کیا یہ روشنی جسے ہم دھوپ کہتے ہیں اور تمازت کرۂ ارض پر آفتابی شعاعوں کے ٹکرانے سے پیدا ہوتی ہیں؟"

"قطعی ۔۔۔" اسد نے جواب دیا "یہ سب کسی ٹھوس چیز سے شعاعوں کے متصادم ہو جانے کا نتیجہ ہیں۔ ہمارے راکٹ میں بھی ایسے عناصر ہیں جو آفتاب کی شعاعوں کو جذب کر سکتے ہیں اور ان کے ٹکرانے سے منور ہو سکتے ہیں لیکن ان

شعاعوں کے مقابلہ میں ان کا ہونا اور نہ ہونا یکساں حیثیت رکھتا ہے۔"

سعد نے کہا: "اس وقت ہمارے گرد ایسی روشنی پھیلی ہوئی ہے جیسی آفتاب طلوع ہونے سے قبل ہوتی ہے۔"

"سپیدۂ سحر ——" جمیل نے مزید وضاحت کردی۔

"سبحان اللہ ——" مولانا عبدالسلام نے اپنی ریش پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا: "کیسا سہانا سماں ہوتا ہے۔ اسی لئے تو وہ کہتا ہے کہ تم میری کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے ——"

ارملا دوربین سے کسی چیز کو دیکھ رہی تھی۔ میمونہ نے کہا: "کائنات کے اس حصہ میں آفتاب بالکل اسی طرح روشن ہے جس طرح دنیا میں چاند اس کی روشنی کتنی ٹھنڈی ہے۔ چاندنی کی طرح ——"

"—— لیکن اس کے باوجود اس کی شعاعیں ہم کو زندگی بخش رہی ہیں۔" ڈاکٹر ایرج نے میمونہ کو سمجھاتے ہوئے کہا: "ہوسکتا ہے کہ ہم کسی سیارے کے قریب پہونچ کر پھر آفتاب کی خیرہ کن روشنی دیکھ سکیں اور اس کی تمازت محسوس کرسکیں۔"

"وہ پھر آرہی ہیں ——" ارملا نے بہت دور خلاء میں کچھ دیکھتے ہوئے پرجوش لہجہ میں کہا: "وہ اسی طرف آرہی ہیں۔"

سب نے اپنی دوربینیں سنبھال لیں۔ اسد اس دوربین کے قریب بیٹھ گیا جو ایسے مشاہدوں کے لئے لگائی گئی تھی۔ فیروزہ اور جاوید انصاری اس کیبن میں چلے گئے جو مشاہدہ کے لئے مخصوص تھا۔ چاروں ملازم بھی روزنوں کے

پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔

اسد نے دور بین سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ دھات کی گول طشتریاں ہیں ——— بہت ——— ہو سکتا ہے کہ وہ ہمارے راکٹ سے باعتبار جسامت دوگنی یا سہ گنی ہوں ———"

"——— لیکن ——— لیکن ———" ڈاکٹر جاوید انصاری نے مشاہدہ کے کیبن سے آلہ نشر الصوت پر کہا "وہ واپس جا رہی ہیں ———"

"ہاں ——— وہ واپس جا رہی ہیں۔ یہ کیا راز ہے" مولانا عبدالسلام نے اپنی دور بین سے بدستور دیکھتے ہوئے کہا۔

اسد اپنی جگہ سے اٹھ کر فوراً اس گوشے میں پہنچا جہاں ٹیلی ویژن رکھا ہوا تھا اس نے گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"پانچ بجکر بیس منٹ ہو چکے ہیں"۔

سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔ اس نے ٹیلی ویژن کے ایک سوئچ کو گھما کر دوسرے پر ہاتھ رکھا اور اس کے پردہ کی طرف دیکھا، منوہر سنگھ نے اپنی گھڑی دیکھ کر کہا۔

"ڈاکٹر ایاز ٹھیک ساڑھے پانچ بجے کوہستانی رصدگاہ سے ہماری پرواز کے متعلق تقریر نشر کریں گے۔

"لیکن دنیا کے ہر گوشے میں یہ خبر پہنچ چکی ہو گی کہ ہمارا راکٹ روانہ ہو چکا ہے" مولانا عبدالسلام نے کسی کو مخاطب کئے بغیر کہا۔

"جی ہاں" اسد بول اٹھا "ساڑھے بارہ بجے دہلی سے یہ خبر نشر کی جا چکی ہو گی"

ٹیلی ویژن کا پردہ مکدر ہو چلا تھا اور نیلا، زرد، سرخ اور ان سے ملے جلے رنگ ابھرنے لگے تھے۔ سب نے اپنی نشستوں کا رخ گھما کر ٹیلی ویژن کی طرف کر لیا۔ اسد ایک تختہ پر لگے ہوئے چند لٹوؤں کو گھما کر اسی کے اوپر لگے ہوئے چند برقی قمقموں کو جلا اور بجھا رہا تھا۔ زمرد نے سعد سے کہا۔

"غالباً ہمارے راکٹ سے دنیا کو اشارہ کیا جا رہا ہے"

"صرف دنیا ہی کو نہیں" ڈاکٹر منوہر سنگھ نے کہا "بلکہ ہم کائنات کے ہر حصہ میں بسنے والے انسانوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہے ہیں"

مولانا عبدالسلام نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"خداوند تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے زمین پر انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ہم سب اس کے بندے ہیں اور اس کی بڑائی پر ایمان رکھنا چاہیے"

ٹیلی ویژن کے پردہ پر عکس ابھرتا ہوا نظر آیا اور سب اس طرف متوجہ ہو گئے۔

"ایک چشمہ کے کنارے سرو کے دو درخت ان پر سرخ پھول ——"

"یہ تو بڑا پراسرار مناظر ہیں" منوہر سنگھ نے کسی کو مخاطب کئے بغیر کہا۔

اسد نے ایک لٹو گھماتے ہوئے کہا "اب ہم ان مناظر کو دیکھنے کے لئے بے چین ہیں جن سے ہماری آنکھیں مانوس ہیں۔ جن کو ہم نے آنکھیں کھول کر دیکھا ہے اور آج تک دیکھتے آئے ہیں ——"

اس کے ہاتھ کبھی ایک لٹو پر جاتے تھے اور کبھی دوسرے لٹو پر۔ نشست گاہ کا برقی قمقمہ گل کر دیا گیا تھا۔ پائلٹ کی نشست کے سامنے کے مستطیل روشن

کے علاوہ باقی سب روزن بند کر دیے گئے تھے اور اس جگہ سب سے منور چیز صرف ٹیلی وژن کا پردہ ہی تھا جو عجیب و غریب آوازوں کے ساتھ گرگٹ کی طرح رنگ بدل رہا تھا اور سب آہستہ آہستہ آپس میں باتیں کرنے لگے تھے

یکایک ٹیلی وژن میں سیٹیاں بجنے لگیں۔ اسد نے فوراً آواز کو قابو میں کرنے والے لٹو کو گھمایا اور پردہ کی طرف دیکھ کر ایک دوسرے لٹو پر ہاتھ رکھا۔ سب پردے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ رنگ سمٹ کر موٹے موٹے خطوط کی صورت میں نمایاں ہونے لگے اور چند سکنڈ میں ایاز کا عکس نظر آیا۔ وہ ایک میز کے قریب ہاتھ میں ایک کتاب لئے کھڑا تھا۔ "یہ میرا عمل ہے ——" اسد نے کہا۔

ایاز نے "السلام علیکم" کہا۔

"وعلیکم السلام ——" راکٹ میں بیٹھے ہوئے ہر شخص نے بیک وقت جواب دیا۔

"میرے دوست اسد"

ایاز نے پر جوش لہجہ میں کہنا شروع کیا

"تمہاری روانگی کی خبر دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچ چکی ہے ہر شخص کی نگاہیں آسمان کی طرف ہیں اور لوگ تمہارا پیغام —— تمہاری اور تمہارے ساتھیوں کی آوازیں سننے کے لئے مضطرب ہیں۔ تمہاری رصدگاہ کے ریڈار کی لہریں تمہارے راکٹ کو مسلسل چوم رہی ہیں۔ بتاؤ کہ اب تم فضائے بسیط کے کس حصہ میں ہو اور کیا دیکھ رہے ہو؟ اپنے مشاہدات سے ہم کو مطلع کرتے رہو میں

کل صبح یہاں سے لکھنؤ کے لئے روانہ ہوجاؤں گا۔ تمھارے پیغامات کل سے ہر نصف گھنٹے کے بعد دہلی سے نشر کئے جائیں گے اور کرۂ ارض کا ہر اسٹیشن ان کو مختلف لہروں میں دنیا کے گوشہ گوشہ تک پہونچاتا رہے گا۔

اگر تم فضائی مناظر کے عکس کو لہروں میں منتقل کرکے ہم تک پہونچا سکتے ہو تو دیر نہ کرو۔ میں تمھاری آواز سننے اور تمہارا عکس دیکھنے کے لئے بے چین ہوں۔

خدا تمہاری اور تمھارے ساتھیوں کی حفاظت کرے اور"

جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی سلسلہ منقطع ہوگیا اور پردے کا منظر مختلف رنگوں میں خلط ملط ہوکر تاریک ہوگیا۔ اسد جو ٹیلی ویژن کے پاس سے ہٹ کر اپنی کرسی پر بیٹھ گیا تھا اٹھ کر ٹیلی ویژن کی طرف لپکا اور ہاتھ بڑھا کر لٹوؤں کو گھمانا ہی چاہتا تھا کہ اس کو ایاز کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"—— ہمارے اس دنیا کے تجربات اور مشاہدات یقیناً مفید اور کامیاب ثابت ہو رہے ہوں گے، اچھا میں رخصت ہوتا ہوں —— تم بہت جلد اپنا پیغام بھیجو —— خدا حافظ۔"

اسد نے ٹیلی ویژن کا ایک لٹو گھما کر سلسلہ منقطع کردیا اور نشست گاہ کا قمقمہ روشن کرکے سب سے کہا۔

"اب ہم کو کرۂ ارض سے باقاعدہ سلسلہ قائم کرنا چاہئے۔ میں چاہتا ہوں کہ فضائے بسیط کے یہ عجیب و غریب مناظر ہمارے راکٹ سے مسلسل نشر ہوتے رہیں

ڈاکٹر ایرج نے کہا۔

"ایسا ہی ہوگا۔ لیکن ایاز کی تقریر کا سلسلہ یکایک منقطع کیسے ہوگیا تھا۔ کیا ہمارے ٹیلی ویژن میں کوئی نقص ہے؟ اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر وہ سلسلہ کیوں منقطع ہوا تھا؟ ہم کو اس کا سبب معلوم کرنا چاہیئے۔"

یوسف پرویز نے ایرج کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جس طرح وہ سلسلہ منقطع ہوا اس سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اسے منقطع کیا گیا ہے۔"

جاوید انصاری نشر گاہ کے کیبن میں گیا اور فوراً واپس آکر کہا۔

"اڑن طشتریاں پھر ہماری طرف آ رہی ہیں۔"

اسد نے ایک دستہ کو گھمایا سب روزن کھل گئے اور ہر شخص کی نگاہیں فضا میں ان اڑتے ہوئے پراسرار تکلوں کو تلاش کرنے لگیں۔ منوہر سنگھ نے دوربین کا کا کونا گھماکر نگاہ قائم کی اور دوربین کی نال کو چاروں طرف گھماکر فضاء میں دیکھنے لگا۔

اسد اور ایرج اس کے پاس کھڑے ہوئے تھے۔ ایرج نے پوچھا

"نظر آئیں ——"

"ہاں —— وہ اسی طرف آ رہی ہیں۔"

اسد منوہر سنگھ کو دوربین کے پاس سے ہٹاکر خود اس کی جگہ بیٹھنا چاہتا تھا کہ جاوید انصاری تقریباً چیخ اٹھا۔

"وہ اسی طرف آ رہی ہیں۔ اسی طرف آ رہی ہیں۔"

ایک قطار میں پچیس تیس طشتریاں فضا میں اڑتی ہوئی نظر آئیں۔ وہ بہت تیزی کے ساتھ راکٹ کی طرف آرہی تھیں، اسد، ایرج اور منوہر سنگھ سامنے کے مستطیل روزن سے اس طرف دیکھنے لگے۔

"وہ کسی دھات کی بڑے بڑے تھال یا طباق معلوم ہو رہے ہیں" اسد نے ان پراسرار طباقوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "وسط میں کچھ ابھرے ہوئے ہیں لیکن کنارے قدرے نیچے کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔"

منو نے اپنی آنکھوں سے اپنی چھوٹی طاقتور دوربین ہٹاتے ہوئے کہا۔

"ان میں سے ہر ایک کا قطر دو سو فیٹ سے کم نہ ہوگا۔"

انعام اللہ ابھی تک دوربین سے دیکھ رہا تھا۔ ارملا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر آہستہ سے کہا۔

"اب تم ان کو دوربین کے بغیر دیکھ سکتے ہو۔"

"وسط میں جو ابھرا ہوا حصہ ہے اس میں روزن بھی ہیں۔ ڈاکٹر اسد سے کہدو کہ وہ بڑی دوربین سے ان طباقوں کے اندر بیٹھنے والوں کو دیکھیں۔

وہ اسی طرح اپنی آنکھوں پر دوربین لگائے ہوئے اسی طرف دیکھتا رہا ارملا اسد کی طرف متوجہ ہوئی لیکن اس کے کچھ کہنے سے قبل ہی اسد دوربین میں آنکھیں لگا چکا تھا۔

دو منٹ چالیس سکنڈ بعد عفریت پیکر طباق راکٹ کے اوپر پرواز کرنے لگے۔ وہ چاروں طرف ایک دائرے کی شکل میں پھیل چکے تھے اور پرواز کے ساتھ ہی آپس میں یکساں فاصلہ کو برقرار رکھے ہوئے تھے۔ راکٹ کا ہر فرد روزن

سے اسی طرف دیکھ رہا تھا، چند منٹ بعد ایک طشتری دوسری طشتریوں کے دائرے کی سطح سے نیچے ہوئی اور چند سکنڈ میں راکٹ کے برابر پرواز کرنے لگی۔ اسد اور اس کے ساتھیوں کو اس طشتری کی ہر چیز بالکل صاف نظر آرہی تھی اسکا ابھرا ہوا وسطی حصہ ایک سیلون کی طرح بہت خوبصورت بنا ہوا تھا اسمیں خوبصورت کھڑکیاں بھی تھیں۔ اگلی تین کھڑکیوں سے کچھ لوگ راکٹ کی طرف دیکھ رہے تھے۔

مولانا عبدالسلام نے مینو بزرجمہر سے دریافت کیا۔

"ڈاکٹر مینو! یہ کیا بات ہے کہ اپنی دنیا پر یہی اڑن طشتریاں فضا میں ایک سرخ تحریر بناتی ہوئی نظر آتی تھیں لیکن اس وقت بالکل ایک پتنگ کی طرح پرواز کر رہی ہیں؟"

"اب نہ تو ہمارا راکٹ ایندھن سے چل رہا ہے اور نہ غالباً یہ طشتریاں ایندھن استعمال کر رہی ہیں ___ اسی لیئے ہم کو وہ سرخ آتشیں لکیر نہیں نظر آرہی ہے۔"

"تو گویا ہم کشش کو زائل اور قبول کرنے والی قوتوں پر پرواز کر رہے ہیں؟"

مولانا عبدالسلام پھر اڑن طشتری کی طرف دیکھنے لگے۔ اڑن طشتری کے اندر ہلکی نیلگوں روشنی تھی۔ سعد نے زمرد سے کہا۔

"زمرد! میری پیاری، میرا دل خوشی سے معمور ہو رہا ہے۔ میں نامعلوم مسرت سے جھوما جا رہا ہوں ___ میرا دل کہہ رہا ہے کہ اس طشتری میں ابوالصلت اور اس کے رفیقوں کی اولادیں ہیں۔

زمرد کے جواب سے قبل راکٹ کے اندر تیز سرخ روشنی ہوئی اور سب

اس طرف متوجہ ہو گئے۔ اسد سوئچ بورڈ کے قریب ایک ہینڈل پہ ہاتھ رکھے کھڑا ہوا اڑن طشتری کی طرف دیکھ رہا تھا۔ سرخ روشنی کے جواب میں اڑن طشتری کے اندر بھی سرخ روشنی نظر آئی۔ اسد نے فوراً سبز قمقمے روشن کر دیے۔ دوسری طرف بھی سبز روشنی نظر آئی۔ اسد جلد جلد روشنی کے رنگ بدلنے لگا اڑن طشتری کے اندر بھی جلد جلد رنگین قمقمے روشن اور گل ہونے لگے۔

نعیم سرکار اپنے کیبن میں بیٹھا ہوا مناظر قلمبند کر رہا تھا۔ جمیل نعمانی اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا بہت تیزی کے ساتھ کچھ لکھ رہا تھا۔ جمیل، ارملا، فیروزہ، جاویدہ انصاری یوسف ہمدنیر، میمونہ، مینو، ایرج اور منوہر سنگھ اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

اسد نے نشست گاہ میں سیمابی روشنی کر دی اور ڈاکٹر ایرج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میرے خیال میں یہ اڑن طشتریاں ہمارے استقبال کے لئے آئی ہیں۔"

"یقیناً —" ایرج نے جواب دیا۔

منوہر سنگھ نے بین الاقوامی آلہ نشر الصوۃ پر جاویدہ سے کہا۔

"ان کو اپنی آمد کا پیغام بھیجو ——"

"میں اب تک انگریزی فرانسیسی، ہسپانوی، پرتگالی اور جاپانی زبانوں میں ان کو پیغامات بھیج چکا ہوں۔"

"عربی میں سلسلہ شروع کرو —— ڈاکٹر سعد کو بلا لو۔"

سعد فوراً زمرد کے ساتھ نشر گاہ میں پہونچ گیا۔ مولانا عبدالسلام اٹھ کر اسد

کے پاس پہونچے ۔ وہ ابھی تک سوئچ بورڈ کے پاس کھڑا ہوا کچھ سوچ رہا تھا ۔ مولانا نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا ۔

"خدا نے بندے کو زمین پر اپنا خلیفہ بنا کر بھیجا ، تمہاری کوششوں نے اس کو صحیح ثابت کر دکھایا ہے ۔"

نشست گاہ میں سعد کی آواز گونجی ۔ وہ مراکشی لہجہ میں کہہ رہا تھا ۔

"ہم نے خدا کے نام اور اسی کے سہارے پر کرۂ ارض سے فضائے بسیط میں پرواز کی ہے ۔ ہم اس سیارے تک پہونچنا چاہتے ہیں جو ہم کو سامنے چمکتا ہوا نظر آرہا ہے ——"

اسد دوڑ کر نشست گاہ میں پہونچا اور سعد کو خاموش کراتے ہوئے اس سے کہا ۔

"ان سے بتا دیا جائے کہ ہم کرۂ ارض سے دوستانہ پیغام لے کر ان کی دنیا کی طرف جا رہے ہیں ۔ وہ ہمارا سلام قبول کریں ۔ ہم ان کے دوست ہیں ۔"

سعد نے اسد کے کہے ہوئے جملوں کو دہرایا ۔ اس کا آخری لفظ ابھی اسکی نوک زبان ہی پر تھا کہ اسد اور اس کے ساتھیوں کے کانوں میں ایک عجیب قسم کی آواز گونجتی ہوئی سنائی دی ۔ یہ آواز شیشے کے نازک ظروف کے آپس میں ٹکرانے کی آواز سے مشابہ تھی ۔ سب ایک دوسرے کی طرف تعجب سے دیکھنے لگے ۔ اسد مولانا عبدالسلام کی طرف متوجہ ہوا اور ان سے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ کسی نے فصیح عربی میں کہا ۔

"السلام علیکم ۔ اے کرۂ ارض کے مکینو ! —— ہم اپنے مہمانوں کے استقبال کے لئے آئے ہیں ۔"

"وعلیکم السلام ـــــ" سعد نے پرجوش لہجہ میں جواب دیا اور اڑن طشتری میں بیٹھنے والوں سے اس طرح گفتگو کرنے لگا جیسے وہ اس کے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں سعد نے اپنے ساتھیوں کی تعداد اور مقصد سفر بتاکر ان کے متعلق چند ضروری معلومات حاصل کرلیں۔ یہ سلسلہ دس منٹ تک جاری رہا اس کے بعد یکایک اُڑن طشتریاں غائب ہوگئیں۔

اسد نے کہا "ان کی رفتار پرواز ہمارے راکٹ کی رفتار پرواز سے کہیں زیادہ ہے۔"

منوہر سنگھ نے اپنا خیال ظاہر کرتے ہوئے کہا "غالباً وہ اپنے کرہ کی طرف گئی ہیں، بہرحال ہمارے وہاں پہونچنے تک وہ برابر آتی رہیں گی۔"

"ـــ اور ہم ان کے جلو میں سطح ثقر پر اتریں گے۔" مولانا عبدالسلام نے خوش ہوکر کہا اور اپنی گھڑی دیکھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔

اسد نے بھی اپنی گھڑی دیکھی اور مولانا عبدالسلام سے کہا۔

"ہم مغرب کی نماز باجماعت ادا کریں گے ـــ"

سعد نے کہا "میں اذان دیتا ہوں۔"

اس نے نشرگاہ میں پہونچکر آلہ نشر الصوت پر اذان دی۔ نشست گاہ کی کرسیاں ایک ہینڈل کی جنبش پر دونوں کناروں کی طرف سمٹ گئیں، مولانا عبدالسلام نے نماز پڑھائی اور بعد نماز کچھ دیر کے لئے اپنے کیبن میں چلے گئے۔

اسد نے ایک بار پھر اپنی برقی مشینوں اور آلات کا جائزہ لیا اور پائلٹ کی نشست پر بیٹھ کر فیروزہ، زمرد اور منوہر سنگھ سے باتیں کرنے لگا۔

کرہ ارض اب ایک دور افتادہ سیارے کی طرح جھلملاتا ہوا نظر آ رہا تھا اور اس کی روشنی لحظہ بہ لحظہ کم ہوتی جا رہی تھی۔

منوہر سنگھ نے اسد سے کہا۔ ایک گھنٹہ بعد کرہ ارض ہماری نظروں سے غائب ہو جائے گا اور ہم اسے دوربین کی مدد کے بغیر نہ دیکھ سکیں گے۔"

فیروزہ بول اٹھی "اب ہم کو صرف انھیں چیزوں کو دیکھنا چاہئے جو ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔ یہ اجرام فلکی جو سرخ، سبز، نیلگوں اور سیمابی رنگ کے غباروں کی طرح خلائے آسمانی میں معلق ہیں، ان کا مشاہدہ ہم پر فطرت کے صدہا سربستہ راز منکشف کر سکتا ہے ——"

"وہ سامنے اس سیارے کی طرف، دیکھو" مینو نے سیمابی رنگ کے ایک چمکدار ستارے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "یہ سیماب کی طرح تھرتھرا رہا ہے۔"

اسد نے کہا "ہو سکتا ہے کہ اس کی سطح پر سیماب ہو۔ لیکن یہ سیارہ نہیں بلکہ ثوابت میں سے ہے ...... اس لئے ہو سکتا ہے کہ اس میں ایک ہی عنصر ہو یا ایک عنصر دیگر عناصر پر غالب ہو ——"

"ثوابت میں عموماً ایک ہی عنصر زیادہ ہوتا ہے اور ہم اس وقت کائنات کے جس حصہ سے گزر رہے ہیں اس میں ثوابت کی کثرت ہے یہ سب ایک دوسرے کی کشش پر قائم ہیں۔ ان میں سے ہر ایک میں ایک ہی عنصر کی مقدار زیادہ ہے۔ وہ دیکھئے سامنے اس نیلگوں ستارے کو میرے خیال میں اسس میں تانبا ہو گا۔"

"یہ معدنیات کے ذخیرے ہیں۔ فطرت کے خزانے۔" زمرد نے اس

فردوسی نظارے سے محفوظ ہوتے ہوئے کہا۔

"خدا کے ان بندوں کے لئے جو وہاں تک پہنچ سکیں۔" اسد نے اسکا جملہ پورا کر دیا۔

منوہر سنگھ نے ان ستاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "یہ تسخیر کا انعام ہے ان لوگوں کے لئے جو اس کو سمجھنے کی کامیاب کوشش کریں۔"

"کتنا پیارا اور دلآویز منظر ہے، سعد کہاں چلے گئے۔؟"

اس کی نگاہیں سعد کو تلاش کرنے لگیں۔ مولانا عبد السلام اور سعد گزرگاہ میں نظر آئے وہ اسی طرف آ رہے تھے۔

"میرے اچھے سعد! آؤ میرے پاس بیٹھ کر ان فردوسی نظاروں کو دیکھو"

مولانا عبد السلام نے مسکرا کر کلام پاک کی آیۃ پڑھی۔

"ـــــ اور وہاں نہ دن ہوگا اور نہ رات ہر طرف ایک سدیمی نور ہوگا ـــــ سہانا سماں ـــــ"

(۱۵)

راکٹ فضائے بسیط میں تیرتا ہوا اس دورافتادہ سیارے کی طرف جا رہا تھا جو اب کرۂ ارض کے مقابلہ میں نسبتاً بڑا اور زیادہ روشن نظر آ رہا تھا۔ زمرد نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب آٹھ بجے ہیں ـــــ نصف گھنٹہ بعد کھانا تیار ہو جائے گا۔

"کھانے کے بعد نماز ہوگی ___" مولانا عبدالسلام بولے "اس کے بعد میں سب سے معذرت کر کے اپنے کیبن میں چلا جاؤنگا۔"

اسد نے ہنس کر کہا "یعنی آپ کے وظائف کا سلسلہ یہاں بھی جاری رہیگا۔"

"دل کو یکسوئی اسی طرح حاصل ہوتی ہے اور اس سے ایسی خفتہ قوتیں بیدار ہوجاتی ہیں جو انسان کو اس کے مرکز کی طرف رجوع کرتی ہیں۔"

منوہر سنگھ نے اسد سے کہا۔

"میں کھانے کے بعد ہی آرام کرنا چاہتا ہوں تاکہ چار گھنٹے بعد پھر اپنی جگہ پر بیٹھ سکوں۔"

"ایرج کو میں نے ضروری باتیں سمجھا دی ہیں۔"

زمرد مسکرا دی۔ اسد نے کہا۔

"تم مسکرائیں کیوں ___؟"

"اس وقت ہمارے خیالات کرہ ارض کے گرد چکر لگا رہے ہیں ___ اس لئے ہم بالکل بے دلی سے باتیں کر رہے ہیں۔"

"حقیقت تو یہی ہے۔" فیروزہ نے ہنسکر کہا۔ "اس وقت لکھنؤ میں حضرت گنج کی سڑکیں برقی روشنی سے جگمگا رہی ہوں گی۔ عمارتیں بقعہ نور بنی ہوئی ہوں گی اور ___ اور ___"

فیروزہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی لیکن منوہر سنگھ بول اُٹھا۔

"فی الحال اس دنیائے رنگ و بو کے خیالات اپنے دل سے نکال دو۔ ہم اس وقت کائنات کے اس حصہ میں ہیں جہاں نہ دن ہے اور نہ رات

بلکہ ایک ایسی روشنی ہے جس میں صبح صادق کی چمک بھی ہے اور شفق کی جھلک بھی ——"

جمیل نے اپنے کیبن سے کہا "ہماری نگاہ کی وسعتوں میں ایک نیا ستارہ طلوع ہو رہا ہے اس کی جسامت کرۂ ارض کے برابر ہے۔ کرۂ ارض کے بسنے والوں نے آج تک اس کو نہیں دیکھا ہے۔"

جمیل ایک ساعت کے لئے خاموش ہوا اور پھر سلسلہ کلام شروع کیا۔

"کرۂ ارض ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو چکا ہے ہم اس نورانی سڑک کو بھی پیچھے چھوڑ آئے ہیں جسے ہم کہکشاں کہتے ہیں۔"

جمیل اسی طرح اجرام فلکی کے متعلق کہتا رہا۔ اسد نے مولانا عبد السّلام سے کہا۔

"کروڑوں میل دور کرۂ ارض پر جمیل کی آواز اسی طرح سنی جا رہی ہو گی اسکی آبادی کا بیشتر حصہ ہمہ تن گوش ہو کر جمیل کی آواز سن رہا ہو گا۔"

اسد خاموش ہو گیا۔ ہر شخص اپنے اپنے خیالات میں کھویا ہوا تھا۔ ساڑھے آٹھ بجے سب نے کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد اسد، سعد، منوہر سنگھ زمرد، ارملا، فیروزہ اور مینو بزرجمہر نے پانچ پانچ منٹ تک نشرگاہ سے کرۂ ارض پر بسنے والوں کو مخاطب کیا۔ ایاز کے ٹیلی وژن نے ان کے عکس بھی دیکھے ہندوستان کی گھڑیوں کے وقت کے مطابق اسد نے گیارہ بجے اپنے راکٹ کی نشرگاہ سے ایاز کو مطلع کیا کہ اگر کسی حادثہ کے بغیر اس کا راکٹ اسی رفتار سے پرواز کرتا رہا تو وہ کرۂ ارض کی تاریخ اور ہندوستانی وقت کے مطابق

۱۵ر جولائی کی صبح کو چار بجے سطح ثفر پر پہونچ جائیں گے۔

ہوائی سدمی نور میں ترقی ہوئی اس نامعلوم سیارے کی طرف چلی جارہی تھی اور اس میں بیٹھے ہوئے کرۂ ارض کے چند اولوالعزم نوجوان سائنسدان خاکے بنانے، پیغامات نشر کرنے اور دوربین سے اجرام فلکی کو دیکھنے میں مصروف تھے۔ ان کی نگاہیں فضائے بسیط کی نیلگوں گہرائیوں میں ایک ایسے منور نقطہ پر جمی ہوئی تھیں جو آہستہ آہستہ بڑا ہوتا جارہا تھا۔ یہی ان کی منزل تھی۔

کرۂ ارض کے لئے آخری پیغام نشر کرنے کے بعد اسد نے پانچ گھنٹے کیلئے باقی ماندہ افراد کو آرام کرنے کی اجازت دے دی اس کے پاس صرف ڈاکٹر ایرج یوسف جاوید اور انعام اللہ رہ گئے۔ تین ملازم بھی اپنی آرام گاہوں میں چلے گئے صرف احیانہ، اسد، یوسف، ایرج اور انعام اللہ کو کافی پلانے کیلئے جاگتا رہا راکٹ کے چاروں طرف جو روشنی پھیلی ہوئی تھی اس میں کوئی کمی یا زیادتی نہیں ہوئی تھی کبھی کبھی بہت دور خلاء میں کوئی ٹوٹتا ہوا تارہ نورانی لکیر بناتا ہوا ان ارضی مشاہدین کی حدنگاہ میں آتا تھا اور گرد و پیش کی فضا کو قدرے منور کرتا ہوا گزر جاتا تھا۔ ان کی حدنگاہ کی وسعت میں اس وقت تک بیسیوں ستارے طلوع ہو کر غروب ہو چکے تھے۔

ایرج پائلٹ کی سیٹ پر بیٹھا ہوا کچھ سوچ رہا تھا اس کی نگاہیں نیلگوں خلاء میں کسی غیر مرئی نقطہ پر جمی ہوئی تھیں انعام اللہ بار بار دوربین کا زاویہ بدل رہا تھا یوسف جاوید ایک آلہ کے پاس بیٹھا ہوا تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد اس کا سوئچ دبا اور اٹھا رہا تھا خود اسد ایک بڑے چارٹ کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ وہ کچھ لکھتا بھی جارہا تھا۔ ایک گھنٹہ بعد اس نے سر اٹھایا اور ایرج، یوسف جاوید

اور انعام اللہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اگرچہ ثفر کرۂ ارض سے تقریباً تین ارب میل دور ہے لیکن آفتاب سے وہ اسی قدر فاصلہ پر ہے جس قدر کرۂ ارض ہے۔"

ایرج نے اس سے دریافت کیا۔"ـــ یعنی آفتاب سے دونوں سیاروں کا فاصلہ برابر ہے؟"

"ممکن ہے کچھ فرق ہو۔ میں نے بالکل سرسری طور پر حساب لگایا ہے۔ اگر کوشش کی جائے تو صحیح فاصلہ معلوم ہو سکتا ہے۔" اسد نے اپنے تینوں رفقاء کار کو سمجھاتے ہوئے کہا۔"اس سے میرا مطلب یہ ہے کہ ثفر کی آب و ہوا اور سطح زمین کے جغرافیائی حالات کرۂ ارض کے حالات سے ملتے جلتے ہوں گے۔"

"یقیناً ایسا ہی ہوگا ورنہ ابوالصلت اور اس کے ساتھیوں کی نسل وہاں پہنچکر ترقی نہیں کر سکتی تھی۔"

یوسف جاوید نے اسد سے دریافت کیا۔"تو اب اس میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا ہے کہ ابوالصلت وہاں پہونچا تھا اور اس کی نسل وہاں آج تک موجود ہے۔"

"اب جبکہ ہم ان پراسرار طشتریوں کے پیغامات سن چکے ہیں تو اس میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی ہے۔ تم نے سنا نہیں کہ وہ عربی میں پیغامات نشر کر رہے تھے۔؟" ایرج نے یوسف کو سمجھاتے ہوئے کہا۔"ہو سکتا ہے کہ اس دنیا میں عربی کے ساتھ دوسری زبانیں بھی رائج ہوں ـــــ لیکن بہرصورت عربی وہاں ابتک اندلسی لہجہ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اس میں بظاہر کوئی خاص تغیر و تبدل نہیں ہوا ہے۔"

ہندستانی وقت کے مطابق مولانا عبدالسلام ٹھیک ساڑھے چار بجے صبح نشست گاہ میں آئے، انعام اللہ نے اذان دی۔ مولانا نے نماز پڑھائی اور سب روزنوں کے پاس بیٹھ گئے۔ اسد، انعام اللہ، ایرج اور یوسف پرویز کچھ دیر بعد آرام کرنے چلے گئے۔

کرۂ ارض سے روانگی کے اٹھارہ گھنٹے کے بعد تیسری بار اُڑن طشتریاں فضاء کی نیلی گہرائیوں سے ابھرتی ہوئی نظر آئیں۔

"وہ پھر ہماری طرف آرہے ہیں ـــــ" منوہر سنگھ نے اس طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

سب اسی طرف متوجہ ہوگئے۔ ان طشتریوں کی تعداد ساٹھ تھی۔ وہ ایک قطار میں آگے پیچھے آرہی تھیں۔ ارملا دوربین کے پاس سے ہٹ کر منوہر سنگھ کے قریب پہونچ گئی۔ سعد اور زمرد ایک ہی روزن سے دیکھ رہے تھے ان کے سر آپس میں ملے ہوئے تھے۔

مولانا عبدالسلام نے منوہر سنگھ سے کہا۔ "اسد میاں کو بلا لیجئے۔"

"ان کو آرام کرنے دیجئے ـــــ"

طشتریاں راکٹ کے قریب آگئیں۔ ان کی رفتار قدرے سست ہوگئی اور وہ راکٹ کے اوپر ایک دائرے کی شکل میں گھومنے لگیں۔ ان میں سے ایک طشتری راکٹ کے برابر آئی اور راکٹ میں ایک آواز گونجتی ہوئی سنائی دی۔

"ابوالصلت اور اس کے ساتھیوں کی اولادیں کرۂ ارض سے آنے والوں کو سلامتی کا پیغام دیتی ہیں۔"

جملہ ختم ہوتے ہی طشتری چشم زدن میں اسی دائرہ میں جا ملی جو راکٹ کے اوپر اس کے ساتھ پرواز کر رہا تھا، دوسری طشتری راکٹ کے قریب آئی اور ایک بار پھر ویسی ہی آواز گونجی۔

" ہم صدیوں سے اس دنیا سے آنے والے کے منتظر اور ان کے لیے چشم براہ تھے۔"

اس کے بعد ہی تیسری اور پھر چوتھی طشتری آئی اور اسی طرح یکے بعد دیگرے طشتریاں آتی اور پیغام سناتی رہیں۔ یہ سلسلہ دو گھنٹے تک جاری رہا اس کے بعد طشتریاں فضا میں غائب ہو گئیں۔

جاوید انصاری نے کرۂ ارض کے لئے پیغام نشر کیا اور ثفر سے سلسلہ ملانے کی کوشش کی۔ اس نے کئی بار ایک عربی نشریہ کے چند الفاظ کو ضبط کیا لیکن اس آواز مسلسل نہ سن سکا لیکن وہ اپنی جد و جہد میں مصروف رہا اور دو گھنٹہ بعد ثفر سے لاسلکی سلسلہ ملا دیا۔

اس دور افتادہ سیارے سے راکٹ کے لئے برابر پیغامات نشر کئے جا رہے تھے۔ نو بجے اسد بیدار ہوا۔ اور نصف گھنٹہ بعد سعد نے عربی میں اس سیارہ کی کسی نشرگاہ سے باقاعدہ سلسلہ نامہ و پیام شروع کر دیا اس نے ان نئی دنیا والوں کو یہ بھی بتا دیا کہ کرۂ ارض سے آنے والے اس راکٹ میں ابوالصلت کے خاندان کا بھی ایک فرد ہے۔

جمیل، اسد، ارملا نے سیاروں کے مشاہدات میں مصروف تھے۔ نعیم سرکار کرۂ ارض سے روانگی کے بعد سے ابتک کئی ہزار فیٹ فلم پر اجرام فلکی اور سامنے

نظر آنے والی ہر چیز کا عکس محفوظ کر چکا تھا، جاوید انصاری ہر دس منٹ کے بعد اپنے آلہ نشر الصوت کی لہروں کا میٹر بدل رہا تھا۔ وہ کبھی کرۂ ارض کی نشر گاہوں کو مخاطب کرتا تھا اور کبھی کرۂ ثفر سے سلسلہ ملاتا تھا۔

ایاز کا تیار کیا ہوا ٹیلی وژن بہت کار آمد ثابت ہو رہا تھا اسد اور اس کے ساتھی فضا میں جو کچھ دیکھ رہے تھے۔ اسد ان ہی مناظر کو برقی لہروں میں تبدیل کر کے کرۂ ارض تک پہونچا رہا تھا اور ایاز اپنے ٹیلی وژن کے ذریعہ ان کو دیکھکر فلمبند کر رہا تھا۔ دہلی کا ریڈیو اسٹیشن دنیا کو ہر تین گھنٹہ بعد اسد اس کے راکٹ کے حالات سفر کا خلاصہ سنا رہا تھا۔ کسی کسی وقت اسد اور اس کے ساتھیوں کے پیغامات بھی ریلے کئے جا رہے تھے۔ کرۂ ارض کے ہر متمدن ملک میں اس کے چرچے تھے اور ہر شخص یہ اعلان سننے کیلئے مضطرب تھا کہ اسد کا راکٹ اس دور افتادہ سیارے کی سطح پر پہونچ گیا۔

اسد اور اس کے ساتھی بھی جلد سے جلد سطح ثفر تک پہونچ جانا چاہتے تھے لیکن ان کا راکٹ جس رفتار سے اس طرف کھینچ رہا تھا وہ اس کی انتہائی تیز رفتار تھی اگرچہ راکٹ المونیم تانبہ اور فولاد ملاکر ایک ایسی نئی قسم کی دھات سے تیار کیا گیا تھا جو چار سو درجے فارن ہائیٹ پر بھی سولہ گھنٹے تک اسی طرح سخت رہ سکتا تھا لیکن اس کے باوجود وہ کائناتی شعاعوں کی زیادہ حرارت برداشت نہیں کر سکتا تھا اور رفتار بڑھا دینے سے درجۂ حرارت بڑھ جانے کا احتمال تھا۔

کرہ ارض سے روانگی کے بیتالیس گھنٹہ بعد ثفر بالکل صاف نظر آنے لگا اور زہرہ، مشتری اور مریخ، زنگاری پس منظر میں جھلملانے لگے۔ مریخ بالکل سرخ ہو چکا تھا اور زہرہ نیلگوں ہوتا جا رہا تھا۔ مشتری گرگٹ کی طرح اپنے

رنگ بدل رہا تھا۔ میمونہ نے زمرد سے کہا۔

"یہاں سے یہ ستارے کتنے بھلے معلوم ہو رہے ہیں۔ میرے خیال میں یہ انکے اصلی رنگ ہیں۔"

"یا پھر یہ سب فریب نظر ہو ہمارے اور ان کے درمیان جو خلاء ہے ممکن ہے وہ مخروطی عدسہ کا کام کر رہا ہو اور اس طرح روشنی متعدد رنگوں میں تقسیم ہو کر ہم تک پہونچ رہی ہو۔"

میمونہ اور زمرد پھر باہر کی سمت دیکھنے لگیں۔ اسد اور مولانا عبد السلام منوہر سنگھ کی نشست کے پاس بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ سعد اپنے کیبن سے آیا اور مولانا عبد السلام کے پاس پہونچکر ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

فضا کی نیلی گہرائیوں میں سرخ رنگ جھلکنے لگا تھا اور سرخی تیزی کے ساتھ نیلے رنگ پر غالب آنے لگی تھی۔ منوہر سنگھ نے اسد سے کہا۔

"اسد صاحب! فضاء میں سرخی کی جھلک کیوں نمایاں ہوتی جا رہی ہے؟"

"کائنات کے کسی گوشے سے سرخ شعاعیں خارج ہو کر فضائے دنیا کے اس حصہ سے گزر رہی ہوں گی۔"

ڈاکٹر ایرج منوہر سنگھ کے پاس آنکھیں بند کئے ہوئے بیٹھا تھا۔ اسد کے جواب پر اس نے آنکھیں کھول دیں اور بولا۔

"اگر ایسا ہے تو ہم کو اس سرخ روشنی کا مخرج نظر آنا چاہئے اس لئے کہ ہم اس کے درمیان سے گزر رہے ہیں۔"

منوہر سنگھ بول اٹھا۔ لیکن نہیں —— یہ سب ہمارا خیال ہی خیال ہے۔

دراصل یہ سرخ روشنی نہیں بلکہ اس کا عکس ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آفتاب کی شعاعیں نتھر کر ہمارے قریب سے گزر رہی ہوں۔"

مولانا عبدالسلام نے مسکرا کر کہا۔ "کائنات کی رنگینیاں انسان کے لئے ہمیشہ ایک راز رہیں گی۔"

مولانا عبدالسلام نے اپنا عبا اتار کر اپنی کرسی کی پشت پر ڈال دیا۔ سعد نے بھی اپنی ٹائی کی گرہ ڈھیلی کر لی اور مولانا سے کہا۔

"کیا آپ بھی قدرے گرمی محسوس کر رہے ہیں۔؟"

"جی ہاں ــــ اور کیا آپ کو بھی گرمی محسوس ہو رہی ہے۔؟"

اسد نے جھک کر دیوار میں لگے ہوئے مقیاس الحرارت کو دیکھا اور اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ سعد اور مولانا عبدالسلام اس کی طرف حیرت سے دیکھنے لگے۔

"کیا بات ہے اسد صاحب!؟" مولانا نے اس سے دریافت کیا۔

"کیا ہم جہنم کی طرف جا رہے ہیں۔؟"

"کیوں خیر تو ہے ــــ؟" سعد نے اسد سے دریافت کیا۔

"اس وقت ہمارا راکٹ فضائے بسیط کے جس حصہ سے گزر رہا ہے اس کا درجہ حرارت کرۂ ارض کے ہر ذی روح کو جلا کر راکھ کر دینے کے لئے کافی ہے۔"

"یعنی یہ کہ واقعی ــــ" مولانا عبدالسلام گھبرا کر اپنی جگہ پر کھڑے ہو گئے اور روزن سے باہر دیکھنے لگے۔

"غالباً ہم فضا میں کائنات کے ایک ایسے حصے سے گزر رہے ہیں جس حصہ سے کچھ عرصہ قبل ایک دہکتا ہوا سیارہ گزرا ہے۔"

اسد نے اس سے دریافت کیا۔ "کیا ادھر سے کوئی ایسا سیارہ گزرا ہے؟"

جمیل بھی اپنے کیبن سے آگیا ارملا نے اس سے دریافت کیا۔

"کیوں جمیل صاحب! آپ نے ابھی مجھ سے یہی کہا تھا نا کہ اس وقت ہمارا راکٹ جس فضاء سے گزر رہا ہے اسی حصہ سے کچھ عرصہ قبل ایک دہکتا ہوا سیارہ بھی گزرا ہے۔"

"ہاں —— اگرچہ وہ ہماری نگاہوں اور دوربینوں کی زد میں نہیں آسکا ہے لیکن راکٹ کے گرد و پیش فضاء میں ابتک اسکے ذرات موجود ہیں۔"

منوہر سنگھ نے کہا۔ "اب درجۂ حرارت پھر گر رہا ہے۔ اور سرخی پر نیلگوں رنگ غالب آتا جا رہا ہے۔"

اسد نے کہا۔ "یقیناً اس خط سے کوئی آتشیں سیارہ گزرا ہے لیکن تعجب ہے کہ ہم اسے نہ دیکھ سکے۔"

جمیل نے کچھ سوچ کر کہا۔ "ہوسکتا ہے کہ وہ سال دو سال قبل ادھر سے گزرا ہو اور ابتک فضا میں اس کی حرارت باقی ہو۔"

ارملا نے دوربین سے نگاہیں ہٹاتے ہوئے کہا

"اب تو پھر صاف نظر آنے لگا ہے۔ لیکن اب اس کی چمک بتدریج کم ہو رہی ہے۔"

"اٹھارہ یا انیس گھنٹے بعد ہم اس کی سطح پر پہونچ جائیں گے۔" اسد نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "بہر حال یہ فردوسی نظارے واقعی ناقابل فراموش ہیں۔"

مولانا عبدالسلام بول اٹھے "اور یہ جہنمی حرارت ——— جو ہم ابھی محسوس کر رہے تھے۔ کیا ہم اسے بھول جائیں گے ———"

وہ مسکرانے لگے۔

"جنت اور دوزخ۔ فردوس اور جہنم ———" زمرد نے انگڑائی لیتے ہوئے مسکرا کر سعد کی طرف دیکھا اور اپنے کیبن میں چلی گئی۔

"یہ سب ہمارے کردار کا پرتو ہیں" اسد نے بغیر کسی ارادے کے کہا۔

"خدا ہی بہتر جانتا ہے" مولانا عبدالسلام بولے "خدا نے انسانیت کی بقا کے لئے انسان کے سامنے جو نظام پیش کیا ہے۔ اس سے انحراف اس کی تباہی اور بربادی کا باعث ہوتا ہے اور اسی کلیہ کے پیش نظر میرے خیال میں انسان کی بلندی اور پستی جنت اور دوزخ کے نام سے موسوم کی جا سکتی ہے"

اسد نے مولانا عبدالسلام کو استفسارانہ نگاہوں سے دیکھا یا تو مولانا کی باتیں اس کی فہم سے بالاتر تھیں اور وہ صحیح طور پر اپنا مطلب واضح نہیں کر سکے تھے۔ یا وہ انکا مطلب نہ سمجھ سکا تھا۔

دونوں خاموش ہو گئے۔ سعد نے بھی اپنی رفیقۂ حیات کی طرح انگڑائی لی اور منہ پر ہاتھ رکھ کر جمائی لیتا ہوا اپنے کیبن میں چلا گیا۔ اسد اپنی جگہ سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ دو گھنٹہ قبل اس نے ٹیلی وژن پر اسی پراسرار لڑکی کا عکس دیکھا تھا جو ایاز کی رصدگاہ میں اسے ٹیلی وژن کرکے پردہ پر نظر آئی تھی۔ اب وہ عربی سمجھ سکتا تھا۔ اس پراسرار لڑکی نے کرۂ ارض سے آنے والوں کو خوش آمدید کہا تھا اور جذبات کی رو میں بے حواس ہو کر دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا تھا

اسد اسی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ دانستہ یا نادانستہ طور پر ایسی حرکتیں کیوں کر رہی ہے۔ اگر وہ مخبوط الحواس ہے تو اس کو ایسی ذمہ داری کا کام کیوں دیا گیا ہے وہ اسی ادھیڑ بن میں نشست گاہ کے ایک گوشے تک پہنچ کر ایک کرسی پر بیٹھ گیا ارملا منوہر سنگھ کے پاس بیٹھی ہوئی اس سے آہستہ آہستہ باتیں کر رہی تھی دونوں کے چہرے مسرت سے کھلے ہوئے تھے۔ ان دونوں کو دیکھ کر اسد کے چہرے پر رونق آگئی۔

ایاز نے اسد سے بتا دیا تھا کہ منوہر سنگھ اور ارملا غیر محسوس طریقہ پر ایک دوسرے کے قریب آتے جا رہے ہیں۔ ان دونوں کی طرف دیکھ کر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے ارملا خود اس سے خوش ہو کر باتیں کر رہی ہے وہ کچھ دیر ٹکٹکی باندھے دونوں کی طرف دیکھتا رہا۔ مولانا عبدالسلام بہت دور کسی سیارے پر نگاہیں جمائے ہوئے تھے۔

اسد اکتا کر کرسی سے اٹھا اور اپنے کیبن کی طرف جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ زمرد اور سعد گزرگاہ میں نظر آئے۔ وہ اسی طرف آ رہے تھے، اسد نے انھیں دیکھتے ہی کہا۔

"میرا خیال تھا کہ آپ لوگ آرام کر رہے ہوں گے۔؟"

"اس وقت اپنی دنیا میں دوپہر ہو گی۔ کھانا تیار ہے —— اگر آپ آرام کرنا چاہتے ہیں تو کھانا کھا کر آرام کیجیے گا۔"

مولانا عبدالسلام نے پلٹ کر زمرد کی طرف دیکھا اور کہنے لگے۔

"واقعی کھانے کا وقت ہو چکا ہے میں اس وقت بھوک کو کسل مندی پر محمول کر رہا تھا۔

منوہر سنگھ بھی اسی طرف متوجہ ہو گیا۔

"واقعی ہم اب محسوس کر رہے ہیں کہ صبح کی صاف و تازہ ہوا۔ دوپہر کی تیز دھوپ اور شام کی سرخ روشنی ہماری صحت کے لئے کس قدر ضروری ہے"

سعد نے کہا: "اب راکٹ کا ہر فرد تکان محسوس کرنے لگا ہے۔ اور ہم اب اس میں چالیس گھنٹے سے زیادہ نہیں رہ سکتے ہیں"

"سولہ گھنٹے کے اندر ہی اندر ہم ثقر کی سطح پر پہونچ جائیں گے" منوہر سنگھ نے اپنے سامنے میز پر لگی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھ کر جواب دیا۔

چند منٹ میں سب نشست گاہ میں آ گئے۔ خدمتگاروں نے کھانا کھلایا اور میزیں صاف ہوتے ہی مولانا عبدالسلام اور اسد چلے گئے۔ ارملا اور فیروزہ زمرد سے باتیں کرنے لگیں۔ میمونہ اپنی ڈائری لکھنے میں مصروف ہو گئی۔

جاوید راکٹ کی نشرگاہ سے کرہ ارض کے لئے پیغام نشر کرنے لگا یکایک تاریکی بڑھنے لگی۔ اور چند سکنڈ میں فضا بالکل تاریک ہو گئی اور دور و نزدیک بے شمار تارے چمکنے لگے۔

(۱۶)

تاریکی بڑھتے ہی منوہر سنگھ نے راکٹ کی رفتار پر قابو پا لیا اور ایک ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر سامنے لگی ہوئی سوئی کی طرف دیکھا۔

مولانا عبدالسلام اور اسد اپنے کیبن سے نکل کر نشست گاہ میں آ گئے

اسد نے منوہر سنگھ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"یہ تاریکی کیسی ہے ——؟"

مولانا عبدالسلام فوراً بول اٹھے "شاید ہم پردہ ظلمات میں پہنچ گئے ہیں۔"

منوہر سنگھ نے بغیر کسی گھبراہٹ کے کہا۔

ہم کسی بہت بڑے سیارے کی سطح کے قریب سے گزر رہے ہیں اس سیارہ کی سطح ہم سے دو ہزار دو سو پچپن میل دور ہے اس وقت راکٹ ایک معمولی طیارے کی رفتار سے جا رہا ہے۔"

"کیا ہمارا رخ اس سیارہ کی سطح کی طرف ہے۔؟"

"جی نہیں —— ہم اس کے متوازی پرواز کر رہے ہیں۔" منوہر سنگھ نے میز کی گھڑی پر نگاہیں جماتے ہوئے کہا۔ "ہم اس سیارہ کے جس رخ پر پرواز کر رہے ہیں اس حصہ میں رات ہے۔"

جمیل نے کہا "لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ہم اس سیارے کے اس قدر قریب پہنچ گئے اور اس کو دیکھ نہ سکے۔"

ارملا نے کہا "ہماری دوربین لاکھوں میل دور کے سیارے ہماری نگاہ کی زد میں لاتی ہے۔

"بیشک ——" اسد نے یقین کے ساتھ کہا "اس کے عدسے بہت طاقتور ہیں لیکن پھر ہم اس سیارہ کو کیوں نہ دیکھ سکے۔"

مولانا عبدالسلام بول اٹھے "انسان قدرت کا ہر راز نہیں سمجھ سکتا ——"

جمیل نے آگے بڑھ کر اسد سے کہا "میری رائے میں تو ہم کو اس سیارے کے

اس حصے کو دیکھنا چاہئے جو اس وقت آفتاب کے سامنے ہے۔

تاریکی بتدریج کم ہونے لگی۔

"پھر وہی نیلگوں آسمانی خلاء" اسد نے ایک روزن سے اس طرف دیکھا جس طرف تاریکی کم ہوتی جا رہی تھی۔

منوہر سنگھ نے جھک کر کھڑکی کی طرف دیکھا اور بولا۔

"دو ہزار تین سو اسّی میل ــــ ہم اس سیارہ کی سطح سے دو ہزار تین سو اسّی میل دور ہیں۔"

"لیکن یہاں تو دائیں ہاتھ پہ حد نظر تک کچھ بھی نہیں ہے۔"

جمیل دوڑ کر اپنے کیبن میں گیا اور فوراً ہی واپس آ کر کہا۔

"ہم ایک غیر مرئی سیارے کے قریب سے گزر رہے ہیں۔ غالباً یہ سیارہ ایک حباب یا بلور کے بے رنگ قمقمے کی طرح فضائے بسیط میں دوسرے سیاروں کی کشش سے معلق ہے۔"

اسد کچھ سوچ کر بولا "بہرحال آفتاب کی شعاعوں کو کسی نہ کسی زاویہ سے اسکی سطح سے گزر کر یا ٹکرا کر ہم تک پہونچنا چاہئے تھا۔"

اس کا جملہ ختم ہوتے ہی سب کی نگاہیں خلاء میں ایک قوس پر جم گئیں انکے سامنے ایک بہت بڑا قوس تھا جس کا ہر رنگ شوخ تھا اور وہ حد نگاہ تک پھیلا ہوا تھا۔

"آپ کا خیال صحیح نکلا" جمیل نے اسد سے کہا "اب ہمارا راکٹ اس زاویہ پر پرواز کر رہا ہے جہاں سے آفتاب کی شعاعیں اس سیارہ کی سطح سے ٹکرا کر مختلف

رنگوں میں تقسیم ہو رہی ہیں۔ یہ قوس کائناتی ذروں پر اُلٹی نتھری ہوئی شعاعوں کا عکس ہے۔"

زمرد نے خوش ہو کر کہا "قدرت نے ہمارے استقبال کے لئے یہ رنگین محراب بنایا ہے۔ ہمارا راکٹ اسی کے نیچے سے گزر کر سطح ثو تک پہونچیگا۔"

"اب ہم سطح سے صرف ایک ہزار میل دور ہیں" منوہر سنگھ نے گھڑی کی طرف دیکھ کر اعلان کیا۔

"وہ دیکھئے ——" جمیل نے انگلی سے باہر کی سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا "سامنے حد نگاہ تک ہم کو ایک جھلی چمکتی ہوئی نظر آ رہی ہے یہ بلوری سیارہ ہے۔"

انعام اللہ نے ایک روزن کے قریب اپنا چہرہ لیجاتے ہوئے کہا۔

"یہ بلوری سطح ہے یا اس سیارے کا بحر ذخار۔؟"

جاوید اسی طرف بغور دیکھتے ہوئے بولا "اگر اس سیارے کی سطح پر سمندر ہیں تو زندگی بھی ہوگی۔"

"وہ غیر مرئی ہے۔" اسد نے حکیمانہ لہجہ میں کہا۔

جمیل اپنے کیبن میں جا چکا تھا، اسد نے منوہر سنگھ سے پوچھا۔

"اب کتنا فاصلہ ہے۔"

"تقریباً ڈیڑھ ہزار میل —— لیکن اب ہماری پرواز متوازی نہیں ہے۔ ہم اس سے لحظہ بہ لحظہ دور ہوتے جا رہے ہیں۔"

"ہمارا رخ ثفر کی طرف ہے۔"

"رفتار بڑھا دو ——" اسد نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

آسمان کے نیلگوں خلاء میں برق چمکی اور غائب ہو گئی۔ مولانا عبدالسلام نے اسد سے دریافت کیا۔

"یہ خیرہ کن روشنی کیسی تھی۔"

"اسی سیارہ کی بلوری سطح کسی خاص زاویہ پر چمکی تھی۔ اب ہمارا راکٹ اسی رفتار سے پرواز کر رہا ہے۔"

"— اور وہ قوس — اب وہ بھی نہیں نظر آ رہا ہے۔؟"

"وہ ایک نظری شعبدہ تھا ایسے نظارے کسی خاص زاویہ ہی سے نظر آتے ہیں۔"

مولانا عبدالسلام کچھ دیر تک باہر کی سمت دیکھتے رہے۔ ہر طرف سرمئی نور پھیلا ہوا تھا۔ وہ اکتا کر اٹھے ان کے ساتھ ہی اسد بھی اٹھا اور دونوں گزرگاہ میں چلے گئے۔ فیروزہ، زمرد، ارملا، میمونہ، سعد، انعام اللہ اور نعیم سرکار، منوہر سنگھ کے پیچھے بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

کرۂ ارض سے روانگی کے ساٹھ گھنٹے بعد ثفر ایک بہت بڑے سرمئی رنگ کے گولے کی طرح نظر آنے لگا۔ اس کی جسامت برابر بڑھتی جا رہی تھی اور وہ بہت تیزی کے ساتھ راکٹ کی طرف آتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ راکٹ میں سفر کرنے والے ہر شخص کا چہرہ وفور مسرت سے کھلا جا رہا تھا۔ ڈاکٹر ایرج پائیلٹ کی سیٹ پر بیٹھا ہوا سامنے فضا میں دیکھ رہا تھا۔ منوہر سنگھ بار بار ایک ہینڈل کو اوپر اور نیچے کر کے ریڈر کی لہروں سے فاصلہ دیکھ رہا تھا۔ اسد بڑی دوربین کے پاس بیٹھا ہوا سطح ثفر کا مشاہدہ کر رہا تھا مولانا عبدالسلام جاوید اور یوسف سے باتیں کر رہے تھے۔

نصف گھنٹہ بعد اسد اپنی جگہ سے اٹھا اور سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "یہی ہماری منزل ہے ——— چرخ نیلی خام سے پرے ——— سلیمان کی منزل ——— ساڑھے تین گھنٹہ بعد ہم وہاں پہونچ جائیں گے۔ زمرد، میمونہ، ارملا فیروزہ تم لوگ اپنا لباس تبدیل کرلو ——— ہم سب نصف گھنٹے میں لباس تبدیل کر کے تیار ہو جائیں گے لیکن تم لوگوں کو ———" وہ مسکرا کر خاموش ہوگیا۔

فیروزہ اور زمرد کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

میمونہ نے ارملا سے دریافت کیا "تم کون سا لباس پہنوگی۔؟"

"غرارہ ——— اور تم؟"

"میں بھی غرارہ پہنوں گی ———" فیروزہ بول اٹھی۔

"ہم سب غرارہ پہنیں گے" زمرد نے فیروزہ اور میمونہ کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا اور سب آپس میں باتیں کرتی ہوئی گزرگاہ میں داخل ہو گئیں۔

جمیل نے اسد کے پاس آکر کہا "اب ہم ثقر کے دھبوں سے اس کا جغرافیہ معلوم کر سکتے ہیں"

"نعیم سرکار کو اب ایک لمحہ کے لئے اپنے کیمرہ کے پاس سے نہ ہٹنا چاہئے ورنہ ہمارا ریکارڈ نا مکمل رہ جائے گا ———"

"وہ تو یوں بھی زیادہ تر اپنے ہی کیبن میں رہتے ہیں" منوہر سنگھ نے کہا۔ "ہندستانی وقت کے مطابق ہم تقریباً ۵ بجے صبح ثقر پر اتر جائیں گے"

انعام اللہ بول اٹھا "لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ وہاں بھی صبح ہو"

ایرج نے کرۂ ثفر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا "ہم کرۂ ثفر کے جس حصہ پر اتریں گے وہاں اس وقت دن ہو گا۔"

"نہیں یہ بھی کوئی ضروری نہیں ہے۔ اس دنیا میں بسنے والے ہم کو جہاں اترنے کا اشارہ کریں گے۔ ہم اسی جگہ اتریں گے۔ ہو سکتا ہے کہ وہاں رات ہو۔ بہر حال یہ ایسا مسئلہ نہیں ہے جس پر وقت ضائع کیا جائے۔"

کرۂ ثفر کی جسامت تیزی کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی اور وہ تیزی کے ساتھ راکٹ کی طرف آتا ہوا معلوم ہو رہا تھا۔ سرمئی نور پر سیمابی جھلک غالب آتی جا رہی تھی۔ ہر شخص اپنے کام میں مصروف تھا، کچھ دیر بعد اسد نے منوہر سنگھ سے کہا۔

کرۂ ثفر کے گرد جا بجا بادل کے ٹکڑے نظر آ رہے ہیں۔"

"اوپر کے نصف حصے میں زیادہ ہیں اور نیچے کے نصف حصہ میں کم۔"

ایرج نے ایک گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب ہمارا راکٹ اس کی کشش قبول کر رہا ہے۔"

"وہ بار بار ایک ہینڈل گھما رہا تھا اور میز پر لگی ہوئی گھڑی پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔

اسد نے دوربین سے نگاہیں ہٹا کر کہا۔

"ایک اڑن طشتری ہماری طرف آ رہی ہے۔"

جاوید نے اپنے کیبن سے آلہ نشر الصوت پر کہا۔

"ہمارا راکٹ کرۂ ثفر کی کشش پر پرواز کر رہا ہے ایک اڑن طشتری معمولی رفتار پر پرواز کرتی ہوئی آ رہی ہے۔ یہ ہماری راہنمائی کرے گی۔"

اسد اپنی جگہ سے اٹھ کر نشست گاہ میں گیا اور کچھ دیر بعد واپس آ کر مولانا عبدالسلام سے کہا۔

”مولانا صاحب! اب آپ بھی لباس تبدیل کر لیجئے ـــــ اور ایرج تم بھی تیار ہو کر آ جاؤ تو سنوہر سنگھ جائیں۔“

ایرج اور مولانا عبدالسلام اپنے کیبن میں چلے گئے۔ اسد نے ہر شخص کو یکے بعد دیگرے لباس تبدیل کرنے کا وقت دیا اور خود بھی لباس بدل کر نشست گاہ میں آ گیا۔ مولانا عبدالسلام نے آتے ہی کہا۔

”اب ہم کو نماز فجر ادا کر لینا چاہئے۔“

وہ سنہرے کلاہ پر سرمئی رنگ کی مشہدی لنگی باندھے ہوئے تھے اور سیاہ شیروانی پر سیاہ عبا پہن لیا تھا۔ اسد اور اس کے ساتھیوں نے نیلی سرج کے سوٹ پہن لئے تھے۔ سب کے گلے میں عنابی رنگ کی ٹائیاں بندھی ہوئی تھیں۔

مولانا عبدالسلام نے انعام اللہ سے دریافت کیا

”ابھی تک لڑکیاں نہیں آئیں۔“

انعام اللہ کے بجائے اسد بول اٹھا۔ ”ہم کرۂ سفر کی فضا میں پہنچ جائیں گے اس وقت بھی انکا سنگار ختم نہ ہوگا۔“

”دیکھئے میں سب کو کھڑکھڑاتا ہوں۔“

مولانا عبدالسلام گزرگاہ کی طرف چلے گئے۔ سنوہر سنگھ نے اسد سے کہا۔

”ہم اپنے اندازے سے ایک گھنٹہ بعد سطح ثقر پر پہنچیں گے۔“

"میرا بھی یہی خیال ہے ۔۔۔" اسد نے آتی ہوئی اڑن طشتری کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "رفتار پر قابو پانے کے لیئے ہم کو اپنے اندازے سے زیادہ وقت صرف کرنا پڑے گا۔"

مولانا نے گزرگاہ سے نکلتے ہوئے کہا۔

"اسد صاحب! واقعی آپ کا خیال صحیح تھا۔ ان لڑکیوں کا بناؤ سنگھار کافی وقت لے گا ۔۔۔"

منوہر سنگھ نے کہا "ہم ایک گھنٹہ تاخیر سے پہونچیں گے اس وقت تک وہ سب تیار ہو جائیں گی ۔۔۔"

اڑن طشتری سامنے آکر یکایک نگاہوں سے اوجھل ہو گئی اور کچھ دیر بعد بالکل قریب آگئی اور اسی رفتار سے پرواز کرنے لگی۔ جاوید انصاری نے اپنے کیبن سے کہا

"یہ پائلٹ سامر ہے۔ ہماری رہنمائی کرنے والی اڑن طشتری۔"

سب روزن سے اس طرف دیکھنے لگے اسی وقت نشست گاہ میں ایک آواز گونجتی ہوئی سنا دی۔

"کرۂ ارض کے اولالعزم انسانوں کو کائنات کے اس دورافتادہ سیارہ میں بسنے والوں کا سلام پہونچے۔ یہ طشتری آپ کی رہنمائی اور پیشوائی کے لئے آئی ہے اس دنیا کے انسان آپ کے لئے چشم براہ ہیں ۔۔۔ وہ دھڑکتے ہوئے دلوں کے ساتھ آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں ۔۔۔ وہ مہمانوں کے استقبال کے لئے دارالحکومت کے فضائی مستقر میں جمع ہو رہے ہیں ۔۔۔ اپنی گھڑیوں کے مطابق دینے ایک گھنٹہ بعد آپ اپنی ہوائی کی رفتار بقدر نصف کم کردیں ۔۔۔ اس

طشتری سے پرواز کے متعلق ہدایات برابر نشر کی جاتی رہیں گی ——“

اڑن طشتری سے تقریر عربی میں نشر کی گئی تھی، اسد سعد کو لیکر نشر گاہ میں پہنچا اور اسے مائیکروفون کے سامنے کرسی پر بٹھاتے ہوئے کہا۔

”تم مناسب الفاظ میں مختصر طور پر ان کا شکریہ ادا کرو۔“

”اس دنیا میں بسنے والے انسان ارضی انسان کا سلام شوق قبول کریں۔“ سعد نے فصیح عربی میں کہنا شروع کیا۔ ”ہم اپنے بھائیوں سے رابطہ قائم کرنے کیلئے جس مہم پر روانہ ہوئے تھے۔ خدا نے ہم کو اس میں کامیاب کیا۔ اس کرہ میں بسنے والوں کو ہماری طرف سے خیرسگالی کا پیغام پہنچا دیا جائے اپنے منتظر بھائیوں کی طرح اس کرۂ کی سطح پر پہنچنے کے لئے ہم بھی مضطرب ہیں —— ہم اس رہنمائی اور پیشوائی کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں —— بیشک خدا قادر مطلق ہے اور اسی کی مدد سے ہم یہاں تک پہنچے ہیں۔“

سعد مائیکروفون کے سامنے سے ہٹ کر کھڑا ہوا۔ جاوید انصاری نے اسکا سلسلہ منقطع کرنے کے بعد کہا۔

”مہم کی کامیابی سے ہم کو جو خوشی حاصل ہوئی ہے اس سے ہماری عقلیں ماؤف ہوتی جا رہی ہیں۔ ہم کو گفتگو اور اظہار خیال کے لئے مناسب الفاظ نہیں مل رہے ہیں۔“

”کیا میں جلدی میں کچھ غلط کہہ گیا ہوں ——“

”نہیں —— تم نے بہت مناسب الفاظ میں جواب دیا ہے۔“

میں اپنے متعلق کہہ رہا ہوں —— ان کے دو اشارے ملے لیکن میں ان کو

جواب نہ دے سکا۔"

جاوید انصاری ہنسنے لگا۔

زمرد دروازہ کھول کر نشست گاہ میں آگئی۔ وہ ہلکے گلابی رنگ کا غرارہ اور قمیض زیب تن کئے ہوئے تھی اور سینے اور شانوں پر دھانی رنگ کا دوپٹہ پڑا ہوا تھا کانوں میں زمرد کے خوشنما آویزے لٹک رہے تھے۔ گلے میں موتیوں کا ایک سبک ہار اور ایک سبک طلائی زنجیر، زنجیر میں ایک چھوٹا چوکور لاکٹ لٹک رہا تھا۔

سعد نے اسے محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو گویا تم اس لباس میں وہاں ارضی خواتین کی نمائندگی کروگی؟"

"خیال تو یہی ہے ـــــ کیا یہ لباس موزوں اور مناسب نہ ہوگا؟"

"میرے خیال میں یہ موزوں ترین لباس ہے ـــــ نہ صرف ہندستان بلکہ اب یہ دنیا کے ہر حصے میں مقبول ہوتا جارہا ہے ـــــ مجھے یہ لباس بہت پسند ہے۔"

"میں نے اسی لئے پہنا ہے کہ یہ تم کو پسند ہے۔ کیوں جاوید صاحب!" زمرد نے جاوید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "اس نئی دنیا میں کرۂ ارض کی خواتین کی نمائندگی کے لئے میرے خیال میں یہ موزوں ترین لباس ہے۔"

"بیشک" جاوید نے اس کی تائید کی۔

ارملا نے دروازہ کھول کر اندر جھانکا اور زمرد سے کہا۔

"تم یہاں گھسی ہوئی ہو میں تم کو نشست گاہ میں دیکھ آئی۔"

"اچھا۔ ارملا! تم نے بھی غرارہ اور قمیص پہن رکھی ہے۔"

"مردوں کی طرح ہم سب نے بھی ایک ہی وضع کا لباس اور زیورات پہنے ہیں۔ ایک ہی انداز میں بال سنوارے ہیں اور ایک ہی شیڈ کا پاؤڈر اور لپ اسٹک استعمال کی ہے۔"

زمرد، سعد اور جاوید ارملا کے ساتھ نشست گاہ میں آگئے۔ میمونہ اور فیروزہ نشست گاہ کے اگلے حصے میں کھڑی ہوئی ایرج اور انعام اللہ سے باتیں کر رہی تھیں۔ زمرد نے سب کو دیکھتے ہی کہا۔

"اوہ لباس تبدیل کرنے کی الجھن میں مجھے ناشتہ کا بھی خیال نہ رہا۔"

وہ فوراً گزرگاہ میں چلی گئی اور پانچ منٹ بعد واپس آکر کہا۔

"آپ سب تشریف رکھیں ناشتہ آرہا ہے۔"

سب کرسیوں پر بیٹھ گئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ باہر فضا میں سرمئی نور پر سپیدۂ سحر کی سی جھلک بہت زیادہ غالب آگئی تھی، کرۂ نقرئی کی جسامت بہت بڑھ گئی تھی وہ چاند سے دس گنا بڑا نظر آرہا تھا اور لحظہ بہ لحظہ بڑھتا جارہا تھا۔ اب اس میں نام کو بھی چمک نہیں باقی رہ گئی تھی اور اس کے نصف حصے پر سیاہ دھوئیں کی چادریں پھیلی ہوئی معلوم ہو رہی تھیں۔

اڑن طشتری راکٹ کے ساتھ پرواز کر رہی تھی۔ وہ ہر دس منٹ کے بعد راکٹ کے لئے ایک پیغام نشر کر رہی تھی اور راکٹ سے جواب دیا جارہا تھا اڑن طشتری میں بیٹھنے والوں نے اسد اور اس کے ساتھیوں کو جو مشورہ دیا تھا اسکے مطابق راکٹ کی رفتار پرواز نصف کر دی گئی تھی۔

ہر شخص اپنی جگہ پر بیٹھا ہوا کام کر رہا تھا۔ اسد پائلٹ کی نشست پر بیٹھ چکا تھا ایرج اور منوہر سنگھ اس کے دائیں اور بائیں بیٹھے ہوئے تھے اور جھک جھک کر میز پر لگی ہوئی گھڑیوں کو دیکھ رہے تھے۔ طشتری سے پرواز کے متعلق برابر ہدایات موصول ہو رہی تھیں اور انھیں ہدایات پر اسد راکٹ کی رفتار میں کمی اور بیشی کر رہا تھا۔ نعیم سرکار تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد فضائی مناظر قلمبند کر رہا تھا جاوید انصاری یوسف پرویز اور میمونہ آفاق بیک وقت کرۂ ارض اور کرہ ثُفر سے سلسلہ ملائے ہوئے تھے اور پیغامات کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری تھا۔

مولانا عبدالسلام ایک روزن کے پاس خاموش کھڑے ہوئے اس نئی دنیا کی طرف دیکھ رہے تھے جو ان کی نگاہوں کے سامنے تھی اور بتدریج حدِ نگاہ تک پھیلتی جا رہی تھی اڑن طشتری اب تک برابر پرواز کر رہی تھی۔ سامنے کہرے کی تہہ نظر آئی اب حدِ نگاہ تک کرۂ ثُفر ہی نظر آ رہا تھا، راکٹ کے کہرے تہہ کو چیرتا ہوا ابھر صاف فضا میں پہنچ گیا۔

اڑن طشتری کچھ آگے بڑھ چکی تھی اور ایک مقررہ فاصلہ پر پرواز کر رہی تھی بھورے بادل دونوں کے درمیان آ گئے۔ اڑن طشتری ایک ساعت کے لئے راکٹ میں بیٹھنے والوں کی نظروں سے اوجھل ہوئی اور پھر نظر آنے لگی۔ کرہ کے نقوش ابھرتے چلے آ رہے تھے۔ اسد کی نگاہیں۔ سامنے کھڑکی کے دبیز شیشے پر جمی ہوئی تھیں۔ مولانا عبدالسلام اٹھ کر اسد کے قریب پہنچے اور اس سے دریافت کیا

"کیا آپ اسی رفتار سے سطح تک جائیں گے"

"رفتار پر قابو حاصل کر لیا گیا ہے۔ ہم ایک متوالی طیارے کی رفتار سے

پرواز کر رہے ہیں۔"

سفید اور بھورے بادلوں میں اڑن طشتری پھر نگاہوں سے غائب ہو گئی لیکن دو منٹ بعد ہی پھر نظر آئی وہ اسی فاصلہ پر پرواز کر رہی تھی اور اب پہاڑ، دریا سمندر خشکی، سبزہ اور جنگل سب صاف صاف نظر آنے لگے تھے۔

فرطِ مسرت سے اسد کی آنکھیں چمک اٹھیں اس نے دوربین سے کچھ دیکھا اور اسے آنکھوں سے ہٹاتے ہوئے تقریباً چیخ اٹھا۔

"وہ ہے ہماری منزل۔" اس نے دفورِ مسرت میں سامنے شیشے کی طرف اشارہ کیا

—(۱۷)—

سب نشست گاہ میں آ چکے تھے اور روزنوں کے قریب بیٹھے ہوئے سطح ثفر کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اب عمارتیں سڑکیں اور باغات تک صاف نظر آنے لگے تھے۔ نعیم سرکار نے کیمرہ کا سوئچ دبا کر چھوڑ دیا تھا اور تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد عدسوں کو بدل رہا تھا۔

"سعد! دیکھو کتنی عالیشان عمارتیں ہیں۔" زمرد نے سعد کے شانے پر ہاتھ رکھ کر اس کو پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

اڑن طشتری ایک بہت بڑے شہر پر چکر کاٹ رہی تھی اور راکٹ اس کے ساتھ ایندھن کی طاقت سے پرواز کر رہا تھا۔

"منوہر سنگھ ـــ" مولانا عبدالسلام نے دفورِ جوش میں نوجوان سائنسداں

کو پکارا "وہ دیکھو ___ سامنے یہ وہی قصر ہے جو ہم نے ٹیلی ویژن کے پردہ پر دیکھا تھا ___"

سب ایک عمارت کی طرف دیکھنے لگے۔ اڑن طشتری اور راکٹ اسی جگہ ایک دائرہ کی شکل میں پرواز کر رہے تھے، اسد نے کانوں میں ہیڈ فون لگا لئے اور اڑن طشتری کی ہدایات پر راکٹ کو چلا رہا تھا۔

منوہر سنگھ نے کہا۔ "اور وہ بازار ___ وہ وسیع چوراہا اس کے وسط میں فوارے چھوٹ رہے ہیں۔ یہ منظر بھی ہم دیکھ چکے ہیں"

"ابھی تک فضائی مستقر نہیں نظر آیا ___؟" ارملا نے کسی کو مخاطب کئے بغیر سوال کیا راکٹ سطح زمین سے قریب تر ہوتا جا رہا تھا۔ منوہر سنگھ نے کہا۔

"شہر کے وسط میں یہ جو سبز میدان نظر آ رہا ہے۔ یہ سامنے جس کے وسط میں ایک راستہ سفید دھجی کی طرح ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلا ہوا ہے میرے خیال میں مستقر ہے"

"میرا بھی یہی خیال ہے ___" مولانا عبدالسلام نے منوہر سنگھ کی تائید کی۔

اس کے دونوں طرف بلند عمارتیں ہیں اور ___ اور ___ کناروں پر یہ کیا چیز حرکت کر رہی ہے۔؟"

غالباً عوام ہمارے استقبال کے لئے جمع ہوئے ہیں وہ جھنڈیاں یا رومال ہلا رہے ہیں؟"

اسد نے سب کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"آپ لوگ اپنی اپنی جگہ پر مضبوطی کے ساتھ بیٹھ جائیں میں روزن بند کرتا ہوں

ممکن ہے کہ سطح پر پھیلنے سے راکٹ کو دھچکا لگے۔”

ہر شخص نے مضبوطی کے ساتھ کرسیوں کے ہتھوں کو پکڑ لیا۔ اسد نے ایک دستے کو کھینچا اور سب روزن بند ہو گئے۔ ایرج جلد جلد دو دو دستوں کو گھما رہا تھا۔ چند سکنڈ بعد ایک معمولی سے دھچکے کے بعد راکٹ کی ہر چیز تھرتھرانے لگی اور ایک ہلکے جھٹکے کے ساتھ ہر چیز ساکن ہو گئی۔

اسد نے اٹھنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی جگہ سے جنبش نہ کر سکا۔ دفور مسرت سے اس کے اعصاب سن ہو کر رہ گئے تھے۔ اسی طرح راکٹ کا ہر فرد اپنی جگہ پر سنگین مجسمہ کی طرح ساکت وصامت ہو گیا تھا۔ لیکن یہ حالت زیادہ دیر تک نہ قائم رہی۔ اسد نے اپنے سامنے کھڑکی کے اس پار اپنے ہی جیسے انسانوں کو نقل و حرکت کرتے ہوئے دیکھا۔ سب ایک ساتھ چونک پڑے۔ منوہر سنگھ نے مقیاس الہوا کی طرف دیکھا۔ راکٹ سے باہر ہوا کا دباؤ اتنا ہی تھا جتنا عام طور پر سطح ارض پر ہوتا ہے۔ درجہ حرارت بھی یکساں تھا۔

اسد کے ساتھ ہی سب کھڑے ہو گئے۔ اسد نے عبدالسلام کی طرف دیکھ کر کہا۔

“مولانا صاحب! آپ ہماری قیادت کیجئے۔ اس جماعت میں آپ ہی بزرگ ہیں۔”

“بزرگی سن و سال سے نہیں بلکہ عقل سے ہوتی ہے۔ آؤ میرے نوجوان دوست آگے بڑھو۔”

مولانا عبدالسلام نے اسد کو آگے بڑھاتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

“میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک خدا بڑا ہے۔ وہ قادر مطلق ہے اور چاند سورج

اور ستارے اسی نے پیدا کئے اور اسی نے انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر زمین پر بھیجا۔"

اسد نے بڑھ کر دروازے کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا۔ مولانا عبدالسلام نے جوش میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہا۔ اسد نے ہینڈل گھما کر کھینچا اور دروازہ کھل گیا۔

سامنے سبزے پر بیس بائیس انسان نصف دائرہ کی شکل میں کھڑے ہوئے تھے ان میں پانچ چھ خواتین بھی تھیں وہ مراکشی عربوں جیسے لباس پہنے ہوئے تھے ایاز کے بنائے ہوئے ٹیلی ویژن کے پردہ پر اس نے اور اس کے ساتھی اس لباس میں ملبوس انسانوں کے عکس متعدد بار دیکھ چکے تھے۔ اسد نے باواز بلند "السلام علیکم" کہا۔ اسی کے ساتھ اس کی نگاہ صف کے وسط میں اس پر اسرار لڑکی پر پڑی جس کے عکس نے ایک بار اسے ایاز کی رصدگاہ میں متاثر کر دیا تھا اسد جس عالم میں تھا اسی عالم میں کھڑا رہ گیا

اسد کے پیچھے مولانا عبدالسلام تھے ان کے بعد زمرد، ارملا، میمونہ اور فیروزہ تھیں اسد کو متحیر اور پریشان دیکھ کر مولانا عبدالسلام نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کچھ کہنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اس جماعت نے ایک ساتھ "وعلیکم السلام" کہا اسد چونک پڑا اور مسکراتا ہوا راکٹ کے زینوں سے اتر کر زمین پر آ گیا۔ اس کے بعد ہی مولانا عبدالسلام اور باقی افراد بھی باہر آ گئے۔

استقبال کرنے والوں میں سے ایک معمر شخص نے آگے بڑھتے ہوئے عربی میں کہا۔

"مرحبا! اے کرۂ مقدس سے آنے والو — کرۂ ثف کے صالحین علمائے انسانیت، محققین دوران، مشیران امارت اور حکمائے وقت کا مشترکہ وفد اس دنیا

میں بسنے والے انسانوں کی طرف سے تمہارا خیر مقدم کرتا ہے۔"

اسد اور اس کے رفقاء کار اس شخص کی طرف متوجہ ہوگئے وہ نحیف الجثہ دبلا پتلا لیکن دراز قد تھا۔ اس کی لانبی سفید داڑھی اس کے سینہ پر لہرا رہی تھی اور ایک سبز عبا شانوں پر پڑی ہوئی تھی۔ مولانا عبدالسلام، منوہر سنگھ اور سعد کی کوششوں سے اب اسد کی جماعت کا ہر شخص بلا تکلف عربی میں گفتگو کرنے لگا تھا۔ اسد نے آگے بڑھتے ہوئے جواب دیا۔

"ہم کرۂ ثفر پہ بسنے والے انسانوں کے شکر گزار ہیں کہ انھوں نے ہم کو خوش آمدید کہا اور ہم کو سطح ثفر پر اترنے کا موقعہ دیا، ہم نے ان کے لئے کرۂ ارض سے دوستی اور خیر سگالی کا پیغام لائے ہیں۔"

اسد کی نگاہ خود بخود اس لڑکی کی طرف اٹھ گئی جو صف کے وسط میں ایک معمر خاتون کے ساتھ کھڑی ہوئی تھی۔ وہ اسی کی طرف دیکھ رہی تھی۔ نگاہیں چار ہوتے ہی اسد قدرے متوحش ہوا لیکن فوراً سنبھل گیا اور سب کے ساتھ آہستہ آہستہ استقبال کرنے والوں کی طرف بڑھنے لگا۔ سبز عبا والا معمر شخص دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے صف سے نکلا اور اسد سے بغلگیر ہوگیا۔

"کرۂ ثفر پہ بسنے والے انسان صدیوں سے تمہارا انتظار کر رہے تھے۔" اس نے پرجوش لہجہ میں اسد کو دباتے ہوئے کہا اور ایک ساعت بعد اس سے علیحدہ ہو کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"میں اس دنیا کے امیر الامرا کا معتمد خاص ضیف بن ہشام الثقفی ہوں۔ اور ان کی طرف سے آپ کو خوش آمدید کہنے آیا ہوں۔"

"مجھے اسد کہتے ہیں۔ میں اس جماعت کا قائد ہوں اور ——" اسد کا جملہ مکمل ہونے سے قبل سعد بڑھ کر ان دونوں کے قریب پہونچ گیا اور حنیف بن ہشام کو حیرت و مسرت کے ساتھ دیکھتے ہوئے کہا

"ثقفی! —— آہ —— آپ ثقفی ہیں جعفر المتقی کی اولاد —— وہ میرے جد اعلیٰ تھے —— ہمارے جد اعلیٰ ——"

حنیف بن ہشام الثقفی نے سعد کو لپٹا لیا اور اس کی پیشانی کو بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

"ہمارے اسلاف خدا کے برگزیدہ بندے تھے۔"

حنیف بن ہشام نے سعد سے بھی مصافحہ کیا۔ اسد نے فرداً فرداً اپنی جماعت کے ہر رکن کا حنیف بن ہشام سے تعارف کرایا۔

استقبالیہ جماعت کے افراد ان کے گرد جمع ہو چکے تھے۔ حنیف بن ہشام نے سب کو ایک دوسرے سے متعارف کرایا۔ اسد جس لڑکی کو اب تک اپنے خوابوں کی دنیا کی پراسرار حسینہ سمجھ رہا تھا اب وہ گوشت و پوست کی حالت میں اس کے سامنے موجود تھی۔ اس کا نام حمراد بنت راذریق تھا وہ اسد اور اسکے ساتھیوں کو مسکراتی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ ان کو دیکھ کر اسی کو سب سے زیادہ خوشی ہوئی ہے۔

تعارف کے بعد سب اس فلک بوس عمارت کی طرف چلے جس پر ایک نیلگوں پرچم لہرا رہا تھا۔ اس عمارت کے دونوں طرف بہت دور تک سہ منزلہ عمارتوں کا سلسلہ چلا گیا تھا۔ ان عمارتوں کی ہر منزل کے دالانوں، دروازوں

اور دریچوں میں عورت، مرد بوڑھے اور بچے کھڑے ہوئے رومال اور جھنڈیاں ہلا رہے تھے۔ میدان کے کنارے عمارتوں کے سامنے تھوڑے فاصلہ پر باوردی سپاہی ہاتھوں میں سرخ، سبز اور نیلی جھنڈیاں لئے ہوئے کھڑے تھے ان کی وردیاں کچھ عربی اور کچھ فرانسیسی وضع قطع کی تھیں۔ ہر سپاہی کی کمر میں سنہری پٹی تھی اور اس میں داہنی طرف ایک بدار پچکاری لٹک رہی تھی بائیں طرف برقی مشعل سے مشابہ کوئی چیز تھی۔

فلک بوس کے بام و در جھنڈوں سے آراستہ کئے گئے تھے۔ عمارت کے سامنے زرق برق لباس میں ملبوس تقریباً دو سو نوجوان ایک دائرے میں کھڑے ہوئے ہلکے سروں میں عجیب و غریب قسم کے ساز بجا رہے تھے اور ان سے پرکیف نغمات بلند ہو رہے تھے۔ فضا میں ایک اڑن طشتری بہت کم بلندی پر پرواز کر رہی تھی اور مہمانوں پر مسلسل پھول برسا رہی تھی۔ کرۂ ارض اور کرۂ ثفر کے انسان آپس میں اس طرح ایک دوسرے سے شانے ملائے اور بے تکلفی کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے چل رہے تھے گویا وہ سب ایک ہیں اور آپس میں روزمرہ کی گفتگو کر رہے ہیں حنیف بن ہشام سعد اور سعد کے درمیان چل رہا تھا۔ زمرد، حمراء، میمونہ، ارملا، فیروزہ اور دو نوجوان لڑکیاں ان سے آگے چل رہی تھیں حنیف، ہاشم، اسد اور سعد سے بتا رہا تھا۔

"یہ دارالامارت کا فضائی مستقر اور اس فلک بوس عمارت میں فضائی طاقت کا صدر دفتر ہے۔"

صدر دفتر کے دروازے پر اعلیٰ افسروں نے ان کو خوش آمدید کہا۔ وہ بالکل

کرۂ ارض کے کسی متمدن ملک کی فضائی طاقت کے اعلیٰ افسر معلوم ہو رہے تھے۔ وہ عربی اور فرانسیسی وضع اور قطع کے ملبوسات کے بجائے نیلگوں سوٹ پہنے ہوئے تھے اور عہدوں کی مناسبت سے کوٹ کی آستین پر امتیازی نشانات لگائے ہوئے تھا

اسد اور اس کی صحافی جماعت کے اراکین ایک وسیع شہ نشیں میں داخل ہوئے اس شہ نشیں میں ہر طرف اندلسی وضع کے محراب تھے۔ چھت کو اس طرح سے بنایا گیا تھا کہ اس کے نقش و نگار تاریک رات میں تاروں کی طرح چمک رہے تھے۔ جا بجا دیواروں اور محرابوں سے نظر نہ آنے والی درازوں سے روشنی پھوٹ کر صرف در و دیوار کے بیل بوٹوں پر منعکس ہو رہی تھی۔ چھت کے قریب دیواروں پر دو دو فیٹ تک مقیش لٹک رہی تھی۔ محرابوں سے فرش تک موتیوں کی لڑیوں کا جال تنا ہوا اور ہلکی سیمابی روشنی میں کہکشاں کی طرح چمک رہا تھا۔

اسد اور اس کے ساتھی عجیب و غریب قیمتی آرائشی سامان اور فرنیچر کو حیرت و استعجاب کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ ان کے میزبانوں نے ان کو وسط ہال میں اس جگہ لے جا کر بٹھایا جہاں ناشتہ کی میزیں چنی ہوئی تھیں۔

منوہر سنگھ نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھا۔

مولانا عبدالسلام نے پوچھا "کیا وقت ہے؟"

"چھ بجکر دس منٹ" منوہر سنگھ نے جواب دیا۔ "یہاں آفتاب طلوع ہو رہا ہے"

"اپنی دنیا میں ہندوستان میں بھی طلوع آفتاب کا یہی وقت ہے" مولانا

عبدالسلام نے حنیف بن ہشام سے کہا "یہ قدرت کے بھی عجیب کھیل ہیں۔"

حنیف بن ہشام کے ایک نوجوان ساتھی حسن نے مولانا عبدالسلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"قیرانیہ کے جغرافیائی حالات بھی ہندوستان سے ملتے جلتے ہیں ——"

حسن مسکرائے۔ "کرۂ ثفر کے اس حصہ کو قیرانیہ کہتے ہیں۔ یہ منطقہ معتدلہ میں ہے۔"

وہ سب میزوں کے قریب پہونچکر ٹھہر گئے۔ حنیف نے اسد اور اسکے رفقاء کار کو دیگر افراد سے متعارف کرایا ان میں قیرانیہ کا امیر وزرائے امارت اور حکومت کے ہر شعبہ کے اعلیٰ افسر تھے مہمانوں نے میزبانوں کے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کیا اور نصف گھنٹہ بعد اس عظیم الشان چوراہے پر پہونچ گئے جس کا عکس وہ سب متعدد بار ٹیلی ویژن کے پردہ پر دیکھ چکے تھے۔

فوارے چھوٹ رہے تھے اور سامنے آفتاب کی روشنی میں قصر کے زریں بام و در چمک کر آنکھوں کو خیرہ کر رہے تھے۔ مہمان چار چار اور پانچ پانچ ٹولیوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ حنیف بن ہشام حسن بن جعفر۔ حمرا بنت راذاق، قیلی فرائس عتیق عتیق الصباح ان کو ہر راستے اور ہر عمارت کی تفصیل اور حالات بتا رہے تھے۔

حمرا، میمونہ، فیروزہ، زمرد اور ارملا کے ساتھ تھی وہ سب جدید قسم کی خود بخود چلنے والی کاروں پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کاریں ہدایت پر چل رہی تھیں اور ہدایات کے مطابق ہی ان کی رفتار میں کمی اور بیشی ہو رہی تھی۔

حمرا نے قصر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مہمان خواتین سے کہا۔

"یہ قصر الذہب ہے۔ اسے ایک خاص قسم کے سیال سے مطلا کیا گیا ہے قیام

عمارت سے قبل خاندان فرغوشیہ کے آخری شہنشاہ ناطورش نے اسے اپنی چہیتی ملکہ شاردبیہ کے لئے تعمیر کرایا تھا۔ اس کا نقشہ ہمارے اسلاف نے بنایا تھا۔"

ایک دوسری کار پر حنیف بن ہشام، مولانا عبدالسلام، اسد، سعد اور منوہر سنگھ سے کہہ رہا تھا۔"

"دو سو سال قبل تک کرۂ ثفر کے تین براعظموں کے بیشتر حصے پر خاندان فرغوشیہ کی حکومت تھی، ہمارے اسلاف جزیرہ نمائے ایلیا میں خاموشی کے ساتھ اپنے تجربات میں مصروف تھے وہ امن کے ساتھ زندگی بسر کرنا چاہتے تھے، لیکن فرغوشی حکمران اپنی طاقت کے زعم میں اندھے ہو رہے تھے وہ کرۂ ثفر کے ہر حصہ کو اپنے زیر نگیں دیکھنا چاہتے تھے ــــ"

مولانا عبدالسلام مسکرا کر بول اٹھے ــــ "اور اس کا انجام ہماری نگاہوں کے سامنے ہے۔ یعنی ان کی سلطنت مٹ گئی۔ خزانے لٹ گئے اور وہ بے دریغ قتل کر دیے گئے ہوں گے اور جو بچ رہے ہوں گے وہ آج نان شبینہ کو محتاج ہونگے"

"بالکل ایسا ہی ہوا جیسے کہ آپ فرما رہے ہیں" حنیف نے پرجوش لہجہ میں کہا "یہ قصر الذہب ہے، فرغوشی شہنشاہ ناطورش کی ملکہ کا محل اب یہ عوامی دارالمطالعہ ہے۔"

سب قصر الذہب کی طرف دیکھنے لگے۔ اسد نے کہا۔

"میں متعدد بار انھیں فواروں اور اس قصر کو ٹیلی ویژن کے پردے پر دیکھ چکا ہوں۔"

"ہم گذشتہ پانچ سال سے ان مناظر کا عکس کرۂ ارض کے لئے نشر کر رہے ہیں ــــ کرۂ ارض کے ٹیلی ویژن اس وقت بھی ان ہی مناظر کا عکس اپنے پردہ پر

منعکس کر رہے ہوں گے۔"

حنیف کا جملہ ختم ہوتے ہی سڑک کے ایک گوشے سے ایک جالدار فولادی شہتیر اٹھتا ہوا نظر آیا۔ شہتیر کے سرے پر ایک چھوٹا کیبن لٹک رہا تھا۔ شہتیر اسد کی کار کے سامنے جھکا اور کار سے دو فیٹ کی بلندی پر آ کر رک گیا۔

"یہ ٹیلی ویژن کمرہ ہے ——" حنیف نے سب کو سمجھاتے ہوئے کہا "ہم نے کرۂ ارض کے انسانوں کو مطلع کر دیا ہے کہ ان کا مہماتی مشن خیریت کے ساتھ کرۂ ثقر تک پہونچ گیا ہے اور اس وقت وہ لوگ ان مناظر کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں جن کو انھوں نے کچھ عرصہ قبل ٹیلی ویژن کے پردہ پر دیکھا تھا۔"

"بیشک اللہ سب سے بڑا ہے۔" مولانا عبدالسلام نے کسی کو مخاطب کئے بغیر کہا۔

فولادی شہتیر فضا میں بلند ہوا اور دوسری کار پر جھکا۔ حنیف نے کہا "قصر الذہب ایک شاندار محل ہے اس کا نقشہ ان انجینیروں نے بنایا تھا جن کے اسلاف کرۂ ارض سے یہاں آئے تھے۔ آپ لوگ اسی قصر کے ایک حصہ میں قیام کریں گے۔"

کاریں فواروں کے قریب سے گزرتی ہوئی قصر الذہب کے پھاٹک میں داخل ہوئیں اور نارنجی رنگ کی سڑک سے گزر کر محل کے بالکل سامنے پہونچ گئیں۔ حنیف اور اس کے ساتھیوں نے مہمانوں کو کار سے اتارا۔ محل کے سامنے ہر طرف قد آدر جوان زرق برق وردیاں پہنے خاموش کھڑے ہوئے تھے۔ مہمان اور میزبان آہستہ آہستہ شانہ بشانہ چل رہے تھے۔ زمرد نے محل کے وسطی گنبد کے کلس

کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"یہ تو نیویارک کی پچاس منزلہ عمارت سے بھی زیادہ اونچا معلوم ہوتا ہے۔"

"یقیناً ـــ"، سعد نے قصر کی طرف دیکھ کر کہا، "لیکن اس کا طرزِ تعمیر بالکل اندلسی ہے۔"

منوہر سنگھ نے کہا "غالباً قصر الزہرا کی نقل کی گئی ہے۔"

"بیشک! ـــ" حمراء نے منوہر سنگھ کو دیکھ کر کہا "ـــ لیکن یہ صرف اس کے ایک حصہ کی نقل ہے۔ خادم خلق امیر الامراء حضرت انس بن عطوف نے جبل العروج پر مدینۃ العلوم کے نام سے جو شہر آباد کیا ہے وہ مدینۃ الزہرا کا چربہ ہے۔ قصر زہرا اور مدینۃ الزہرا کا نقشہ مشہور مہندس احمد بن مالک اور اندلسی انجنیئر سلیمان بن رازرق نے تیار کیا تھا وہ جب اندلس سے یہاں آئے تو وہ نقشے اپنے ساتھ لائے اور انہیں کے مطابق جابجا عمارتیں بنائیں۔"

سب آپس میں باتیں کرتے ہوئے صدر دروازے کے سامنے پہونچ گئے دروازے کی سیڑھیوں پر چند خوش پوش نوجوانوں کی جلو میں ایک معمر شخص کھڑا ہوا تھا جوانوں کو دیکھتے ہی وہ مسکرا کر ان کی طرف بڑھا۔

"آپ شعیب القادر ہیں ـــ" حنیف نے اسد اور مولانا عبدالسلام سے کہا "قاضی القضات ـــ"

قاضی القضات حضرت شعیب القادر نے بلند آواز میں "السلام علیکم" کہا اور بڑھ کر اسد سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"آج کا دن بھی کتنا مبارک ہے۔ ہم صدیوں سے اسی دن کے منتظر تھے

بچھڑے ہوئے اسلاف کی اولادیں آج ایک دوسرے سے مل رہی ہیں۔"

حنیف نے فرداً فرداً سب کا تعارف کرایا۔

قصر الذہب کے استقبالیہ شہ نشین میں پہونچتے ہی اسد اور اسکے ساتھی شہ نشین کے محراب و گنبد کو حیرت سے دیکھنے لگے۔ ان میں سے بیشتر لندن اور میڈرڈ کے عجائب خانوں میں قصر الزہرا کے ایک ایسے ہی شہ نشیں کے محراب اور گنبد کی تصاویر اور خاکے دیکھ چکے تھے۔ اس شہ نشیں کی آرائش آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔

حضرت شعیب القادر نے حنیف سے کہا۔

"مہمانوں کو ان کی جائے قیام پر لے چلیئے ان کو آرام کی ضرورت ہے۔"

مولانا عبدالسلام اور منوہر سنگھ ان کے دائیں اور بائیں طرف چل رہے تھے اسد، سعد، زمرد اور حمراء ان سے کچھ پیچھے تھے۔ اسد کی نگاہیں بار بار حمراء کے چہرے کی طرف اٹھ رہی تھیں لیکن اس میں اس قدر جراءت نہ تھی کہ اسے نگاہ بھر کے دیکھے۔ حمراء اپنے خوبصورت اور دل کش چہرے سے بار بار بال کی ایک آوارہ لٹ کو ہٹا رہی تھی شہ نشیں کے محراب و گنبد اور اس پر منبت کاری کی تفصیل بتا رہی تھی۔

سب متعدد کمروں سے گزرتے اور زینے طے کرتے ہوئے ایک چھوٹے شہ نشیں میں پہونچ گئے۔

(۱۸)

اسد اور اس کی جماعت کے لئے قصر الذہب کے جو کمرے مخصوص کئے گئے تھے وہ اس مصنوعی جھیل کے سامنے تھے جو قصر کی حدود میں ملکہ شاروبیہ کی تفریح کے لئے بنائی گئی تھی، ملکہ شاروبیہ کے متعلق مشہور تھا کہ وہ ایک غریب ملاح کی غیر معمولی حسین و جمیل لڑکی تھی۔ اسے بچپن ہی سے پانی میں تیرنے اور رہنے کا شوق تھا شہنشاہ ناطورش کی محبوب ملکہ بن جانے کے بعد اسکی یہ دلچسپی کم نہ ہوئی تھی۔

ان کمروں کی آرائش دیکھ کر مولانا عبدالسلام نے منوہر سنگھ سے کہا۔

"جو خدا کو اپناتے ہیں۔ اسے اپنا معبود سمجھتے ہیں اور اس کی عبادت کرتے ہیں وہ دنیا ہی کو ان کے لئے جنت بنا دیتا ہے"۔

وہ دونوں ایک دریچے کے پاس کھڑے ہوئے جھیل کی طرف دیکھ رہے تھے، ارملا، زمرد اور حمرا ان سے کچھ فاصلہ پر صوفوں پر بیٹھی ہوئی آپس میں باتیں کر رہی تھیں منوہر سنگھ نے لڑکیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"عبادت ـــ عبادت سے آپ کا کیا مطلب ہے۔ نماز پنجگانہ۔؟"

"عبادت کے معنی ہیں فرائض کی ادائیگی ـــ"

مولانا عبدالسلام نے منوہر سنگھ کو بغور دیکھ کر کہا اور ٹہلنے لگے۔ منوہر سنگھ نے جھیل کی لہروں پر نگاہیں جما دیں اور کچھ سوچنے لگا۔ ارملا اٹھ کر اس کے پاس آئی اور اس کے چہرے کو جھک کر دیکھتے ہوئے مسکرائی منوہر سنگھ بھی مسکرا دیا۔

"کسی گہرے خیال میں کھوئے ہوئے معلوم ہوتے ہو ——" ارملا نے دریافت کیا۔

"ہاں ——" منوہر سنگھ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا "مولانا نے ابھی ان نظاروں سے متاثر ہو کر کہا تھا کہ جو اس کی عبادت کرتے ہیں وہ ان کے لئے دنیا کو جنت بنا دیا ہے اور میرے استفسار پر بتایا کہ عبادت کے معنی ہیں فرض کی ادائیگی ——"

ارملا نے ہنستے ہوئے کہا "—— اور اب تم سوچ رہے ہو کہ اب تک کتنے فرائض ادا کر چکے ہو ——"

"میرے دوست! سب سے پہلے تم شادی کرو —— یہ بھی زندگی کے فرائض میں سے ہے بلکہ اہم ترین فرض ہے ——"

ارملا کے چہرے پر حیا کی سرخی آگئی اور وہ جھیل کی طرف دیکھنے لگی۔ مولانا عبدالسلام نے زمرد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"معلوم ہوتا ہے تم اس دنیا کے متعلق کل معلومات آج ہی حاصل کر لوگی۔ ابھی تک تم لوگوں نے غسل تک نہیں کیا۔

"ہاں زمرد! بہن اب تم جا کر غسل کرو۔ کپڑے بدلو۔ اور بہن میمونہ تم بھی جاؤ" حمرا نے بے تکلفانہ لہجہ میں کہا "دل تو میرا ابھی اٹھنے کو نہیں چاہتا ہے لیکن مجھے بھی لباس تبدیل کرنا ہے ——"

میمونہ نے کہا "اگر کوئی حرج نہ ہو تو تم —— یعنی ——" وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئی۔

حمرا ارضی لڑکیوں سے اس بے تکلفی کے ساتھ باتیں کر رہی تھی گویا وہ ان سے ہمیشہ سے واقف ہے اور ہمہ وقت ساتھ رہ چکی ہے۔ وہ میمونہ کا مطلب سمجھ گئی اور اس کو کھینچ کر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی:

"میں ضرور تمہارا کوئی اچھا سا لباس پہن لیتی لیکن میں حکومت کے سائنسی ادارے کے شعبۂ تحقیق کی ایک رکن ہوں اس لئے مجھے امیر الامراء کے حضور میں اپنے مخصوص لباس میں جانا ہوگا۔"

زمرد نے دریافت کیا "تم کتنی دیر میں واپس آجاؤ گی؟"

"مجھے کہیں دور نہیں جانا ہے۔ مجلس استقبالیہ کے اراکین بھی قصر الذہب کے اسی حصہ میں مقیم ہیں۔ میرا کمرہ میمونہ کے کمرے کے سامنے ہے۔"

"اچھا تو پھر آؤ چلیں۔"

حمراء، میمونہ اور زمرد کھڑی ہو گئیں۔ منوہر سنگھ نے ارملا سے کہا۔

"تم بھی جاؤ ــــ اور فیروزہ کہاں ہے؟"

"اپنے کمرے میں ــــ" میمونہ نے جواب دیا۔

وہ لوگ جس کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے اس کے دروازے پر اسعد اور حسن نظر آئے وہ برآمدے سے گزرتے ہوئے ایک بڑے محراب کی طرف جا رہے تھے۔ مولانا عبد السلام اور منوہر سنگھ غسل کر کے لباس تبدیل کر چکے تھے اسلئے اب خوشنما دریچے کے پاس صوفے پر بیٹھکر باتیں کرنے لگے۔

ایک گھنٹے بعد ضیف بن ہشام اور اس کے ساتھی ارضی مہمانوں کو کاروں پہ لے کر امیر الامراء کے قصر کی طرف روانہ ہوئے ان کی کاروں کا قافلہ جس راستے

سے روانہ ہوا اس کے دونوں طرف عوام کھڑے ہوئے مسرت کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ حنیف، حسن، حمراء اور ان کے دیگر اراکین وفد مہمانوں کو وہاں کے حالات بتا رہے تھے۔

کاروں کا قافلہ کشادہ سڑکوں اور وسیع پارکوں سے گزرتا ہوا دریا کے کنارے پہونچا۔ دریا کے دوسرے کنارے پر بہت دور تک آٹھ منزلہ اور دس منزلہ عمارتوں کا سلسلہ چلا گیا تھا۔ قافلہ پل پر سے، گزرتا ہوا ان عمارتوں کے سامنے پہونچا۔ حنیف اسد اور سعد کے درمیان بیٹھا ہوا ان سے کہہ رہا تھا۔

"ان عمارتوں میں سرکاری دفاتر ہیں اور ان کی پشت پر دار السلام ہے —— امیر الامراء کی سرکاری جائے قیام —— اس کے دو حصے ہیں پہلا حصہ دار الامان کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں وزرائے امارت کے قصر ہیں دوسرا حصہ باب عالی کہلاتا ہے اس میں امیر الامراء رہتے ہیں۔"

سعد نے کہا۔ "بزرگ محترم! آپ نے ان کے متعلق ہم کو کچھ نہیں بتایا۔"

"ہمارے یہاں امیر الامراء کی وہی حیثیت ہے جو دنیائے اسلام میں خلفائے راشدین کی تھی۔ ان کا انتخاب بھی اسی طرح ہوتا ہے —— یعنی مرکزی اور صوبائی انتخابات کے بعد منتخبہ اراکین امیر الامراء اور دیگر امیروں کو انتخاب کرتے ہیں۔ میں کسی وقت تفصیل کے ساتھ آپ کو سب کچھ سمجھا دونگا۔"

قافلہ ایک کشادہ چوراہے پر پہونچ گیا۔ اس چوراہے پر بھی فوارے چھوٹ رہے تھے اور اس کے چاروں طرف عالیشان عمارتیں تھیں۔ عمارتوں کے ہر درجے میں لوگ کھڑے رومال اور جھنڈیاں ہلا کر مہمانوں کو خوش آمدید

کہہ رہے تھے۔

اسد نے حنیف سے کہا اس دنیا کے انسانوں نے جس خلوص اور محبت کا اظہار کیا ہے، اس کا ہم کس طرح شکریہ ادا کریں۔ کاش مجھے موقعہ دیا جائے کہ میں اپنے جذبات کو الفاظ میں ظاہر کرسکوں ——"

حنیف نے جواب دینے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ سامنے ایک کشادہ سڑک پر دو بہت بڑے ستون نظر آئے۔ دونوں ستونوں پر سنگ اسود کے دو عفریت پیکر عقاب اس طرح نصب کئے گئے تھے کہ مائل پرواز نظر آتے تھے۔ ستونوں کے بعد سے اس کشادہ سڑک کے موڑ پر دو رویہ مسلح سپاہی کھڑے ہوئے تھے۔

حنیف، اسد اور سعد سے امیر الامراء کی روزمرہ کی مصروفیات کے متعلق باتیں کر رہا تھا۔

سعد نے کہا "مجھے یہ سن کر مسرت ہوئی کہ عرب یہاں اپنے ساتھ جذبۂ اقتدار پسندی۔ خانہ جنگی اور اپنی قدیم روایات نہیں لائے ورنہ یہاں بھی بنو امیہ اور بنو عباس کی تاریخ دہرائی جاتی۔

"ہم نے صرف اسلامی اصولوں کو پیش نظر رکھا، ہمارے سامنے صرف خلفائے راشدین کی زندگی رہی۔ ہم نے امارت کو ورثہ نہیں بنایا اور نہ دولت و ثروت سے متاثر ہوئے۔ ہمارے موجودہ امیر الامراء، عزت مآب حضرت طلحہ بن احمد مسند امارت پر آنے سے قبل ایک کامیاب قانون داں تھے۔ ان کے پاس دولت کی کمی نہ تھی چاہتے تو شاہانہ زندگی بسر کرسکتے تھے لیکن انھوں نے اپنا سب کچھ بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے وقف کر دیا۔ انھوں نے

بنی نوع انسان کی خدمت کو بھی عبادت سمجھا ـــــ وہ آج امیرالامراء ہیں لیکن اپنا سب کام خود ہی کرتے ہیں اسی کے ساتھ خدمت خلق کے لئے بھی وقت نکالتے ہیں۔"

حنیف بن ہشام کو جوش میں یہ خیال بھی نہ رہا کہ کاریں باب عالی میں داخل ہو چکی ہیں۔ عمارت کے سامنے ایک سنگین چبوترے پر فوجی سپاہی ہلکے سروں میں بینڈ بجا رہے تھے۔ امیرالامراء کے محافظ دستے نے مہمانوں کو دیکھتے ہی خم ہو کر سلام کیا اور سرخ، سبز، نیلی اور زرد جھنڈیاں بلند کر کے مہمانوں کے گزرنے کیلئے محراب بنا دیا۔ محراب بنتے ہی جھنڈیوں سے معطر پھواریں پھوٹ نکلیں۔

صدر دروازے کی سیڑھیوں پر پانچ بزرگ صورت انسان نظر آئے۔ وہ سبز رنگ کی موٹے کپڑے کی عبائیں پہنے ہوئے تھے۔ اسد اور مہماتی جماعت کے اراکین اپنے میزبانوں کے ساتھ جھنڈیوں کی محرابوں کے نیچے سے گزرتے ہوئے سیڑھیوں کے قریب پہنچ گئے۔ حنیف بن ہشام سب سے آگے تھا اس نے پہلے زینے پر قدم رکھا ہی تھا کہ سامنے کھڑے ہوئے بزرگ صورت افراد نے قدرے آگے بڑھ کر ایک ساتھ "السلام علیکم" کہا۔

اسد اور اس کے ساتھی جواب دیتے ہوئے ان کے قریب پہنچ گئے درمیان میں کھڑے ہوئے قدآور بزرگ نے حنیف بن ہشام کی طرف دیکھا اور اس نے سب کا تعارف کرلیا۔

اسد، مولانا عبدالسلام، سعد، منوہر سنگھ، ارملا اور ان کے ساتھی اس دنیا کے شہنشاہ عزت مآب حضرت طلحہ بن احمد کو حیرت سے دیکھ رہے تھے، وہ ان متمدن انسانوں کے حکمران تھے جو کرۂ ارض کے انسانوں سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ

تھے لیکن ان کی سادگی کا یہ عالم تھا کہ معمولی سوتی کپڑے زیب تن کئے ہوئے تھے اگر کرہ ارض سے آنے والوں کو یہ نہ بتا دیا جاتا کہ وہ امیر الامراء اور خادم خلق خدا ہیں تو وہ لوگ ان کو ایک معمولی انسان سمجھتے ۔

حضرت طلحہ بن احمد ہر ایک سے اس بے تکلفی کے ساتھ باتیں کرنے لگے جیسے وہ ان سے مدتوں سے واقف ہیں اور اکثر ملتے رہتے ہیں ۔ وہ اور ان کے چاروں معمر مہمانوں کو اس آراستہ کمرے میں لے گئے جو اس وقت کی نشست کیلئے مخصوص کر دیا گیا تھا ۔ مہمانوں کی خاطر و تواضع کے ساتھ ہی حضرت طلحہ، مہمانوں سے کرۂ ارض اور دنیائے اسلام کے حالات دریافت کرتے رہے ۔ سب نے دوپہر کا کھانا امیر الامراء کے ساتھ کھایا ۔ ظہر کی نماز باب عالی کی خوشنما مسجد میں ادا کی سہ پہر تک قصر الذہب واپس پہونچ گئے ۔

ہر کمرے کے دروازے پر ایک پیش خدمت موجود تھا ۔ ہر کمرے میں بین الاقوامی آلہ نشر الصوت لگا ہوا تھا تاکہ مہمان اپنے کمرے ہی سے اپنے جس ساتھی سے چاہیں باتیں کریں ۔ اپنے اپنے کمروں میں پہونچکر سب نے کچھ دیر آرام کیا اور نماز عصر کے بعد سب اپنے میزبانوں کے ساتھ ایک وسیع میدان میں پہونچے ۔ اس میدان کے چاروں طرف تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر سرو سے مشابہ لیکن ان سے بہت اونچے درخت تھے ۔ میدان میں جا بجا خوبصورت مجسمے نصب تھے ۔ یہ میدان کم و بیش چھ فرلانگ چوڑا تھا ۔ اس کے وسط میں ایک بہت بڑا فوارہ تھا چاروں گوشوں میں بھی چار فوارے اور حوض تھے ۔ بلند درختوں کی قطاروں کے پیچھے ہر چہار طرف بیس منزلہ عمارتوں کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا ۔ سب عمارتوں کا طرز تعمیر ایک ہی تھا ۔

میدان کے بیشتر حصے میں ہزاروں آدمی جمع ہو چکے تھے اور ہر طرف سے ان کی آمد کا تانتا بندھا ہوا تھا۔

اس وقت حسن مہمانوں کی رہنمائی کر رہا تھا۔ وہ ان کو ایک ایسے راستے سے اس میدان میں لے گیا جس طرف آمد و رفت کم تھی۔ میدان کے ایک کنارے پر درختوں کی قطاروں سے تقریباً سو گز کے فاصلہ پر ایک سنگین اونچا پلیٹ فارم بنا ہوا تھا۔ اس چبوترے پر چھ قطاروں میں ریشمی غلافوں والے بڑے صوفے پڑے ہوئے تھے چبوترے کے چاروں طرف دور تک خوش پوش نوجوانوں کی قطاریں کھڑی ہوئی تھیں۔

حسن نے مہمانوں کو مرتفع پلیٹ فارم پر لیجا کر صوفوں پر بٹھاتے ہوئے کہا "اس جگہ اہالیان شہر کی طرف سے آپ حضرات کی خدمت میں خطبۂ استقبالیہ پیش کیا جائے گا۔"

"ــــ اور غالباً ہم کو شکریہ ادا کرنے کا بھی موقع دیا جائے گا ــــ؟" مولانا عبدالسلام نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا۔

"یقیناً ــــ" حسن نے جواب دیکر پلیٹ فارم کے اس حصہ کی طرف دیکھا جہاں تنوی انسان خاموش کھڑے ہوئے اسی طرف دیکھ رہے تھے۔ حسن کے اشارے پر ایک شخص نے بڑھ کر اس کو ایک چوکور مرصع فریم کھول کر مہمانوں کو خطبۂ استقبالیہ کی نقل کی ایک ایک فرد دی اور پلیٹ فارم کے وسط میں رکھی ہوئی میز کے پاس جاکر اس کو بغور دیکھا۔ میز میں ایک عکس نما چند سوئچ اور متعدد لٹو لگے ہوئے تھے۔ حمراء، زمرد اور سعد کے پاس بیٹھی ہوئی باتیں

کر رہی تھی۔ حسن کو میز کے قریب دیکھ کر وہ بھی اس کے پاس پہنچ گئی اور میز پر لگی ہوئی گھڑی کو دیکھ کر کہا۔

"ابھی نصف گھنٹہ باقی ہے۔"

"مغرب کی نماز کے بعد ہی میدان بھر جائے گا۔ ہم مہمانوں کو زیادہ زحمت بھی نہیں دینا چاہتے ہیں ——"

حمراء جواب دینے کے بجائے میز پر لگے ہوئے لٹوؤں کو گھما کر دیکھنے لگی۔ حسن اسد کے پاس جا کر بیٹھ گیا اور اس سے باتیں کرنے لگا۔ مغرب سے کچھ قبل میدان کے اوپر ایک اڑن طشتری پرواز کرتی ہوئی نظر آئی وہ ایک طرف سے آئی اور فضا میں دھوئیں کی دبیز، چمکدار سرمئی لکیر بناتی ہوئی چلی گئی۔ منوہر سنگھ نے لکیر کی طرف دیکھ کر اسد سے کہا۔

"یہ کسی خاص قسم کا گیس معلوم ہوتا ہے۔ دیکھئے وہ آہستہ آہستہ میدان کی فضا پر چھاتا جا رہا ہے۔"

اسد نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا۔ "دھوئیں یا گیس کی ہلکی چمکدار سرمئی تہہ پھیلتی جا رہی ہے۔"

حسن، مولانا عبدالسلام سے کسی دوسرے موضوع پر گفتگو کر رہا تھا۔ حمراء زہرہ اور سعد کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور اسد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"نماز کے بعد ہی خطبۂ استقبالیہ پڑھا جائے گا۔ اس کے بعد مہمانوں کی طرف سے آپ اس جماعت کے قائد کی حیثیت سے شکریہ ادا کریں گے؟"

وہ مسکرا رہی تھی اور اس کی آنکھیں پانی کی ساکن سطح پر تارے کے عکس

کی طرح چمک رہی تھیں۔

حمراء نے پہلی بار اسد کو براہ راست مخاطب کیا تھا۔ وہ قدرے گھبرا گیا اسکی سمجھ میں نہ آیا کہ وہ کیا جواب دے۔ اس نے حمراء کی طرف دیکھا اور دیکھتا رہ گیا اسد کی اس گھبراہٹ سے حمراء کے چہرے پر بھی رنگ آیا اور وہ اپنی گھبراہٹ کو چھپانے کے لئے وسط میں رکھی ہوئی میز کی طرف دیکھنے لگی لیکن زمرد سے اسکی پریشانی پوشیدہ نہ رہ سکی۔ اس نے مسکرا کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھنے کا ارادہ ہی کیا تھا کہ میدان میں اذان کی آواز گونجی اور سب اس طرف متوجہ ہو گئے۔ ہیجانی لمحہ گزر گیا۔

اسد نے فوراً اپنی حالت پر قابو پا لیا اور مزید تیقن کے لئے کھنکھار کر حمراء سے پوچھا۔

"معاف فرمائیے گا —— میں کسی دوسرے خیال میں کھویا ہوا تھا اسلئے سمجھ نہ سکا۔ آپ ابھی کیا دریافت فرما رہی تھیں —— ؟"

حمراء نے شرمائی ہوئی نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"اپنی جماعت کے قائد کی حیثیت سے آپ عوام سے خطاب کرینگے؟"

"بیشک۔ یہ میرا اخلاقی فرض ہے لیکن میرے بعد میرے محترم بزرگ مولانا عبدالسلام اور ان کے بعد —— یعنی میرا مطلب یہ ہے کہ اس جماعت کا ہر رکن اپنے میزبانوں کا شکریہ ادا کرے گا۔"

اسد اور اس کے ساتھی اذان کے ساتھ ہی کھڑے ہو چکے تھے۔ حمراء نے زمرد اور میمونہ سے کہا۔

"ہم میدان کے اس گوشہ میں نماز ادا کریں گے۔" اس نے ایک مختصر چمن کی طرف اشارہ کیا۔

فیروزہ اور ارملا بھی میمونہ زمرد اور حمراء کے ساتھ چمن میں چلی گئیں۔ مہمانوں اور سرکاری میزبانوں نے پلیٹ فارم کے قریب سبزہ پر نماز ادا کی اور بیس منٹ بعد سب پلیٹ فارم پر آ گئے۔

جیسے جیسے تاریکی بڑھتی جا رہی تھی ویسے ویسے سیمابی روشنی تیز ہوتی جا رہی تھی۔ منوہر سنگھ نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"یہ اڑن طشتری میدان کے اوپر سیمابی گیس کی چادر پھیلا گئی تھی۔ اب وہ چادر منور ہوتی جا رہی ہے۔"

حمراء نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا۔ اسد فوراً بول اٹھا۔

"اس میں فاسفورس کا گیس بھی ہے۔ غالباً چند گیسوں کا مرکب ہے۔"

اس نے حمراء کی طرف دیکھا۔

"آپ کا خیال صحیح ہے۔" حمراء نے اس کی تائید کرتے ہوئے کہا "تاریک راتوں میں ایسے اجتماعات کے موقعوں پر گیسوں کا یہ مرکب استعمال کیا جاتا ہے۔ دیکھیے روشنی کس تیزی کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ چند منٹ میں آپ اس روشنی میں ہر چیز کو اس طرح دیکھ سکیں گے جس طرح روز روشن میں دیکھتے ہیں۔"

حمراء کے خاموش ہوتے ہی حسن کھڑا ہو گیا اور اسد کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔

"شیخ حنیف بن ہشام آپ سے معذرت کر چکے ہیں ورنہ یہ خطبہ وہی پڑھتے اب آپ مجھے اس کے پڑھنے کی اجازت دیں۔"

"بسم اللہ۔۔۔۔" اسد نے جواب دیا۔

حمراء اور حسن وسط میں بچھی ہوئی میز کے پاس پہونچ گئے۔ حمراء نے ایک سوئچ دبایا اور حسن کے چہرہ پر روشنی کا ایک حلقہ بن گیا۔ فضاء پر چھائی ہوئی گیس کی روشنی اس قدر تیز ہو چکی تھی میدان کا ہر حصہ صاف نظر آ رہا تھا۔ اسد اور اس کے ساتھیوں نے انسانوں کا اسقدر زبردست اجتماع اس سے قبل نہ دیکھا تھا۔

سعد نے کہا، "کم بیش پندرہ لاکھ انسان ہوں گے۔"

"یقیناً۔۔۔۔" انعام اللہ نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ جس طرف نظر جاتی ہے آدمی ہی آدمی نظر آتے ہیں۔"

"اس شہر کی آبادی بھی ایک کروڑ سے کم نہ ہوگی۔" مولانا عبدالسلام نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

میز کے ایک کونے پر سرخ روشنی نظر آئی اور سب خاموش ہو گئے۔۔۔۔ میدان میں جہاں تک نظر جا رہی تھی۔ ہر شخص اپنی جگہ پر خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ حسن نے حمد خدا اور نعت رسول کے بعد خطبہ شروع کیا اور اس کی آواز میدان کے دوسرے کنارے تک گونجتی ہوئی سنائی دی۔ خطبہ بہت مختصر تھا، حسن نے خطبہ ختم کرتے ہی عوام سے اسد کا تعارف کرایا۔ حمراء میز کے قریب کھڑی ہوئی ایک ہاتھ سے کبھی ایک سوئچ دبا رہی تھی اور کبھی دوسرا، اس کا دوسرا ہاتھ

ایک لٹو پر حرکت کر رہا تھا۔ اسد نے چند الفاظ میں اس دنیا کے مہمانوں کا شکریہ ادا کیا۔ اسد کے بعد مولانا عبدالسلام نے پانچ منٹ تک تقریر کی۔ ان کے بعد سعد میز کے قریب پہونچا اور جوش و مسرت سے سات منٹ تک تقریر کرتا رہا باقی ماندہ مہمانوں نے ڈیڑھ اور دو منٹ میں اپنی تقریریں ختم کر دیں اور نصف گھنٹہ بعد سب کھلی ہوئی کاروں میں بیٹھ کر قصر الذہب کی طرف روانہ ہو گئے۔

راستہ میں بازاروں کی رونق اور سڑکوں کی چہل پہل دیکھ کر زمرد نے ارملا سے کہا "اپنی دنیا کے متمدن شہروں میں بھی ایسی ہی رونق اور چہل پہل رہتی ہے لیکن نہ تو وہاں کی سڑکیں اس قدر چوڑی ہوتی ہیں اور نہ اس باقاعدگی کے ساتھ ٹریفک چلتا ہے۔ یہاں تو ایسا معلوم ہو رہا ہے گویا ایک نظام اور ایک ہی ضابطہ کے ماتحت سب کچھ خود بخود ہو رہا ہے۔"

حمرا، فوراً بول اٹھی "یہ شہر کے معروف ترین بازاروں میں سے ایک ہے لیکن یہ راستہ مہمانوں کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے —— صرف ٹرام کار، بس اور ایسی ہی گاڑیوں کو ادھر سے گزرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ پیدل چلنے والے دوسرے راستے سے جا رہے ہیں۔"

ارملا نے کہا "میں ایک معمولی شہری کی حیثیت سے یہاں کے بازار تفریح گاہیں اور عمارتیں دیکھنا چاہتی ہوں ——"

حمرا بولی "کل سے ہم سادہ لباس میں معمولی شہریوں کی طرح سیر کریں گے۔"

فیروزہ نے کہا "واقعی ہم یہاں اسی طرح سیر بھی کر سکتے ہیں۔"

کاریں کشادہ سڑکوں سے گزرتی ہوئی قصر الذہب کے سامنے پہونچ گئیں محل

سفید اور نیلگوں روشنی سے بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ فوارے چھوٹ رہے تھے۔ ان پر مختلف رنگوں کی روشنی کا عکس پڑ کر چاروں طرف بیسیوں قوس قزح بنا رہا تھا۔ کاریں رنگیتی ہوئی قصر کے پھاٹک میں داخل ہو گئیں۔

(۱۹)

قصر الذہب میں پہونچکر حمراء نے اسد سے بتایا کہ میدان میں حسن اور کرۂ ارض سے آئے ہوئے انسانوں نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ کرہ ارض پر بھی سنا گیا ہوگا اسنے یہ بھی بتایا کہ کرۂ ارض کے طاقتور ٹیلی ویژن نے ان کے عکس کو بھی قبول کیا ہوگا اسوقت دونوں جھیل کی طرف کھلنے والے ایک دریچے کے سامنے کھڑے ہوئے تھے اور وہ حمراء سے وہاں کے شعبہ نشریات کے متعلق باتیں کر رہا تھا۔ سعد، زمرد حسن اور فیروزہ ان دونوں سے کچھ ہی فاصلہ پر بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔

شیخ حنیف بن ہشام واپس آ چکے تھے اور کمرے کے وسط میں ایک صوفے پر مولانا عبدالسلام اور سوہن سنگھ کے درمیان بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے تھے۔ انعام اللہ ڈاکٹر ایرج۔ فیروزہ، میمونہ اور چند ثفری میزبان برآمدے میں قہقہے لگا رہے تھے۔

مولانا عبدالسلام نے بلند آواز میں کہا۔

"بچو! کیا موت کو بھولے ہوئے ہو ——؟"

سعد فوراً بول اٹھا "مولانا! آج تو کھانے کے بعد نماز ادا کی جائے گی۔"

اسد نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کو دیکھا۔

"پندرہ منٹ بعد مہتمم مطبخ اشارہ کرے گا۔" حمرا نے اسد سے کہا

زمرد نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور مسکرائی۔ حمرا بھی مسکرا دی لیکن اس پر فوراً حیا غالب آ گئی اور وہ جھیل کی طرف دیکھنے لگی۔

اسد نے ایک ساعت بعد اس سے کہا "میں نے کرۂ ارض پر وہ تمام مناظر اپنے دوست ایاز کے ٹیلی ویژن پر دیکھے ہیں جو آپ یہاں سے نشر کرتی رہی ہیں۔"

"آپ نے صرف گذشتہ ماہ کے مناظر دیکھے ہیں۔"

"—— اور یہ سلسلہ کب سے شروع ہوا ہے ——؟"

"تیس سال قبل میرے والد مرحوم نے ایک ایسا طاقتور آلہ نشر العکس تیار کر لیا تھا جس سے کرۂ ثفر کے مناظر کا عکس برقی لہروں کی صورت میں کائنات کے ہر حصے میں پہنچایا جا سکتا تھا۔ اس وقت تک ہم کرۂ ارض کے بہت کم حالات معلوم تھے۔"

اسد بول اٹھا "—— لیکن آپ کے جد اعلیٰ تو ابو الصلت علیہ الرحمۃ کے ساتھ یہاں آئے تھے۔"

"جی ہاں یہ تو صحیح ہے ——" ثفری مہ پارہ نے انتہائی معصومیت کے ساتھ زمزمہ بار آواز میں جواب دیا "—— لیکن کرۂ ارض کو خیر باد کہنے کے بعد دو سو سال تک ہمارا اس سے کوئی سلسلہ یا واسطہ نہیں رہا۔ ہمارے اسلاف کا کرۂ ثفر کے انسانوں نے پرجوش خیر مقدم کیا۔ اس زمانہ کے ثفری بھی متمدن تھے لیکن بہت زیادہ ترقی یافتہ نہ تھے۔ ان کی تہذیب قدیم رومنوں سے ملتی جلتی تھی

زمانہ قدیم کے ارضی انسانوں کی طرح وہ ہر اس چیز کی پرستش کرتے تھے جس سے وہ ڈرتے تھے۔ انھوں نے ہمارے اسلاف کو سب سے بڑے خدا کی بھیجی ہوئی مخلوق سمجھا اور ان کو قدسی کہنے لگے۔ ابوالصلت اور ان کے ساتھیوں کی اولادیں اس دنیا میں آجتک قدسی ہی کے نام سے مشہور ہیں —— میں بھی قدسی ہوں۔"

اسد بہت توجہ کے ساتھ حمرا کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"والد مرحوم نے جو آلہ نشر العکس تیار کیا تھا اس کے ذریعہ یہاں کے مناظر کو کرۂ ارض پر منعکس کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس وقت تک کرۂ ارض کے انسانوں کے ذہن میں شاید ٹیلی ویژن کا تخیل بھی نہ آیا تھا اس لئے کہ عرصہ تک وہ لہریں سطح ارض سے ٹکراتی رہیں۔ ثفری انسان نے ارضی انسان کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی ہر ممکن کوشش کی لیکن کرہ کو تعصب اور خانہ جنگیوں نے میدان ترقی میں ایک ہزار سال پیچھے ڈھکیل دیا ——"

اسد حمراء کی باتوں میں گردوپیش کو فراموش کرتا جا رہا تھا۔ حمراء ابھی ماحول کو بھلا بیٹھی تھی۔ زمرد دونوں کے اس انہماک کو دیکھ کر مسکرائی اور بڑھ کر اسد سے کہا۔

"حمراء بیچاری تھک گئی ہوں گی —— ان کو کرسی پیش کیجئے۔"

"اوہ ——" اسد نے چونک کر خجل ہوتے ہوئے کہا۔ "واقعی آپ تھک گئی ہوں گی مجھے باتوں میں خیال بھی نہ رہا —— آئیے صوفے پر بیٹھ کر باتیں کریں ——"

کمرے کے ایک گوشہ سے ایک ہلکا نغمہ بلند ہوتا ہوا سنائی دیا۔ حمراء نے

اسد سے کہا۔

"آئیے اب کھانے کے کمرے میں چلیں۔"

مولانا عبد السلام حنیف بن ہشام اور دیگر افراد کھڑے ہو چکے تھے۔ سب باتیں کرتے ہوئے کھانے کے کمرے میں گئے اور کھانا ختم کرنے کے بعد اسی کمرے میں آگئے۔ مولانا عبد السلام نے کھانے کے بعد ہی کہہ دیا تھا کہ نصف گھنٹہ بعد قصر الذہب کی جھیل کے کنارے والی مسجد میں نماز عشاء ادا کی جائے گی۔"

اسد اور حمراء جھیل کی طرف کھلنے والے ایک خوشنما دریچہ کے سامنے ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔ اسد نے بیٹھتے ہی کہا۔

ہاں تو اس وقت آپ کرۂ ارض کے متعلق کہہ رہی تھیں کہ تعصب اور خانہ جنگیوں نے اسے میدان ترقی میں ایک ہزار سال پیچھے ڈھکیل دیا۔"

"جی ہاں ——" حمراء نے ایک دل نواز تبسم کے ساتھ کہا۔ "ہمارے جد اعلیٰ کرۂ ارض سے آئے تھے۔ کرہ ثور متمدن ضرور تھا لیکن کرۂ ارض کی طرح ترقی یافتہ نہ تھا اس لئے حضرت ابو الصلت علیہ الرحمۃ اور ان کے رفقاء کار یعنی قدسیوں نے یہاں پہونچکر نئے سرے سے تحقیق و تجسیس اور تجزیات شروع کئے اور اسی لئے دو سو ۲۰۰ سال تک قدسیوں نے کرۂ ارض کی طرف رخ نہ کیا۔"

اسد نے کہا۔ "میرے خیال میں تو ان کو رابطہ قائم رکھنا چاہئے تھا ——"

"چاہئے تو تھا اور ان کو اس کا احساس اور غم بھی تھا لیکن حالات نے انکو اسکی اجازت نہ دی۔ قدسیوں کے قائد حضرت ابو الصلت علیہ الرحمۃ نے اپنی ہوائی میں جو کشش استعمال کی تھی وہ زائل ہو چکی تھی اور یہاں ان کے پاس ایسے

آلات نہ تھے اس لئے ان لوگوں نے کرۂ ارض سے رابطہ قائم رکھنے کا خیال بھی دل سے نکال دیا اور تجربات میں مصروف ہو گئے ——”

اسد نے حمراء سے دریافت کیا ”کیا یہاں کسی کتب خانہ میں کوئی ایسی مستند کتاب ہے جس میں تفصیل کے ساتھ قدسیوں کے قائد اور ان کے رفقاء کار کے حالات درج ہیں ——”

”جی ہاں —— اس قصر کے کتب خانہ میں بھی ایسی کتابیں ہیں۔”

”میں کل ایسی کتابیں دیکھوں گا ——”

”میں ضرور دکھاؤں گی ——” حمراء نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ ”ہاں تو میں ابھی یہ بتا رہی تھی کہ دو سو سال تک قدسیوں نے کرۂ ارض کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ اس کے بعد سب سے پہلے ابو جعفر بن عبد الرحمٰن نامی ایک قدسی نے کرۂ ارض کی طرف لاسلکی پیغامات ارسال کئے۔ وہ مسلسل دس سال تک پیغامات ارسال کرتا رہا لیکن ارضی انسان دار التجارب اور رصد گاہوں سے نکل کر میدان جنگ میں پہنچ چکا تھا۔”

”ثغری انسان کو یہ کیسے معلوم ہوا ——؟” اسد نے مسکرا کر حمراء کے دلفریب چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

”اگر وہ دار التجارب اور رصد گاہوں میں رہتا تو میدان ترقی میں ثغری انسانوں سے کہیں آگے پہنچ چکا ہوتا ——”

”بیشک آپ کا خیال صحیح ہے۔” اسد نے مسکرا کر کہا۔ ”آپ جس زمانہ کا ذکر کر رہی ہیں اسوقت وہ کرۂ ارض میدان کارزار بنا ہوا تھا مغرب مشرق پر غالب

آنے کی کوشش کر رہا تھا۔ صلیبی اور ہلالی لڑائیوں کا آغاز ہو چکا تھا۔"

"مذہبی قدسیوں کا بھی خیال تھا۔ بہر حال قدسیوں نے تیس سال قبل ٹیلی ویژن کی صنعت کو ترقی کی معراج پر پہونچا دیا۔ میرے والد مرحوم نے صدہا بار یہاں کے مناظر کا عکس لہروں کی صورت میں کرۂ ارض تک پہونچایا لیکن اس وقت تک شاید وہاں ٹیلی ویژن نہیں ایجاد ہوا تھا۔"

"جی ہاں آپ کا خیال صحیح ہے۔"

"والد مرحوم بارہ سال تک کرۂ ارض کو اس طرف متوجہ کرتے رہے لیکن انکو کامیابی نہیں ہوئی جب میں پانچ سال کی تھی اس وقت ان کا انتقال ہوا انتقال سے دو تین روز قبل انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ بیٹی میں نے جو کام شروع کیا تھا۔ وہ پایۂ تکمیل کو نہ پہونچ سکا وہ ادھورا ہے۔ تم جوان ہو کر اسے پایۂ تکمیل کو پہونچانا پانچ سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے لیکن ابو کی بات میرے دل میں اتر گئی اور جب میں سن شعور کو پہونچی تو میں نے عہد کر لیا کہ جبتک کرۂ ارض کے انسانوں کو کرۂ ثور کی طرف متوجہ نہ کرالوں گی اس وقت تک، دنیا کے کسی دوسرے کام میں کوئی دلچسپی نہ لوں گی۔ میں نے اپنی عمر کے پندرھویں سال سے آلہ نشر العکس پر تجربہ شروع کیا اور تعلیم کے ساتھ ہی تحقیق و تجسس میں بھی مصروف رہی۔ گزشتہ سال میں نے دار العلوم سے تعلیم کی اعلیٰ سند حاصل کی اور گزشتہ سال موسم بہار میں پہلی بار قصر الذہب کا عکس لہروں کی صورت میں کرۂ ارض تک پہونچایا۔ آٹھ ماہ تک میں روزانہ ہر چار گھنٹے کے بعد مناظر کا عکس نشر کرتی رہی لیکن ـــــ لیکن ـــ

وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئی

"— لیکن آپ کو کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی —" اسد نے اسکا نامکمل جملہ مکمل کر دیا۔

"جی ہاں —" حمراء کی مخمور آنکھیں اسد کی طرف اٹھ گئیں "— لیکن میں نے اس کو اپنی ناکامی پر محمول نہیں کیا بلکہ لہروں کی طاقت بڑھا دی۔ اس لئے کہ ہماری ہوائیاں کرۂ ارض تک پہونچ چکی تھیں اور ان میں سفر کرنے والوں نے کرۂ ارض کے مناظر اپنے ٹیلی ویژن پر دیکھے تھے۔ اس لئے میں نے اپنی سرگرمیاں تیز تر کر دیں اور دوسرے ماہ ریڈر کی لہروں سے یہ معلوم کر لیا کہ کرۂ ارض کے کسی حصہ میں میرے نشر کئے ہوئے مناظر ٹیلی ویژن پر دیکھے جا رہے ہیں۔"

"— اور اس طرح آپ کا عہد پورا ہو گیا۔" اسد نے مسکرا کر حمراء کی طرف دیکھا۔

"جی نہیں —" حمراء نے انتہائی سادگی کے ساتھ منہ بنا کر کہا "ارضی انسانوں کو کرۂ ثفر کی طرف متوجہ کرنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ وہ کرۂ ثفر تک پہنچیں آپ کو یہ سنکر تعجب ہوگا کہ پندرہ سال کی عمر سے میں نے کسی خوشی کی تقریب یا تہوار میں کوئی حصہ نہیں لیا ہے۔ کچھ عرصہ قبل تک میں بہت پرامید تھی لیکن دو تین ماہ قبل جب ہماری اڑن طشتریوں کے مشاہدین نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ کرۂ ارض کے انسان ابھی تک کوئی ایسی ہوائی نہیں تیار کر سکے ہیں جو فضائے بسیط میں تیرتی ہوئی کرۂ ثفر تک پہونچ سکے تو میرا دل ٹوٹ گیا اس وقت میں نشرگاہ میں تھی اور کرۂ ارض کے لئے اپنا پروگرام نشر کرنے جا رہی تھی کہ میری عزیز ترین سہیلی سلمٰی نے مجھے رپورٹ دکھائی۔ رپورٹ دیکھتے ہی میری عجیب حالت

ہو گئی ـــــ مجھے یقین ہو گیا کہ خدا نے مجھے ہمیشہ کے لئے زندگی کی مسرتوں اور دنیا کی دلچسپیوں سے محروم کر دیا ہے ـــــ اف ـــــ میں آپ سے کیا عرض کروں کہ اس وقت میری کیا حالت ہو گئی تھی۔ بہرحال اس وقت تو میں نے کسی نہ کسی طرح پروگرام نشر کیا لیکن اس کے بعد میری حالت غیر ہو گئی ـــــ"

"ـــــ اور آپ وہ ایک روز تک اپنا عکس نہ نشر کر سکیں ـــــ میں اس وقت ٹیلی ویژن کے پردہ پر نگاہیں جمائے ہوئے تھا۔ پہلے آپ نے کسی غیر مانوس زبان میں تقریر کی اس کے بعد ٹیلی ویژن کا کیمرہ آپ کے چہرے کے پاس قریب آگیا۔ آپ کا چہرہ حسرت و یاس کا مرقع نظر آ رہا تھا۔ آپ حسرت سے ٹیلی ویژن کیمرہ کے عدسہ کی طرف دیکھ رہی تھیں آپ کی آنکھوں میں آنسو تیرتے ہوئے نظر آئے اور ـــــ اور ـــــ اف میں وہ منظر کبھی نہ بھولوں گا ـــــ"

"آہ وہ منظر نشر ہو گیا ـــــ میری اس متغیر حالت کا منظر نشر ہو گیا۔"

حمراء نے دریچہ سے باہر متعجبانہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے مغموم لہجہ میں کہا۔

اسد اس کو پریشان اور مغموم دیکھ کر بے چین ہو گیا اور اس کی طرف جھک کر کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ جھیل کے کنارے مسجد میں مؤذن نے اذان دی۔

اذان سنتے ہی حمراء بھی چونک پڑی اور فوراً کھڑی ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی اسد بھی اٹھا اور سب خاموشی کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ حمراء میمونہ اور زمرد کے ساتھ چلنے لگی۔ اسد، سعد اور مولانا عبدالسلام کے ساتھ چل رہا تھا لیکن وہ اپنے خیالات میں کھویا ہوا تھا۔ وہ سب زینے سے اتر کر پھولوں کے تختوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے مسجد کے سامنے پہونچ گئے۔

منوہر سنگھ، ڈاکٹر ایرج، فیروزہ اور ارملا بھی مسجد تک ان کے ساتھ آئے

منوہر سنگھ نے مسجد کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یہ مسجد تو قلعہ معلّٰی کی یاد تازہ کرا رہی ہے بالکل موتی مسجد معلوم ہو رہی ہے۔"

سب ایک ساعت کے لئے مسجد کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ حنیف بن ہشام نے کہا۔

"یہ مسجد اٹھارہ سال قبل قصر الذہب کے ایک نگراں غرش بن حکیم کی اہلیہ ام سلمیٰ نے اپنی لڑکی کی پہلی سال گرہ کی خوشی میں تعمیر کرائی تھی۔ اس وقت وہ لوگ قصر کے اسی حصہ میں رہتے تھے۔"

مسجد کے اندر کا حصہ سیمابی روشنی سے جگمگا رہا تھا۔ باہر کے حصہ پر محل کی روشنی پڑ رہی تھی۔ جھیل کے سیاہ پس منظر نے تیز روشنی میں مسجد کی خوبصورتی اور دلآویزی میں چار چاند لگا دیئے تھے۔

منوہر سنگھ، ڈاکٹر ایرج، فیروزہ اور ارملا آپس میں باتیں کرتے ہوئے جھیل کے کنارے ٹہلتے ہوئے بہت دور نکل گئے۔ ان کی گفتگو کا موضوع اسلام کے سادہ اصول، انسانیت کی تعلیم اور اسلامی عقائد کی خصوصیات تھا۔ منوہر سنگھ عالمانہ انداز میں اسلام کی خوبیاں بیان کر رہا تھا۔

فیروزہ نے کہا۔ "جہاں تک اسلام کی تعلیمات کا تعلق ہے۔ بیشک یہ انسان کو انسانیت سے قریب لے جاتا ہے اور یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ بانی اسلام خدا کے نبی تھے۔ ان کے بعد بھی کچھ عرصہ تک مسلمان اپنے پیغمبر کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے رہے لیکن یہ حالت زیادہ عرصہ تک نہ قائم رہ سکی۔ اگرچہ اسلام کی تبلیغ ہوتی

رہی اور مسلمان یورپ، ایشیا اور افریقہ پر چھا گئے لیکن ان میں بیشتر تعداد ایسے افراد کی تھی جو برائے نام مسلمان تھے۔"

منوہر سنگھ نے کہا: "اسلام میں شہنشاہیت کی بنا پڑتے ہی ان کا زوال شروع ہوگیا۔ فتوحات کے اعتبار سے ان کا یہ دور بہت شاندار تھا لیکن بعد میں اس نے رخنے پیدا کر دئیے۔"

"بہرحال" ارملا بولی "ارضی مسلمانوں کے مقابلہ میں ثفری مسلمان صحیح معنوں میں مسلمان ہیں۔"

منوہر سنگھ اور اس کے ساتھی واپسی میں جب مسجد کے قریب پہونچے تو سعد، اسد اور نعیم سرکار کو مسجد سے باہر نکلتے ہوئے دیکھا ان کے بعد ہی حمرا، زمرد اور میمونہ نظر آئیں اور یکے بعد دیگرے سب مسجد سے کچھ فاصلہ پر سبزہ پر جمع ہوگئے۔

زمرد نے مولانا عبدالسلام سے کہا: "میں تو کچھ دیر چہل قدمی کرنا چاہتی ہوں۔ کیوں سعد ــــ؟" اس نے اپنے شوہر سے دریافت کیا۔

"ہاں ــــ اچھی زمرد اس وقت تم نے میرے دل کی بات کہدی۔"

اسد نے غیر ارادی طور پر حمرا کی طرف دیکھا۔ وہ ابھی تک مغموم اور پریشان نظر آرہی تھی۔ اور جھیل کی تاریکیوں میں کسی نقطہ پر نگاہیں جمائے کچھ سوچ رہی تھی۔

مولانا عبدالسلام نے کہا: "میں تو اب اپنے کمرے میں جارہا ہوں۔" وہ حنیف بن ہشام سے باتیں کرتے ہوئے قصر کی طرف چلے۔ زمرد نے

حمراء سے دریافت کیا۔

"حمراء! بہن کیا تم کچھ دیر ہمارے ساتھ رہوگی؟"

"کیا مضائقہ ہے ——" حمراء نے چونک کر زبردستی مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔

"آپ قدرے مضمحل نظر آرہی ہیں" اسد نے حمراء سے کہا۔ "میرے خیال میں تو آپ جاکر آرام کریں ——"

"مہمانوں کو چھوڑ کر آرام کے لئے اپنی خوابگاہ میں چلے جانا —— میرے خیال میں تو یہ بداخلاقی کی بدترین مثال ہوگی۔"

"نہیں —— اچھی حمراء ——" ارملا نے بڑھ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تم ایسے خیالات اپنے دل میں نہ لاؤ —— واقعی تم کملمند معلوم ہورہی ہو —— جاؤ آرام کرو ——"

"آپ آرام کیجئے" اسد بول اٹھا۔ "تکلف کی ضرورت نہیں۔"

حمراء نے جواب دینے کے بجائے جھیل کی طرف دیکھا اور مسکرادی۔ ارملا نے اس کو آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"چلو میں تم کو زینے تک پہونچادوں۔"

فیروزہ اور ریمونہ بھی ارملا اور حمراء کے ساتھ قصر کی طرف چلی گئیں، زمرد نے اسد سے کہا۔ "ابھی کچھ دیر قبل حمراء آپ سے باتیں کر رہی تھی۔ اس وقت وہ بہت ہشاش بشاش تھی خدا معلوم اس کو یکایک کیا ہوگیا؟"

"کسی خاص موضوع پر گفتگو ہورہی تھی۔؟" سعد نے اسد سے دریافت کیا

"وہ اپنے والد کے ایجاد کردہ آلہ نشر العکس کے متعلق باتیں کر رہی تھی اسی سلسلہ میں اس نے یہاں کے کچھ واقعات بتائے اور یہ بھی بتایا کہ اس نے عہد کیا تھا کہ جب تک وہ کرۂ ارض کے انسانوں کو کرۂ ثفر کی طرف متوجہ نہ کرالیگی اور وہ یہاں تک پہونچ نہ جائیں گے اس وقت تک وہ کسی چیز میں دلچسپی نہ لے گی۔"

"ایسی حالت میں ہمارے یہاں آنے کی اس کو سب سے زیادہ خوشی ہونا چاہیئے۔"

سعد نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

زمرد نے کہا۔ "واقعی وہ سب سے زیادہ خوش تھی۔"

ارملا، فیروزہ اور میمونہ حمرا کو زینے تک پہونچاکر واپس آگئیں منوہر سنگھ ایرج، نعیم سرکار اور انعام اللہ باتیں کرتے ہوئے آگے بڑھ چکے تھے۔ جمیل یوسف اور جاوید جھیل کے کنارے کھڑے ہوئے کچھ دیکھ رہے تھے۔

ارملا نے آتے ہی کہا۔

"بڑی ہنس مکھ لڑکی ہے۔ معلوم نہیں کیوں یکایک افسردہ ہوگئی۔"

سعد نے کچھ سوچکر کہا۔ "انسان خواہ کتنا ہی متمدن ہو جائے لیکن زندگی کی الجھنیں اس کا پیچھا نہیں چھوڑتی ہیں۔"

اسد نے اس کی طرف دیکھا اور سب پہلی ٹولی کے پیچھے چلنے لگے۔ سعد اور زمرد کی رفتار سست تھی۔ اسد، ارملا۔ اور میمونہ کے درمیان اجل رہا تھا فیروزہ جمیل اور یوسف کی ٹولی میں شامل ہوگئی تھی۔

ارملا نے اسد سے کہا۔ "آپ بھی خاموش ہیں۔"

"مجھ سے کسی کی پریشانی نہیں دیکھی جاتی ہے۔ میں بہت جلد متاثر ہو جاتا ہوں"

میمونہ بول اٹھی "میرا تو یہ خیال ہے کہ اس کے دل میں دو متضاد خیالات ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

"بہرحال ان باتوں کا تعلق اس کی ذات سے ہے۔"

ارملا نے گفتگو کا موضوع بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"اس دنیا میں یہ ہماری پہلی رات ہے۔" میمونہ چاروں طرف دیکھتے ہوئے بولی

"کرۂ ثفر دنیا سے زیادہ شاداب معلوم ہوتا ہے۔" ارملا نے بغیر کسی ارادے کے کہا۔

اسد نے بہت دور جھیل کی سیاہ سطح پر نگاہیں جمادیں اور بے خیالی کے عالم میں ان کے ساتھ چلتا رہا۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر جمیل بھی ان کی ٹولی میں شامل ہو گیا۔ اس نے آتے ہی کہا۔

"اسد صاحب! آپ نے حمراد سے یہ بھی دریافت کیا کہ ایکبار وہ اپنی نشرگاہ میں کرۂ ارض کے لئے پروگرام نشر کرتے وقت آبدیدہ اور مغموم کیوں ہو گئی تھی؟"

"نماز سے قبل یہی باتیں ہو رہی تھیں۔ حمراد کو اس وقت تک یہ نہیں معلوم تھا کہ اس حالت میں اس کا عکس نشر ہو چکا ہے۔ جب میں نے اس سے کہا تو وہ قدرے پریشان ہو گئی۔"

"عجیب معمہ ہے۔" جمیل خود بخود بڑبڑانے لگا۔

اسد نے کہا۔ "کرۂ ثفر کے چند شاہدین نے اڑن طشتریاں کرۂ ارض کے

گرد چکر لگا کر جو رپورٹ دی تھی اس کا خلاصہ یہ تھا کہ ارض انسانی ابھی کرۂ ثقر تک نہیں پہونچ سکتا ہے۔"

"—— اور وہ یہ سنتے ہی آبدیدہ اور مغموم ہو گئی" جمیل نے استفسارانہ لہجہ میں کہا۔ "واقعی غالب نے سچ کہا ہے ؎

قید حیات بند و غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

ایک فوارے کے سامنے پہونچکر سب سنگ سماق کی بنچوں پر بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے۔ نعیم سرکار نے اسد کے پاس آکر کہا۔

"کل صبح کشتی پر سیر کرنا چاہئے۔ وسط جھیل سے قصر الذہب کا نظارہ قابل دید ہوگا ——"

"اسے جہاں سے بھی اور جس زاویہ سے بھی دیکھا جائے یہ خوشنما اور عجیب و غریب نظر آئے گا۔

اسد نے بغیر کسی ارادہ کے جواب دیا اور فوارے کی طرف دیکھنے کے بعد ارملا سے باتیں کرنے لگا وہ اپنے تاثرات چھپانے کی کوشش کر رہا تھا اپنی طبیعت کو سنبھال رہا تھا لیکن اس کا دل خود بخود بیٹھا جا رہا تھا وہ کچھ دیر بعد اکتا کر کھڑا ہو گیا اس کے ساتھ سب کھڑے ہو گئے اور باتیں کرتے ہوئے اپنی جائے قیام پر پہنچ گئے۔ مولانا عبد السلام ملاقات کے کمرے میں بیٹھے ہوئے حنیف بن ہشام سے باتیں کر رہے تھے۔ اسد ان سے دو چار ضروری باتیں کر کے اپنی خوابگاہ میں چلا گیا۔

(۲۰)

دوسرے روز حنیف بن ہشام نے مہمانوں کو دارالحکومت کے مشہور مقامات اور تاریخی عمارتوں کی سیر کرائی۔ دارالحکومت کا نام بھی قیرانیہ تھا اسکی آبادی ایک کروڑ اسّی لاکھ تھی۔ بیشتر عمارتیں بارہ اور چودہ منزلیں تھیں۔ وسط میں کچھ عمارتیں تیس اور چالیس منزلہ بھی تھیں لیکن مضافاتی آبادی میں بیشتر مکانات دو منزلہ تھے فلک بوس عمارتیں صرف دفاتر اور کاروباری اداروں کے لئے مخصوص تھیں۔

حنیف بن ہشام، حسن، حمراء، امیر قیس اور عیاض العباسی مہمانوں کو ہر عمارت کے مختصر حالات بتا رہے تھے۔ حمراء بہت مسرور اور ہشاش بشاش تھی وہ سب سے ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی، سب نے دوپہر کے وقت قصر الذہب میں واپس آکر کھانا کھایا اور سہ پہر کو پھر سیر کے لئے نکلے شہر کے چند بڑے پارک اور باغات دیکھے۔ اور بعد مغرب واپس آ گئے۔ رات کے کھانے کے بعد حمراء مہمانوں سے معذرت کر کے اپنے مکان چلی گئی اس کی والدہ کی طبیعت قدرے ناساز تھی۔

عشاء کی نماز کے بعد مولانا عبدالسلام کے اصرار پر ریاض العرشی نے ملاقات کے کمرے میں مہمانوں کو اس دنیا کی مختصر تاریخ بتائی۔ کرۂ ثفر میں خاندان فرغوثیہ کا ہر فرد کسی زمانہ میں خدا کا بیٹا سمجھا جاتا تھا اسی لئے قدسیوں کی آمد سے قبل تک اس دنیا کے ہر حصہ میں صرف ان ہی کی حکومت تھی قدسیوں کی آمد کے بعد یہ طلسم

ٹوٹا اور یہاں طوائف الملوکی پھیل گئی۔ خاندان فرغوشیہ کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔ فوجی سرداروں اور مذہبی پیشواؤں نے جا بجا اپنی خود مختار ریاستیں قائم کر لیں اور خانہ جنگی شروع ہو گئی اس خاندان کے ایک حکمران شاہ اوغوش نے قدسیوں کو اپنی مملکت کا ایک جزیرہ دے کر ان کی خود مختاری کو تسلیم کر لیا۔

قدسیوں نے شاہ اوغوش کی مدد کی انھوں نے شاہ اوغوش کی فوجوں کیلئے جدید قسم کے اسلحہ تیار کئے اور اس طرح ایک بار پھر خاندان فرغوشیہ کرہ ثفر کے بیشتر حصہ پر حکمران ہو گیا۔ مذہبی پیشواؤں نے شاہ اوغوش سے مصالحت کر لی اور باجگذار ریاستوں کی حیثیت سے باقی ماندہ حصہ پر قابض رہے۔ قدسیوں نے ہر ایک کو حق کا پیغام پہونچایا۔ اور دنیا کے علوم سے آشنا کر دیا۔ ان کے اطوار و عادات اور اخلاق سے متاثر ہو کر اس کرہ کی تقریباً نصف آبادی حلقہ بگوش اسلام ہو گئی۔

قدسیوں کے بڑھتے ہوئے اقتدار سے پریشان ہو کر مذہبی پیشواؤں نے ان کے خلاف عوام کو بھڑکانا شروع کیا اور جا بجا فسادات شروع ہو گئے اوغوش کے لڑکے شاہ لیاطا نے قدسیوں اور عام مسلمانوں کی سرپرستی کی۔ اس وقت تک قدسیوں نے ثفری انسانوں کو بہت حد تک اپنے علوم سے آشنا کرا دیا تھا اور کرۂ ثفر میں ارتقائی دور شروع ہو چکا تھا۔

مذہبی پیشواؤں نے اپنا اقتدار برقرار رکھنے کے لئے اپنی ایک وفاقی سلطنت بنا لی اور کرۂ ثفر میں پہلی جنگ عظیم ہوئی سات سال تک بستیاں اجڑتی رہیں۔ کھیتیاں جلتی رہیں اور انسان ہلاک ہوتے رہے۔ ساتویں سال قدسیوں نے

میدان کارزار میں ایسے آلات حرب بھیجے کہ مذہبی پیشواؤں کی فوجیں قدم نہ جما سکیں اور پیچھے ہٹنے لگیں مذہبی پیشواؤں کے قائد سنجیت نے مصالحت کی کوشش کی، قدسیوں کے امیر محمد یحییٰ نے بھی شاہ لیاط کو یہی مشورہ دیا۔ سنجیت نے اپنی دفاقی سلطنت کا ایک حصہ شاہ لیاط کو دیدیا اور صلح ہوگئی ؏

قدسی جزیرے سے نکل کر ہر طرف پھیل چکے تھے۔ ان کی ذہنی ترقی اور دماغی صلاحیتوں نے انھیں ہر دل عزیز بنا دیا تھا۔ شاہ لیاط کی محبوب ملکہ یوزی بھی مسلمان ہو چکی تھی۔ اس کے بطن سے جو بچے پیدا ہوئے انھوں نے بھی اپنی ماں کا مذہب اختیار کیا خود شاہ لیاط اسلامی اصولوں کا پابند تھا۔ لیاط کے انتقال کے وقت اس کے بڑے لڑکے کی عمر بارہ سال کی تھی اس لئے خاندان فرغوشیہ کی روایات کے مطابق شاہ لیاط کا چھوٹا بھائی غواث بنجم کے نام سے تخت پر بیٹھا۔ وہ عیاش اور بدقماش تھا۔ سنجیت نے اس سے پینگ بڑھائے مذہبی پیشوا دوسروں کو ورغلانے میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔

غواث بنجم نے ایک موقعہ پر قدسیوں کے امیر محمد یحییٰ کی توہین کی اور سنجیت کے مشورے سے ان کو اعلیٰ عہدوں سے ہٹایا جانے لگا۔ قدسیوں اور ثقفی مسلمانوں کے لئے یہ چیز ناقابل برداشت تھی۔ عوام نے ساتھ دیا اور غواث بنجم کو معزول کر دیا گیا۔ چھ سال بعد شاہ لیاط اور ملکہ یوزی کا لڑکا شہزادہ ادفا تخت نشین ہوا وہ ایک خدا پرست اور صالح جوان تھا اس نے بائیس سال کی عمر میں تخت و تاج کو چھوڑ دیا اور عوام کو اپنا ایک امیر منتخب کرنے کی دعوت دی عبوری دور حکومت میں اسلامی شریعت کی روشنی میں نئے قوانین مرتب ہوئے اسلامی

اصولوں پر امیر کا انتخاب ہوا اور عوام نے شہزادہ اوفاہی کو اپنا امیر منتخب کیا اور کرۂ ثفر کے تین چوتھائی حصہ میں شہنشاہیت ختم ہوگئی منوہر سنگھ نے ریاض العرشی سے دریافت کیا۔

"کیا آپ ہم کو یہاں کے جغرافیائی حالات بتا سکتے ہیں ۔۔۔ ؟"

"کرۂ ثفر کی جسامت۔ اس کا قطر اور بحری و بری حالات کرۂ ارض سے بہت حد تک مطابقت رکھتے ہیں۔ اس کرہ میں سات براعظم ہیں انمیں براعظم فوریسہ سب سے بڑا ہے قرانیہ اسی براعظم میں ہے۔ فوریسہ کے بعد دوسرا بڑا براعظم غورشیہ ہے تیسرا نگونہ چوتھا کارنجی، پانچواں اینوں، چھٹا ساسوں اور ساتواں بنجتار ہے یہ آسٹریلیا کی طرح ایک بڑے جزیرے کی حیثیت رکھتا ہے۔"

ہر شخص ریاض العرشی کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اسنے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا

"فوریسہ، غورشیہ اور کارنجی پر پہلے خاندان فرغوشیہ کی حکومت تھی اور اب امیر الامراء کے زیرنگیں ہیں ان تینوں براعظموں کو مرفونیہ کہتے ہیں۔ نگونہ بھی امارت کے وفاقی نظام میں شامل ہے۔ نگونہ میں ابتک شخصی حکومت ہے اس براعظم میں فینقی اکثریت میں ہیں وہ سورج کو خالق اکبر مانتے ہیں۔ اینوں، ساسوں اور بنجتار پر ناریتیوں کی حکومت ہے۔ سنجیت ناریتی تھا۔ مرفونیہ کے بعد یہ دوسری ترقی یافتہ سلطنت ہے۔"

ریاض العرشی ایک ساعت کے لئے ٹھہرا ہی تھا کہ ایک ملازم آکر اس کے قریب کھڑا ہوگیا اور مؤدبانہ انداز میں کہا۔

"شیخ کو قصر العالی میں یاد کیا گیا ہے۔"

ریاض العرشی نے ملازم کی طرف دیکھا اور مہمانوں سے معذرت کر کے چلا گیا۔

حسن نے کہا "شیخ ریاض العرشی عامل قیرانیہ کے مشیر خاص ہیں اس وقت قصر میں ان کی طلبی خالی از علت نہیں۔"

مولانا عبدالسلام نے حسن سے کہا "ہم یہاں کے حالات، اور سیاسیات سے ناواقف ہیں۔ بہرحال یہ تو آپ ہی سمجھ سکتے ہیں کہ اس کی کیا اہمیت ہے اور ان کو کیوں بلایا گیا ہے؟"

اسد نے حسن سے سوال کیا "یہاں داخلی بدامنی یا اندرونی خلفشار کا تو کوئی اندیشہ نہیں ہے۔"

"جی نہیں ــــ" حسن نے جواب دیا" ــــ لیکن قیرانیہ کی مشرقی سرحدیں ضرور غیر محفوظ ہیں۔ کیوں کہ وہاں راسوں کی سرحدیں ملتی ہیں اور نار ہیتوں کے ارادے گزشتہ چار سال سے اچھے نہیں ہیں وہ درپردہ جنگی تیاریوں م مصروف ہیں۔ مرفونیوں سے ہر چیز کو راز رکھا جا رہا ہے۔"

"خدا کرہ ثفر کو جنگ سے بچائے۔" مولانا عبدالسلام نے حسن سے کہا ایسی ہی لڑائیوں نے کرۂ ارض کو میدان ترقی میں ایک ہزار سال پیچھے ڈھکیل دیا تھا۔"

کچھ دیر تک اسی موضوع پر گفتگو کرنے کے بعد سب اپنی اپنی خوابگاہوں میں چلے گئے۔ اسد اپنے بستر پر پہونچتے ہی بے خبر ہو گیا۔ صبح اسے سعد نے بیدار کیا۔

دونوں نے مسجد میں نماز فجر ادا کی واپسی پر سعد نے اسد سے کہا۔

"حمراد کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔"

"وہ بہت ذہین اور ہونہار لڑکی ہے، ہماری اس مہم کی کامیابی میں اسکی

کوششوں کو بھی دخل ہے۔"

دونوں قصر میں جانے کے بجائے جھیل کے کنارے چلنے لگے سعد نے کہا۔

"ایاز نے مجھ سے لکھنؤ میں بتایا تھا کہ تم اس نامعلوم سیارے کی ایک پراسرار حسینہ سے بہت زیادہ متاثر ہو۔"

"ٹیلی ویژن کے پردہ پر اس کا علاج دیکھ کر میں یقیناً متاثر ہو گیا تھا۔" اسد نے جواب دیا "اور اس وقت بھی متاثر ہوں لیکن ابھی تک یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ ان تاثرات کی نوعیت کیا ہے۔"

"تم اس کے قرب سے مسرت اور سکون محسوس کرتے ہو؟"

"ہاں ـــــ" اسد نے معصومیت کے ساتھ جواب دیا۔

سعد مسکرا دیا۔ اسد نے اس کی طرف دیکھا اور خود بھی مسکرایا۔

"تم کو اس سے محبت ہے ـــــ"

اسد نے سعد کو استفسارانہ نگاہوں سے دیکھا اور پھر جھیل کی طرف دیکھنے لگا سعد نے ایک ساعت بعد کہا۔ "وہ بھی تم سے متاثر ہے ـــــ لیکن جہاں تک میں پرسوں سے اس وقت تک غور کر سکا ہوں اسی نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ وہ واقعی پراسرار ہے۔ اس کی شخصیت پراسرار ہے ـــــ یہی زمرد کا بھی خیال ہے۔"

جمیل، زمرد، ارملا، سوہن سنگھ، میمونہ، فیروزہ اور ایرج ان کے پیچھے پیچھے قہقہے لگاتے ہوئے آرہے تھے۔ اسد نے پلٹ کر دیکھا۔ زمرد ان دونوں کے بالکل قریب پہونچ چکی تھی۔ سعد نے اسے محبت آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم نے گلے میں مفلر نہیں ڈالا۔ اس وقت قدرے خنکی ہے اور رات کو تمہاری

طبیعت قدرے مضمحل تھی۔"

"اب میں بالکل چاق و چوبند ہوں لیکن اسد صاحب مضمحل نظر آرہے ہیں انکی آنکھیں بتا رہی ہیں کہ رات کو انھیں نیند نہیں آئی ہے۔"

"نہیں زمرد —" اسد فوراً بول اٹھا۔ "میں رات کو بستر پر دراز ہوتے ہی سوگیا۔ اور صبح سعد نے جگایا۔"

"بہر حال اطمینان اور سکون کی نیند نہیں آئی ہوگی —" زمرد نے جواب دیا اور سعد سے کہا" — کیوں سعد! میرا خیال صحیح ہے نا —؟ ان کی آنکھیں دیکھو —"

سب آگے پیچھے باتیں کرتے ہوئے جھیل کے کنارے قصر کے اس حصہ میں پہونچ گئے جہاں ایک پختہ گھاٹ پر دور تک چھوٹی اور بڑی کشتیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ زمرد نے قریب ترین موٹر لنچ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"سعد۔ آؤ ہم تم اور اسد اس پر بیٹھ کر جھیل کی سیر کریں۔ اس میں تین نشستیں ہیں — میں اسٹرنگ سنبھال لوں گی۔"

منوہر سنگھ، ارملا، جمیل اور نعیم سرکار ایک دوسرے موٹر لنچ پر بیٹھ گئے کشتیوں کے نگراں اور اس کے نائبین نے مہمانوں کو کشتیوں کے چلانے کا طریقہ بتایا اور موٹر لنچ جھیل کی سطح پر ہلکی لہروں کو چیرتے ہوئے کنارے سے دور پہنچ گئے۔

زمرد کی کشتی سب سے آگے تھی۔ سعد نے اس سے کہا۔

"رفتار کم کرلو تاکہ صحیح معنوں میں جھیل کی سیر کا لطف اٹھایا جاسکے۔"

زمرد نے رفتار کم کردی اور کشتی کو بائیں جانب موڑتے ہوئے کہا۔

"میں واقعی حمراء کی کمی محسوس کر رہی ہوں ——"

اسد اس کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔ زمرد نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

"واقعی میں سنجیدگی کے ساتھ کہہ رہی ہوں۔ وہ بہت خلیق ہے اور ہر شخص کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے۔ وہ کل بدرجہ مجبوری گئی ہے اور آج ہی کسی وقت واپس آجائے گی۔"

دوسری کشتیاں بھی ادھر ادھر سطح آب پر دوڑ رہی تھیں جھیل کے اس حصہ سے قصر الذہب کا منظر بہت دلفریب تھا۔ کچھ دیر تک کشتیاں اسی جگہ چکر کاٹتی رہیں اور طلوع آفتاب کے وقت سب واپس آگئے۔ جھیل کے رخ والے ایک برآمدے میں مولانا عبدالسلام اور حنیف بن ہشام بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے حنیف قدرے متفکر نظر آ رہے تھے۔

اسد ان کے پاس پہونچکر ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور رسمی گفتگو کے بعد کہا۔

"آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں"

"آپ حضرات کی آمد نے ماریتیوں کو مشتعل کر دیا ہے۔ وہ عرصہ سے جنگ کے لئے بہانہ تلاش کر رہے تھے اور اب کل سے انھوں نے سرحد پر مورچہ بندی شروع کر دی ہے۔"

اسد نے کہا "کل شب کو شیخ ریاض العرشی کو غالباً اسی سلسلہ میں قصر العالی میں بلایا گیا تھا"

جی ہاں —— اس مورچہ بندی کی پہلی خبر کل سہ پہر کو یہاں موصول ہوئی ہمارے سرحدی مشاہدین نے کل دوپہر کے بعد ماریتیوں کے طوفانی دستوں کو

کوہ طاطورس کی گھاٹیوں میں دریائے فالس کے کنارے نقل و حرکت کرتے ہوئے دیکھا۔ کل شام کوران کے تیز رفتار طیارے بھی سلسلہ کوہستان سے دور پرواز کرتے ہوئے نظر آئے۔ ابھی تک باضابطہ طور پر ناریتیوں کی کوئی یادداشت یا احتجاج نہیں موصول ہوا ہے۔"

اسد اور مولانا عبدالسلام نے سر جھکا لیا اور کسی گہرے خیال میں کھو گئے کچھ دیر بعد سب ناشتہ کے لئے کھانے کے کمرے میں جمع ہوئے۔ اسد کو کمرے میں حمرا بھی نظر آئی۔ وہ اسی وقت آئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی اسد کے قلب کی حرکت تیز ہو گئی اور سعد کا کہا ہوا جملہ اس کے کانوں میں گونجنے لگا۔

"تم کو اس سے محبت ہے۔"

"مجھے اس سے محبت ہے۔؟" اسد نے اپنے دل میں کہا اور ایک بار پھر حمرا کی طرف دیکھا۔ وہ زمرد اور ارملا سے باتیں کر رہی تھی۔ اس وقت وہ ہلکے نارنجی رنگ کا مراکشی کرتا اور اسی رنگ کی اندلسی شلوار پہنے ہوئے تھی۔

ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد سب ایک بڑے کمرے میں آ کر بیٹھ گئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ مولانا عبدالسلام، حنیف بن ہشام اور اسد وغیرہ حنیف کے قریب بیٹھے ہوئے تھے۔ اسد نے حنیف سے دریافت کیا۔

"کیا ناریتی بھی مرفونیوں کی طرح متمدن اور اسی قدر ترقی یافتہ ہیں۔؟"

"یقیناً کسی حد تک تو ضرور ترقی یافتہ ہیں، لیکن مرفونیہ بہرحال ان سے زیادہ ترقی یافتہ ہے۔"

"یہ جانتے ہوئے بھی وہ جنگ پر آمادہ ہیں؟"

"ہاں ـــ اس لئے کہ ساسونی قبائل بہت زیادہ جنگجو اور دلیر ہوتے ہیں وہ کرۂ ثفر کے بہترین سپاہی تسلیم کئے جاتے ہیں۔"

"ـــ لیکن سائنسی ایجادات کے مقابلہ میں دلیری اور بہادری کوئی حقیقت نہیں رکھتی ہے۔" اسد نے جوش میں کہنا شروع کیا "یہ شعاعیں چشم زدن میں لاکھوں کا لشکر جلاکر راکھ کرسکتی ہیں۔"

"یہ شعاعیں کرۂ ثفر کے لئے نئی نہیں ہیں۔ اس کا توڑ بھی دریافت کیا جاچکا ہے۔ جوہری قوت ایک داستان پارینہ ہے۔ علاوہ ازیں مرفونیہ کے متعدد سائنسداں ارتکاب جرم کے بعد قانونی گرفت سے بچنے کے لئے یہاں سے فرار ہوکر ساسونیوں اور بختار میں پناہ لے چکے ہیں۔ وہاں کی حکومت نے ان کو چھپا رکھا ہے اور وہی مرفونیوں کی ہر ایجاد کا توڑ تیار کر رہے ہیں۔"

مولانا عبدالسلام بول اٹھے "ـــ اور وہ غالباً قدسی ہوں گے۔

"جی ہاں ـــ"

"کینہ پروری۔ خودغرضی اور اپنوں ہی کو نقصان پہنچانا عربوں کی فطرت ثانیہ ہوچکی ہے۔ افسوس کہ یہاں بھی وہی جذبہ کارفرما ہے" مولانا عبدالسلام نے متاسفانہ لہجے میں کہا اور کچھ سوچنے لگے۔

حنیف بن ہشام نے کہا "صالحین کی مجلس اولیٰ کے ایک رکن منذر بن احمد نے گذشتہ ہفتہ ایوان صالحین سے کہا ہے کہ ناریجی ہمارے چند بلند پایہ مشہور سائنسدانوں سے رابطہ قائم کئے ہوئے ہیں اور اب تک ہمارے متعدد اہم راز معلوم کرچکے ہیں ـــ دراصل وہ دوسروں کو ابھارنے ورغلانے اور اپنا

ہم خیال بنانے میں جواب نہیں رکھتے ہیں۔"

"ہمارا یہاں آنا آپ لوگوں کے لئے نامبارک ثابت ہوا۔" اسد نے مغموم لہجہ میں کہا۔ حنیف بن ہشام ہنس دیا۔

"ہم نارسیتوں کی ان سرگرمیوں سے قطعی خائف نہیں ہیں۔ ہم جنگ سے گریز کرتے ہیں تو محض اس لئے کہ انسان کا خون نہ بہے ـــــ خیر ان باتوں کو چھوڑیئے۔ وزارت دفاع کا ہر فرد بہتر سمجھتا ہے کہ اسے کیا کرنا ہے۔ آج دس بجے ہم یہاں سے القنطرہ کیلئے روانہ ہوجائیں گے۔ ہم برقی ریل سے سفر کریں گے تاکہ آپ لوگ کوہ القہ کے مناظر سے بھی لطف اندوز ہوسکیں یہ سلسلہ کوہ دو ہزار میل تک پھیلا ہوا ہے برقی ریلوے اس کوہستانی سلسلے سے گزر کر القنطرہ جاتی ہے۔

منوہر سنگھ، جمیل اور سعد بھی ان کے پاس آکر بیٹھ گئے اور ان سے باتیں کرنے لگے۔ اسد کسی ضرورت سے اٹھ کر اپنے کمرے میں گیا۔ واپسی پر اسے برآمدہ میں حمراء نظر آئی، وہ زینے کی طرف جا رہی تھی اسد کو دیکھتے ہی وہ کھڑی ہوگئی اور مسکرا کر سلام کیا اسد نے سلام کا جواب دیتے ہوئے دریافت کیا۔ "آپ کی والدہ کا کیسا مزاج ہے۔؟"

"خدا کا شکر ہے۔ نزلہ کی معمولی سی شکایت ہے اسی لئے دو روز تک آرام کرتی رہیں۔ انھوں نے دراصل مجھے اپنی علالت کی وجہ سے نہیں بلکہ آپ لوگوں کے حالات دریافت کرنے کے لئے بلایا تھا۔"

"اگر آپ وہاں پہونچکر مجھکو مطلع کردیتیں تو اسی سلسلہ میں ان کا نیاز حاصل ہوجاتا۔"

حمراء نے بھولے پن کے ساتھ کہا "مجھے وہاں پہونچکر خیال ہوا لیکن محض اسلئے

کہ آپ حضرات تھکے ماندے تھے میں نے تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا۔ بہرحال القطہ سے واپسی پہ آپ کو لے چلوں گی۔"

حمراد کی آنکھیں وفورِ مسرت سے چمک رہی تھیں اور چہرے پر شہابی جھلک رہی تھی، اسد اس کے چہرے کی طرف ٹکٹکی باندھے اسے بغور دیکھ رہا تھا۔ اسد کو اس عالم میں دیکھ کر اس کی نگاہیں خود بخود جھک گئیں اور رخسار تمتما اٹھے۔ اسد کے قلب کی حرکت تیز ہو گئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہے۔ وہ اسی شش و پنج میں تھا کہ حمراد نے اس کی طرف دیکھے بغیر گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا۔

"مجھے کچھ دیر کے لئے اجازت دیجئے۔ نیچے کمرے میں ایک صاحب میرا انتظار کر رہے ہیں۔"

اسد کے جواب سے قبل وہ مڑی اور زینے سے اترتی ہوئی نیچے پہونچ گئی سامنے برآمدے میں ایک نوجوان ٹہل رہا تھا۔ حمراد کے قدموں کی آہٹ پر وہ تیزی کے ساتھ مڑا اور اس کو دیکھتے ہی مسکرا دیا۔

"اوہ زیاد —— تم ہو ——"

"ہاں اچھی حمراد ——" اس نے حمراد کو پرشوق نگاہوں سے دیکھتے ہوئے جواب دیا "بہت انتظار دکھایا تم نے —— میرا خیال تھا کہ تم مجھ سے ملتی ہوئی یہاں آؤ گی ——"

زیاد کو دیکھتے ہی حمراد کے چہرے کی شگفتگی جاتی رہی تھی۔ اس نے سراسیمگی کے عالم میں چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"چلو کمرے میں بیٹھ کر باتیں کریں۔"

زیاد حمراء کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا اور دونوں ایک میز کے پاس ایک دوسرے کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ زیاد فرانسیسی طرز کا چست پائجامہ اور اندلسی وضع کا کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ اس نے کرسی پر بیٹھتے ہی کہا۔

"ہاں —— تو تم نے کیا فیصلہ کیا ——؟"

"تم رات کو امی کی گفتگو سن چکے ہو۔"

"یہ امی کی نہیں تمہاری زندگی اور تمہارے مستقبل کا سوال ہے۔"

حمراء نے سر جھکا لیا۔ اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا کہ اس وقت ذہنی کشمکش میں مبتلا ہے۔ زیاد کچھ دیر تک اس کو دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"حمراء —— تم کو معلوم ہے کہ تمہارے والد مجھ کو کس قدر عزیز رکھتے تھے۔ انھوں نے متعدد بار حکیم انس بن شعیب اور اپنے دیگر ہم عصروں کے سامنے یہ خیال ظاہر بھی کیا کہ وہ مجھ کو ہمیشہ اپنے ہی ساتھ رکھیں گے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا کیا ارادہ تھا۔

"ارادہ کا تو خدا ہی کو علم ہوگا۔" حمراء نے قدرے جسارت کے ساتھ کہا لیکن انھوں نے مجھ سے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں جو کچھ بھی کہا اس کا مطلب یہی تھا کہ میری تخلیق اس دنیا کے لئے نہیں ہوئی ہے۔"

"یعنی تم بھی اپنی ماں کی ہم خیال ہو —— اور —— اور غالباً اسی لئے تم ابھی ایک ارضی انسان سے بے تکلفی کے ساتھ باتیں کر رہی تھیں۔"

"زیاد!" حمراء نے قدرے تلخ لہجہ میں کہا۔ "میں یہاں ایسی باتیں سننے کے لئے نہیں آئی ہوں۔ مجھے اپنے مستقبل کے متعلق فیصلہ کرنے کا حق ہے۔"

"میں سات سال سے تم سے تمنائیں وابستہ کئے ہوئے ہوں۔"

"تم ہمیشہ مجھ سے اپنی تمنائیں وابستہ رکھ سکتے ہو لیکن مجھکو مجبور نہیں کر سکتے ہو۔"

"تمھارا عہد پورا ہو چکا ہے اب تم مجھ سے شادی کر لو۔"

"کبھی نہیں ——" حمراء کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آنکھیں سلگتی ہوئی گندھک کی طرح چمکنے لگیں۔

زیاد بھی کھڑا ہو گیا اور جوش میں مٹھیاں بھینچ کر بولا۔ "حمراء! تم زیاد سے گفتگو کر رہی ہو —— تمھاری یہ ضد ملک اور قوم کے لئے مہنگی پڑے گی۔"

"میں کچھ سننا نہیں چاہتی ——" حمرا چیخ اٹھی۔

"تم کو بہت کچھ دیکھنا ہو گا۔"

زیاد تیزی کے ساتھ مڑا اور کمرے سے نکل گیا۔

(۲۱)

برق رفتار ٹرین کوہ القا کی گھاٹیوں میں شور مچاتی عمیق کگاروں کے کناروں اور بلند چٹانوں پر سے گزرتی اور بل کھاتی ہوئی القنطہ کی طرف چلی جا رہی تھی سیاحوں کی آراستہ بوگیوں کے ایک بڑے درجے میں اسد اس کے ساتھی اور مرفونیہ کے سرکاری میزبان بیٹھے ہوئے قدرتی مناظر دیکھ رہے تھے۔

حمراء، اسد، زمرد اور سعد ایک بڑی کھڑکی کے پاس بیٹھے ہوئے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ زمرد حمراء سے کہہ رہی تھی۔

"ان پہاڑوں کے مناظر دیکھ کر ہندوستان کے مغربی گھاٹ کی یاد تازہ ہو گئی کیوں اسد صاحب؟"

"واقعی اس وقت تو میں محسوس کر رہا ہوں جیسے ہم سب پونا سے بمبئی کی طرف جا رہے ہیں۔"

زمرد نے حمراء سے بتایا کہ بمبئی ہندوستان کا ایک مشہور بندرگاہ اور تجارتی مرکز ہے"

"القسطہ بھی فیرانیہ کا مشہور بندرگاہ اور تجارتی مرکز ہے۔ وہاں مرفونیہ کی بحری افواج کا صدر دفتر بھی ہے اور ایک زبردست بحری بیڑا ہر وقت تیار رہتا ہے۔"

اسد نے حمراء سے دریافت کیا۔ "اس کی آبادی کیا ہوگی؟"

"ایک کروڑ دس لاکھ ——"

زمرد اور سعد آپس میں آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔ زمرد، حمراء کو دیکھ کر مسکرائی اور اٹھتے ہوئے بولی۔

"ہم لوگ کچھ دیر وہاں بیٹھنا چاہتے ہیں۔" اس نے ایک گوشے کی خالی کرسیوں کی طرف اشارہ کیا۔

اسد مسکرا دیا۔ وہ سمجھ گیا کہ زمرد اور سعد اس کو حمراء سے بات چیت کرنے کا موقعہ دینا چاہتے ہیں۔ زمرد کے ساتھ ہی سعد بھی کھڑا ہو گیا۔ ٹرین کی حرکت کی وجہ سے دونوں کے شانے آپس میں ٹکرا رہے تھے۔ وہ ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے کرسیوں کا سہارا لیتے ہوئے گوشے کی طرف چلے گئے۔

حمراء بہت دور، ایک سبز پوش پہاڑی پر نگاہیں جمائے ہوئے تھی۔ زمرد کے اٹھتے ہی اس نے سمجھ لیا تھا کہ زندگی کا نازک ترین لمحہ قریب آتا جا رہا ہے۔ وہ اس سے

دور بھاگنا چاہتی تھی۔ اسد نے بھی اس کے چہرے سے اندازہ لگالیا کہ وہ ذہنی طور پر پریشان ہوتی جارہی ہے اس لئے اس نے اس کو اپنی باتوں سے بہلانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"نارمیتوں کے رویہ سے مجھے تشویش ہوگئی ہے، آج شیخ حنیف بن ہشام نے مجھے بتایا ہے کہ وہ قیرانیہ کی سرحد پر فوجیں جمع کر رہے ہیں۔"

"یہ کوئی پہلا اتفاق نہیں ہے۔ اس سے قبل بھی متعدد بار جنگ کی دھمکیاں دے چکے ہیں۔ لیکن مرفونیہ میں کبھی ایسی دھمکیوں کا کوئی اثر نہیں لیا گیا۔ دراصل نارمیتوں نے ابتک ہماری اور اپنی طاقت کا غلط اندازہ لگایا ہے۔"

"اس مرتبہ تو انھوں نے محض ہماری آمد کی وجہ سے ان سرگرمیوں کا مظاہرہ کیا ہے۔"

"نارمیتوں میں نہ تو اتنی صلاحیت ہے کہ وہ مرفونیہ پر حملے کے لئے نقشۂ جنگ بنائیں اور نہ ان میں اتنی جرأت ہے کہ میدان جنگ میں صف آرا ہوں۔"

اسد نے کہا "شیخ حنیف نے مجھے بتایا ہے کہ مرفونیہ کے مذہبی اور اخلاقی مجرم عموماً نجتار، ساسوں اور ایزوں میں پناہ گزیں ہوتے ہیں۔ نارمی ان کو پناہ دیتے ہیں ان کی سرپرستی کرتے ہیں اور ان کو مرفونیوں کے خلاف کام میں لاتے ہیں۔"

"جی ہاں ــــ" حمراء نے جوش میں جواب دیا "نارمیتوں نے ایسے ہی افراد کے ذریعہ ہمارے متعدد اہم راز حاصل کر لئے ہیں۔ اس وقت بھی ہمارے چند مشہور سائنسداں اور ماہر فن ان کے آلۂ کار بنے ہوئے ہیں۔"

حمراء کی پریشانی دور ہو چکی تھی اور اب وہ ہنس ہنس کر باتیں کر رہی تھی اسد نے

اس سے بھی دریافت کیا۔ کیا کسی ایسے سائنسداں یا ماہرِ فن کو آپ جانتی ہیں۔"

"جی ہاں ــــ" اس نے فوراً جواب دیا "کم از کم ایک کو تو میں جانتی ہوں اس نے میرے والد مرحوم کے تیس سال کے تجربات کی نقل اور اہم خاکوں کے چربے کاردخ پہونچا دیے ــــ کاردخ نجتار کا دارالحکومت اور ناریتی کے سائنسی تجربات کا مرکز ہے۔"

"ــــ اور وہ آج بھی مرفونیہ میں موجود ہے ــــ ؟" اسد نے متعجبانہ لہجہ میں دریافت کیا۔

"وہ زرانیہ میں موجود ہے اور سائنسدانوں کی اعلیٰ مجلس کا ایک رکن ہے اس کا نام زیاد بن ابی عامر ہے۔ وہ آج صبح قصر الذہب میں بھی تھا۔"

"قصر الذہب میں ــــ ؟" اسد نے گھبرا کر سوال کیا۔

"جی ہاں، قصر الذہب میں۔" حمرا نے اسے جواب دیا "صبح جب آپ مجھے زینے کے قریب ملے تھے اس وقت زیاد ابن ابی عامر نیچے برآمدے میں میرے انتظار میں ٹہل رہا تھا۔"

اسد نے حمرا کو پریشان نگاہوں سے دیکھا اور پھر کھڑکی سے باہر تیزی کے ساتھ گزرتے ہوئے درختوں اور چٹانوں کی طرف دیکھنے لگا۔

حمرا نے اسد کو بغور دیکھا اس کا دل خود بخود بیٹھنے لگا۔ لیکن اس نے فوراً اپنی حالت کو سنبھال لیا اور کہنے لگی۔

"زیاد میرے والد کے معمل میں کام کر چکا ہے۔ ان کے انتقال کے بعد بھی وہ اسی معمل میں رہا اور گزشتہ سال تک ہم دونوں اسی معمل میں ایک ٹیلی ویژن میں اختراعات

کرتے رہے ۔۔۔۔" یکایک اس نے سر جھکالیا اپنی انگلی کے ناخنوں کو دیکھنے لگی اور ایک ساعت بعد اسی طرح سر جھکائے ہوئے کہا اور اب وہ مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے ۔۔۔"

اسد کو ایسا محسوس ہوا جیسے ٹرین کی رفتار یکایک بہت تیز ہوگئی ہے اور درخت چٹانیں اور گھاٹیاں بہت تیزی کے ساتھ بھاگتی چلی جارہی ہیں اس نے اپنے صوفے کی پشت پر سر ٹکالیا اور کچھ دیر تک اسی عالم میں نیلے آسمان کی گہرائیوں میں کچھ دیکھتا رہا۔

حمرا نے اس کی طرف دیکھا اور ایک ساعت بعد بولی۔

"وہ کل شب کو امی کے پاس بھی گیا تھا۔ میں وہاں موجود تھی۔ اس نے میری موجودگی میں امی سے میرے متعلق کہا لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ ان کو اس کی صورت سے نفرت ہے۔"

"۔۔۔ اور آپ کو ۔۔۔؟" اسد نے غیر متوقع طور پر سوال کیا۔

"امی کو صرف اس کی صورت ہی سے نفرت ہے لیکن میں اسکے وجود سے متنفر ہوں ۔۔۔ آج صبح میں نے بہت سختی کے ساتھ کہہ دیا ہے کہ آئندہ وہ مجھ سے گفتگو کی کوشش نہ کرے ۔۔۔"

"کیا وہ آپ کی اس ہدایت پر عمل کرے گا۔؟"

"نہیں ۔۔۔ وہ بہت چالاک اور بدباطن ہے اس نے مجھے دھمکی دی ہے کہ میری ضد ملک اور قوم کے لئے بہت مہنگی پڑے گی ۔۔۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ یہاں سے راہ فرار اختیار کرے گا اور نارمیتیوں سے ملکر قوم اور ملک کو نقصان

پہونچانے کی کوشش کرے گا۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ ملک اور قوم کو نقصان سے بچانے کے لئے آپ اس سے نکاح کرلیں۔"

"میں جانتی ہوں کہ میرے لئے اس دنیا میں مسرتیں نہیں ـــــ تو پھر میں اپنی زندگی کو مزید سوگوار کیوں بناؤں ـــــ رہا ملک اور قوم کا سوال تو ـــــ زیاد اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کرسکتا ہے کہ وہ ہمارے چند راز ناریتیوں کو دیدے۔"

اسد نے حمراء کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اگر اس دنیا میں آپ کے لئے مسرتیں نہیں ہیں تو دوسری دنیاؤں میں تلاش کیجئے۔ اب انسان کی پرواز اس کے تخیل سے بھی بلند ہوچکی ہے۔"

دونوں جس موضوع سے گریز کررہے تھے نادانستہ طور پر وہی زیر بحث آگیا تھا حمراء کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔ اس وقت ٹرین ایک پہاڑ کے دامن میں پہونچ چکی تھی اس کی رفتار سست ہوچکی تھی۔ سامنے ایک دریا بہتا ہوا نظر آرہا تھا۔

اسد حمراء کے جواب کے انتظار میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس نے ایک ساعت بعد ایک طویل سانس لی اور سعد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"واقعی انسان کی پرواز اس کے تخیل کی پرواز سے بھی بلند تر ہوچکی ہے۔"

ٹرین کی رفتار بہت زیادہ سست ہوگئی۔ حمراء نے دریا کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ دریائے ابیض ہے۔ قیرانیہ کے تین بڑے دریاؤں میں سے ایک ہے ہماری ٹرین اسی کے پل پر سے گزرے گی۔ یہ پل فن انجینیری کا ایک عظیم الشان کارنامہ

ہے اس کو بیک وقت چار ٹرینیں عبور کر سکتی ہیں۔ یہ بہت بلند ہے اور اس کے نیچے سے بڑے سے بڑے جہاز گزرتے رہتے ہیں۔“

اسد نے ایک ہینڈل کو دبایا۔ کھڑکی کا شیشہ اوپر کو اٹھ گیا دونوں نے اپنے صوفے کھڑکی کے قریب کھینچ لئے اور دریا کی طرف دیکھنے لگے۔ ٹرین گھماؤ پر جا رہی تھی، کچھ دیر بعد دریا کے کنارے دس دس اور بارہ بارہ منزلہ عمارتیں نظر آنے لگیں چند عمارتوں سے دھوئیں کے لچھے اور بھاپ کے بادل اٹھ رہے تھے۔

”یہ غالباً کارخانے ہیں۔“

”جی ہاں —— یہ سلسلہ اس پہاڑ کے دوسری جانب تک پھیلا ہوا ہے۔“

”یہ شاید القنطرہ کا ایک مضافاتی علاقہ ہے۔“

”القنطرہ یہاں سے بیس میل دور ہے۔ وہ اس پہاڑ کے اس سمندر کے کنارے ہے۔“

مولانا عبدالسلام اور حنیف بن ہشام باتیں کرتے ہوئے ان کے قریب سے گزرے اور حمراد کی دعوت پر ان دونوں کے پاس بیٹھ گئے۔“

ٹرین دریائے ابیض کے پل پر سے گزرتی اور ایک چھوٹی پہاڑی کے گرد چکر کاٹتی ہوئی دریا کے دوسرے کنارے پر پہونچ گئی اور اس کے متوازی چلنے لگی۔

حنیف بن ہشام نے کرسی پر بیٹھتے ہی حمراد سے کہا۔

”روانگی سے قبل مجھے اسٹیشن پر معلوم ہوا ہے کہ عامل نے زیاد ابن ابی عامر کی گرفتاری کے احکامات جاری کر دیے ہیں۔ سنا جا رہا ہے کہ اس نے دس روز قبل ماسون کے وزیر اعلیٰ کو ایک خط لکھا تھا۔ وہ ایک ناریجی جاسوس کے ذریعہ

کیا گیا تھا لیکن سرحدی گشتی دستے کے ایک افسر نے اس کو گرفتار کر لیا اور اسکے پاس سے وہ خط برآمد ہوا۔"

حمراد نے کہا۔ "یہ پہلا اتفاق نہیں ہے اس سے قبل بھی وہ ملک اور قوم سے غداری کر چکا ہے لیکن امیر یا امیر الامراد نے اس کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی صرف اس کو چھ ماہ کے لئے ساحل لوکاس پر بھیج دیا گیا۔"

"کیا وہاں سیاسی مجرموں کو رکھا جاتا ہے۔"

"جی نہیں ــــ بلکہ وہاں نفسیاتی طور پر انسان کی ذہنیت بدلنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ منصفوں کی اعلیٰ مجلس نے یہی مناسب سمجھا کہ اس کو سزا دینے کے بجائے اس کی ذہنیت بدلنے کی کوشش کی جائے۔ ڈاکٹروں کا خیال تھا کہ وہ چھ ماہ میں ٹھیک ہو جائے گا اور کسی حد تک اس کی ذہنیت بدل بھی گئی لیکن اب ادھر گزشتہ چند ماہ سے اس کی ذہنیت پھر بدل گئی ہے۔"

حمراد نے کہا۔ "یہ پہلا شخص ہے جو ساحل لوکاس پر جانے کے بعد بھی نہ ملا۔"

اسد نے کھڑکی سے باہر دیکھا۔ سامنے مضافات کی عمارتیں نظر آ رہی تھیں ٹرین کی رفتار قدرے تیز ہو چکی تھی۔ حنیف نے کچھ دیر تک خاموش رہنے کے بعد کہا۔

"میں آج صبح تک نارسیتیوں کی سرحدی سرگرمیوں کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا تھا لیکن روانگی سے قبل اسٹیشن پر میں نے جو کچھ بھی سنا ہے وہ تشویشناک ہے۔"

حمراد بول اٹھی۔ "یہ زیاد اور اس جیسے دس بیس سائنسداں بھی نارسیتیوں سے ملکر ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہیں۔ اگر جنگ شروع ہو جائے تو ہمکو شیخ محمد الناصر کے بنائے

ہوئے منصوبے پر عمل کرنا چاہیے۔ ناریتیوں کی اس وقت وہی حالت ہے جو زمانہ جاہلیت میں عربوں کی تھی لیکن جب وہ دائرہ اسلام میں آ گئے تو انسانوں کی تقدیریں بدل دیں اور دنیا کے معلم ہو گئے۔ اگر ناریتیوں میں تبلیغ ہوتی رہتی تو آج اس دنیا کی حالت مختلف ہوتی اور بہت ممکن تھا کہ ہم کرہ زائرس تک پہونچ چکے ہوتے۔"

حنیف نے حمراء کی تائید کرتے ہوئے کہا "اب میرا بھی یہی خیال ہے۔"

اس نے بہت دور کسی چیز کو دیکھتے ہوئے حمراء سے کہا۔

"یہ کیا چیز ہے ــــ"

"باب الناصر ــــ" حمراء نے جواب دیا "شیخ محمد الناصر قدسیوں کے ایک عظیم المرتبت سپہ سالار گزرے ہیں۔ انھوں نے فرغونیوں اور ناریتیوں کے متحدہ لشکر کو القنطہ میں شکست فاش دی تھی۔ یہ انھی کی یادگار ہے۔"

حنیف نے اٹھتے ہوئے کہا "آئیے اب ہم سب اٹھیں۔ ہمارا سفر ختم ہو رہا ہے۔"

سعد، حمراء اور مولانا عبدالسلام ایک ساتھ کھڑے ہو گئے۔ ریل کی فولادی پٹریوں کا جال پھیلتا جا رہا تھا۔ سب باتیں کرتے ہوئے ایک دوسرے درجے میں آ گئے۔ حمراء، میمونہ، ارملا اور فیروزہ کے پاس چلی گئی۔

اسٹیشن پر مہمانوں کا سرکاری طور پر استقبال کیا گیا اور ان کو سمندر کے کنارے ایک عالیشان ہوٹل میں ٹھہرایا گیا۔ زمرد نے القنطہ کی چوڑی سڑکیں اور فلک بوس عمارتیں دیکھ کر کہا۔

"بظاہر ان شہروں اور اپنی دنیا کے بڑے بڑے شہروں میں زیادہ فرق

نہیں ہے لیکن یہاں کی بعض چیزیں بالکل انوکھی اور ہمارے لئے نئی نہیں ہیں مثلاً میں نے نہ تو قرانیہ میں ٹریفک پولیس دیکھی اور نہ یہاں۔ ہر چوراہے پر اشارے کیلئے خود بخود رنگین بتیاں جلتی اور بجھتی رہتی ہیں۔ بغیر شوفر کے کاریں، مصنوعی چاندنی وغیرہ۔"

اس وقت وہ سب ہوٹل کے ایک بڑے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے حمراء نے کہا۔

"ابھی تک آپ لوگوں نے صرف عمارتیں ہی دیکھی ہیں۔ آپ یہاں کے اسپتال اور ایسے ہی دیگر ادارے دیکھ کر یقیناً خوش ہوں گے۔"

ارملا نے کہا۔ "راستہ میں حسن صاحب کہہ رہے تھے کہ وقت ضرورت یہاں زراعتی علاقوں میں مصنوعی بارش بھی ہوتی ہے اور اگر قدرتی طور پر کسی سال بارش زیادہ ہونے کا امکان ہو تو اس پر قابو پا لیا جاتا ہے اور ابر محیط کے باوجود آفتاب کی مصنوعی شعاعوں سے پھلوں کو درختوں کی شاخوں ہی میں پکا لیا جاتا ہے۔"

حمراء نے کہا۔ "یہ شعاعیں تین سو برس قبل ایک قدسی سائنسداں نے چونے اور لوہے سے پیدا کی تھیں۔ اس وقت وہ قدسی سائنسداں آفتاب کی شعاعوں سے شکر اور سفوف کی صورت میں ایک خاص قسم کا حیاتین حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمارے پاس جوہری طاقت کے ذخائر موجود ہیں اور صنعتی اداروں میں انھیں سے کام لیا جا رہا ہے۔"

اسد چند ثوری سائنسدانوں کے پاس بیٹھا ہوا ان سے باتیں کر رہا تھا۔ حمراء نے اس طرف دیکھ کر ایک سائنسداں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہ عون بن العزیز ہیں ماہر برقیات اور ان کے دائیں جانب غوث طوماخ

یوں تو وہ مسلمانوں میں طرماغ دسویں سائنسداں ہیں جو موجدوں کی صف اول میں آئے ہیں۔ انھوں نے حال ہی میں ایسی لہریں دریافت کی ہیں جو فضا میں منتشر ہو جانے کے بعد طیاروں، ہوائیوں اور اڑن طشتریوں کو قابل پرواز نہیں رکھتی ہیں۔ ان لہروں کے جال میں داخل ہوتے ہی ہر مشین بے کار ہو جاتی ہے دھاتوں کا وزن سو سے دو سو گنا تک بڑھ جاتا ہے اور وہ سطح زمین پر آرہتے ہیں۔"

زہرہ بول اٹھی "آپ لوگ تحقیق و تجسس میں ارضی انسان سے بہت آگے ہیں ـــــ"

حمراء نے کہا "خدا نے انسان کو اپنا خلیفہ بنا کر زمین پر بھیجا اب یہ اس کی صلاحیتوں پر منحصر ہے کہ وہ اپنے مرتبہ کو سمجھے یا نہ سمجھے۔"

ایک گھنٹہ بعد سب بلدیہ کی چار منزلہ عمارت کے سامنے اس کے اس پارک میں پہونچ گئے جہاں بلدیہ کی طرف سے ان کے عصرانہ کا انتظام کیا گیا تھا معتمد بلدیہ حبیب، منعم نے اولوالعزم مہمانوں کی خدمت میں ایڈریس پیش کیا۔ مولانا عبدالسلام نے ایڈریس کا جواب دیا۔ مہمانوں کی فواکہات اور مشروبات سے تواضع کی۔ عصرانہ ختم ہوتے ہی القنطہ کے معززین شہر کی دعوت پر مہمانوں کو لب ساحل ایک خوبصورت عمارت میں لے جایا گیا۔ عمارت کے صدر دروازے پر معززین شہر نے مہمانوں کا استقبال کیا اور ان کو ایک آراستہ شہ نشین میں لے جا کر بٹھایا۔ حمراء نے میمونہ اور دیگر مہمانوں سے کہا۔

"یہ یہاں کا مشہور سینما گھر لیل و نہار ہے۔"

"نام تو بہت اچھا ہے ـــــ لیل و نہار۔ شاعرانہ تخیل ہے۔" میمونہ نے

شہ نشین کو دیکھتے ہوئے کہا "غالباً یہ استقبالیہ شہ نشین ہے۔"

"جی ہاں —— ہال اس کی پشت پر ہے۔"

حبیب منعم، اسد، سعد اور منوہر سنگھ کے پاس بیٹھا ہوا باتیں کر رہا تھا۔ شہ نشین کے ایک گوشے میں چھت کے قریب ایک نارنجی قمقمہ روشن ہوا اور گل ہوگیا اور ایک منٹ بعد مسلسل جلنے اور بجھنے لگا۔ حبیب، منعم فوراً کھڑا ہوگیا اور مہمانوں کو خطاب کرتے ہوئے بولا۔

"معزز مہمانو! میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں آپ کو کس طرح مخاطب کروں۔ مجھے الفاظ نہیں مل رہے ہیں۔ ایک تقری اور القنطہ کے ایک شہری کی حیثیت میں ابھی کچھ دیر قبل میں بلدیہ کی عمارت میں اپنے جذبات کا چند الفاظ میں اظہار کرچکا ہوں۔ اس وقت آپ حضرات کو چند دستاویزی فلمس اور ایک تفریحی فلم دکھایا جائے گا۔ اس صنعت میں تقری انسان نے کس حد تک ترقی کی ہے آپ حضرات کو اس نمائش سے کچھ اندازہ ہو جائے گا۔"

حبیب منعم نے اسد کی طرف دیکھا۔ وہ اس کا مطلب سمجھ کر کھڑا ہوگیا، اسکے ساتھ ہی سب کھڑے ہوگئے۔ حبیب منعم نے مہمانوں کی رہنمائی کی اور سب وسیع ہال میں پہونچ گئے۔

ہال میں ہر طرف ہلکی نیلی روشنی تھی۔ اسد نے مولانا عبدالسلام سے کہا۔

"میرے خیال میں دیواروں پر فاسفورس کے کسی مسالہ کا پلاسٹر ہے۔"

حمراد مسکرائی۔ اسد نے مسکرا کر اس کو دیکھا اور اس سے دریافت کیا۔

"کیا میرا خیال صحیح نہیں ہے —— ؟"

" یہ سیپ کے چونے کی قلعی ہے۔ سیپ کے چونے کو ایک مرکب میں حل کر کے قلعی کرنے سے تاریکی میں اس کی ہلکی بنفشئی شعاعیں خارج ہوتی ہیں۔ یہ شعاعیں صرف کسی تاریک کمرے یا ہال کو منور ہی نہیں کرتی ہیں بلکہ ان کے اثر سے نائٹروجن گیس بھی تحلیل ہوتا رہتا ہے اور اس طرح ہوا بالکل صاف رہتی ہے۔"

ہال میں ہر طرف صوفے بچھے ہوئے تھے۔ حبیب منعم نے سب کو بٹھایا اسد نے حمراء سے کہا۔

" کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ اس وقت کونسا فلم دکھایا جائے گا۔"

" آپ کی طرح یہاں میں بھی ایک مہمان کی حیثیت رکھتی ہوں۔"

دونوں سامنے زرکار پردہ کی طرف دیکھنے لگے۔ پردے کے پیچھے سے ہلکے نغمات بلند ہو رہے تھے۔ نعیم سرکار نے ارملا سے دریافت کیا۔

" ارملا! بتاؤ کون کون سے ساز بج رہے ہیں۔؟"

ارملا نے نغمات کی طرف کان لگائے اور ایک ساعت بعد بولی۔

" جلترنگ اور طاؤس —— اور غالباً —— " اس نے ایک سریلی تان پر کان لگائے اور کہنے لگی " سارنگی یہ یقیناً سارنگی ہے۔"

" اور الغوزہ بھی ہے —— " یوسف پرویز بول اُٹھا۔

" —— لیکن یہ زیر و بم کس ساز سے پیدا ہو رہا ہے۔ یہ پیانو تو ہو نہیں سکتا ہے —— نعیم سرکار نے پردہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ " کیوں ارملا تمہارا کیا خیال ہے؟"

" ممکن ہے پیانو کی قسم کا کوئی ساز ہو —— " ارملا نے اپنا خیال ظاہر کیا

زرکار پردہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے ہٹا اور پردۂ سیمیں سامنے آگیا اس کے چاروں طرف سیاہ جالی کا حاشیہ تھا۔ سب اس طرف متوجہ ہو گئے۔ یکایک ہال کی روشنی کم ہونے لگی۔ اسد نے قریب ترین دیوار کی طرف دیکھا۔ دیوار کی نیلگوں سفیدی پر ہلکی سیاہ تہہ جمتی جا رہی تھی۔ وہ اس طرف حیرت سے دیکھ رہا تھا، اسکے کانوں میں حمرا کی زمزمہ بار آواز گونجی۔

"دیوار کی سطح اور اس کے بالائی خول کے درمیان معمولی قسم کا سیاہ گیس دوڑ رہا ہے قلعی کی بنفشی شعاعیں اس گیس میں جذب ہو جاتی ہیں۔"

اسد حمرا کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"آپ کا مطلب یہ ہے کہ دیواروں کی سطح پر جو قلعی ہے اس کے اوپر بھی کسی چیز کا غلاف ہے ——؟"

"جی ہاں —— اسی غلاف کے اندر گیس بھر جاتی ہے۔"

پردہ کی سمت سے آواز آئی "کرۂ ارض سے آنے والے اوالعزم انسانوں کی خدمت میں مرفونیہ کے فلمسازوں کی انجمن ایک تاریخی فلم حیات ابدی پیش کرتی ہے۔"

سب اس طرف متوجہ ہو گئے۔ تعارف کے بعد ایک کوہستانی منظر سے فلم کی ابتدا ہوئی، کوہستانی منظر قدرتی رنگوں میں نظر آرہا تھا۔ ہر طرف خود رو پودوں بیلوں اور جھاڑیوں میں پھول کھلے ہوئے تھے۔ ہوا کے جھونکوں سے شاخیں جھوم رہی تھیں۔ ہال پھولوں کی خوشبو سے مہک اٹھا اور کوہستانی ہوا کے جھونکوں سے ہال میں بیٹھنے والوں کے لباس پھڑپھڑانے لگے۔

"سبحان اللہ ـــــــ" مولانا عبدالسلام بے ساختہ کہہ اٹھے "یہ اس فن کو بھی کمال کی حدود تک پہونچا یا ـــــــ"

اسد، سعد اور ان کے ساتھی ایک منظر پر جھوم رہے تھے۔ ہر منظر کے ماحول اور درجہ حرارت کے ساتھ ہال کا ماحول اور درجہ حرارت بدل رہا تھا۔ ریگستانی مناظر اور باد سموم کے جھونکوں سے سب کے چہرے جھلسنے لگے۔ لیکن یہ منظر بہت جلد ایک جنگل کے منظر میں مدغم ہو گیا۔ فلم کی کہانی اس درجہ دلچسپ تھی کہ ہر شخص خود کو اسی کا ایک کردار سمجھ رہا تھا۔

ڈھائی گھنٹہ بعد سب باہر آئے۔ سمندر کے کنارے سڑک سیمابی روشنی سے سیاہ چادر پر روپہلی بیل کی طرح نظر آ رہی تھی۔ سمندر کی سیاہ سطح پر شارک سے مشابہ چھوٹی کشتیاں ادھر ادھر دوڑتی پھر رہی تھیں۔ سڑک کے انتہائی گھماؤ پر ہزاروں بتیاں روشن تھیں اور تیز روشنی کے آڑے ترچھے اور سیدھے خطوط تاریک فضا میں نور و ظلمت کا جال بنا رہے تھے۔ عمارت کے سامنے جدید قسم کی چھوٹی کاریں ایک قطار میں کھڑی ہوئی تھیں۔ سب کاروں پر بیٹھکر ہوٹل کی طرف روانہ ہو گئے۔

آسمان پر مشرق کی طرف سے گھٹائیں گھرتی چلی آ رہی تھیں۔ حنیف بن ہشام نے مولانا عبدالسلام اور سعد سے بتایا کہ یہ طوفان کے آثار ہیں۔ زمرد نے آسمان کی طرف دیکھا تارے غائب ہو چکے تھے۔ ہوا تیز ہوتی جا رہی تھی اور بجلی چمکنے لگی تھی۔

(۲۲)

ہوٹل کے احاطہ میں کاریں داخل ہوتے ہی بارش شروع ہوگئی۔ ہوا کے تیز و تند جھونکے عمارتوں سے ٹکرا کر خوفناک شور پیدا کر رہے تھے۔ سب استقبالیہ کمرے سے گزرتے ہوئے چوتھی منزل کے اس بڑے کمرے میں پہونچ گئے جو ان کے بیٹھنے کیلئے مخصوص کیا گیا تھا۔ ہوا کے تیز جھونکوں کے ساتھ پانی کی چادریں برآمدے تک آ رہی تھیں ـــــ بادلوں کی گرج کے ساتھ مسلسل بجلی چمک رہی تھی اور اس کی روشنی میں سمندر کی متلاطم موجیں اس سنگین چہار دیواری سے ٹکراتی ہوئی نظر آ رہی تھیں جو سڑک اور سمندر کے درمیان حد فاصل کے طور پر بنی ہوئی تھی۔

ارملا نے حمراء سے کہا۔ "کیسی طوفانی رات ہے ـــــ کیا یہاں اکثر ایسے طوفان آتے رہتے ہیں۔"

"سال میں دو چار بار تو ایسے طوفان ضرور آتے ہیں۔"

مولانا عبدالسلام نے دونوں لڑکیوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"انسان قدرت سے جنگ کر کے کبھی کامیاب نہیں ہوا ہے۔"

"طوفانوں پر قابو پالینا قدرت سے جنگ نہیں کہا جا سکتا میرے عزیز دوست" حنیف بن ہشام نے مولانا عبدالسلام کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "اگر ہم ان طوفانوں کو بالکل روک دیں تو یقیناً یہ قدرت کے خلاف جنگ ہوگی۔"

حسن بول اٹھا۔ "اٹھارہ سال قبل اسی شہر کے ایک سائنسداں القنطوری نے

ایک قریب ترین جزیرے میں جنگ کے آلات نصب کیے اور جب طوفان آیا تو اس نے جوہری طاقت سے اس کا رخ بدل دیا اور وہ سطح زمین سے دو ہزار فیٹ کی بلندی پر چلا گیا ـــــ اور اس طرح اس سال القنطہ میں کوئی طوفان نہیں آیا ـــــ عوام اس کو قدرت پر سائنس کی فتح سمجھنے لگے ـــــ لیکن ابھی وہ سال ختم بھی نہ ہوا تھا کہ القنطہ اور اس کے مضافات، میں وبائیں پھوٹ پڑیں اور صرف تین دن میں ڈیڑھ لاکھ انسان لقمۂ اجل ہو گئے۔"

"ڈیڑھ لاکھ ـــــ" مولانا عبدالسلام چونک پڑے "الاماں، والحذر۔"

حسن نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "محکمۂ حفظان صحت کی کوششوں سے چوتھے روز ان وبائی امراض پر قابو پایا جا سکا اس کے بعد اطباء اور سائنسدانوں کی ایک مشاورت ہوئی اور ایک تحقیقاتی جماعت مقرر کی گئی۔ اس جماعت نے حالات کا مطالعہ کیا۔ ہر غذا کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ عوام کے بیانات قلمبند ہوئے گزشتہ پچیس سال کا موسمی ریکارڈ دیکھا گیا۔ غرضیکہ دو ماہ تک ہر پہلو پر غور کرنے کے بعد یہ جماعت اس نتیجہ پر پہونچی کہ یہ وبائیں موسمی تغیرات سے پھوٹ پڑیں اگر طوفانوں کا رخ نہ بدلا جاتا تو وباؤں کے جراثیم نہ پیدا ہوتے۔ قدرت کا کوئی کام مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔"

"آپ کا خیال بہت صحیح ہے ـــــ" مولانا عبدالسلام بےساختہ کہہ اُٹھے۔

"یہ میرا خیال نہیں بلکہ ہمارا عقیدہ ہے۔ اب ہم طوفانوں کا زور تو ضرور کم کر دیتے ہیں لیکن ان کو روکتے نہیں ہیں۔"

ایک ثوری طبیب نے حسن کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ بارش، طوفان، سردی

گرمی وغیرہ نہ صرف انسانی صحت و تندرستی بلکہ زرعی پیداوار کے لئے بہت ضروری ہیں جس سال القنطوری نے طوفانوں کا رخ بدلا اس سال ہی القہ کے کوہستانی سلسلہ میں کہیں بھی اچھی فصل نہیں ہوئی۔ خصوصاً ترکاریاں تو بالکل نہیں ہوئیں، اس موسمی تغیر کا مویشیوں پر بھی بُرا اثر پڑا اور قیرانیہ کو مصنوعی دودھ پر اکتفا کرنا پڑا اسلئے کہ اس کوہستانی سلسلہ کا دودھ قیرانیہ کے ہر حصہ میں بھیجا جاتا ہے۔"

باہر گرجدار آواز کے ساتھ بجلی لہرا رہی تھی اور بوچھار کمرے تک پہونچنے لگی تھی۔ سمندر کی لہروں کے شور سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی ایک ملازم نے سمندر کی طرف کھلنے والے سب در اور دریچے بند کر دیے طوفان کی شدت بڑھتی جا رہی تھی۔ سب اٹھ کر کھانے کے کمرے میں آگئے۔

ہوٹل کے ایک نائب نے آکر کہا۔

"سمندری لہریں خطرے کے نشان تک پہونچ رہی ہیں۔"

حنیف بن ہشام نے کہا: "تو پھر کیا کیا جائے ——؟"

نائب کے جواب سے قبل کمرے میں سرخ بتیاں روشن ہو گئیں اور ہر طرف خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں سب کھڑے ہو گئے اور گھبرا کر ادھر ادھر دیکھنے لگے ہوٹل کا مہتمم گھبرایا ہوا آیا اور چیخ کر کہنے لگا۔

"آپ لوگ فوراً عمارت سے باہر نکل جائیں۔ عمارت کے عقبی حصے میں کاریں موجود ہیں۔ جلد آئیے۔ سمندر کی طوفانی لہریں سڑک تک پہونچ چکی ہیں۔"

سب برآمدے کی طرف بھاگے۔ برآمدے میں اس وقت تک دو سو سے زیادہ آدمی جمع ہو چکے تھے۔ کوئی شخص زینے پر کھڑا ہوا کہہ رہا تھا۔

”آپ لوگ اپنے سامان کی فکر نہ کریں۔ کاریں موجود ہیں جلد بیٹھیے ——“

بادلوں کی خوفناک گرج میں اس کی آواز دب گئی۔ مسافر سراسیمگی کی حالت میں ایک دوسرے سے ٹکراتے ہوئے کاروں کی طرف دوڑے۔ سعد نے زمرد کا بازو پکڑ کر آگے بڑھاتے ہوئے چیخ کر اسد سے کہا۔

”حمراء کہاں ہے —— اسے لے لو ——“

ہر شخص چیخ کر اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو بلا رہا تھا۔ اسد نے حمراء کو ایک ستون کی طرف بھاگتے ہوئے دیکھا اور دوڑ کر اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

”ادھر آئیے ——“

حمراء نے گھبرا کر اسد کی طرف دیکھا۔ اس نے اسے کھینچ کر اپنے قریب کر لیا اور سہارا دے کر آگے بڑھایا۔ مسافر بدحواسی کے عالم میں ان کے قریب سے گرتے پڑتے ہوئے گزر رہے تھے۔ حمراء اور اسد دوڑ کر ایک بڑی کار کے قریب پہنچ گئے۔ منوہر سنگھ، ارملا اور فیروزہ کو اس میں بٹھا رہا تھا۔ حمراء اس طرف لپکی اور ٹھیک اسی وقت ایک خوفناک گرج کے ساتھ سب بتیاں گل ہو گئیں۔ بجلی کی چمک میں اسد نے ایک شخص کو حمراء کی طرف جھپٹتے ہوئے دیکھا اس کے بعد ہی حمراء کی چیخ سنائی دی۔

اسد اس کا بازو چھوڑ چکا تھا۔ اس نے پھر تاریکی میں اس کو پکڑنے کی کوشش کی۔ حمراء کی چیخ کے ساتھ ہی لوگ شور کرنے لگے۔ بجلی ایک بار پھر چمکی اور اسی کے ساتھ ایک بار پھر حمراء کی آواز سنائی دی، وہ مدد کے لئے چلا رہی تھی۔ اسد نے

آواز کی طرف دیکھا ایک شخص اس کو اپنے بازوؤں پر لئے ہوئے پھاٹک کی طرف بھاگ رہا تھا۔ اسد اور منوہر سنگھ چیختے ہوئے اس کے پیچھے دوڑے۔

ہوا کے تیز و تند جھونکوں اور بارش کی شدت کی وجہ سے وہ دونوں بھاگنے والے کا تیزی کے ساتھ تعاقب نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود سو گز کے فاصلہ تک دوڑنے کے بعد وہ ان کے قریب پہونچ گئے۔ ہوٹل کے دو محافظ بھی ان کے پیچھے آ رہے تھے۔ حمرا اب تک اس کی گرفت سے آزاد ہونے کی جدوجہد کر رہی تھی۔ بھاگنے والے نے پلٹ کر اسد اور منوہر سنگھ کی طرف دیکھا اور برق سرعت کے ساتھ اپنی کمر سے کچھ نکال کر دونوں کی طرف شست باندھی اور ایک نیلگوں لہر دونوں کے جسموں کو چھوتی ہوئی نکل گئی۔ ہوٹل کے محافظ خوفناک چیخ کے ساتھ گر پڑے۔ لیکن اسد اور منوہر سنگھ دوڑتے ہوئے اس کے قریب پہونچ گئے۔

حمرا نے بظاہر مزاحمت ترک کر دی تھی۔ لبادے میں لپٹے ہوئے شخص نے پھر شست باندھی اور ایک نیلگوں لہر منوہر سنگھ اور اسد کو چھوتی ہوئی نکل گئی اسد نے چیخ کر کہا۔

"خبردار ——"

وہ شخص حمرا کو لئے ہوئے پھاٹک کی طرف بھاگا۔ اسد نے بڑھ کر اسکو پکڑنے کی کوشش کی۔ وہ پھاٹک تک پہونچ چکا تھا۔ پھاٹک کے دوسری طرف سے بوچھار کی صورت میں نیلگوں لہریں آنے لگیں۔ وہ برابر اسد اور منوہر سنگھ کے جسموں سے مس ہوتی ہوئی گزر رہی تھیں لیکن وہ اسی طرح اس شخص کے تعاقب میں تھے منوہر سنگھ نے اس کے قریب پہونچ کر اس پر ہاتھ ڈالا۔

وہ پھاٹک سے باہر نکل چکے تھے۔ سڑک پر سمندر کی خوفناک لہریں سیاہ چادر کی طرح الٹ الٹ کر آ رہی تھیں۔ کسی نے پھاٹک کے پہلو سے نکل کر منوہر سنگھ کو روکنے کی کوشش کی۔ اسد نے غیر معمولی تیزی سے اپنا آٹومیٹک نکال لیا اور مسلسل تین فائر کر دیئے۔ منوہر سنگھ پر جھپٹنے والا اپنی جگہ پر اچھلا اور بل کھا کر سڑک پر بہتے ہوئے پانی میں گر پڑا۔ بجلی کی مسلسل چمک سے ہر چیز نظر آ رہی تھی۔ منوہر سنگھ نے اس شخص کو پکڑ لیا جو حمرا کو بازوؤں پر لئے ہوئے تھا حمرا بے جان لاش کی طرح سڑک پر گر پڑی۔

اسد نے دوڑ کر اس کو اٹھا لیا۔ منوہر سنگھ نے اپنے حریف کو اٹھا کر پٹخ دیا اسد مدافعت کے لئے چاروں طرف فائر کرنے لگا۔ اسے چھ سات آدمی بھاگتے ہوئے نظر آئے وہ اسی طرف آ رہے تھے۔ منوہر سنگھ نے بھی اپنا آٹومیٹک نکال لیا اور اس طرف رخ کر کے فائر کرنا ہی چاہتا تھا کہ اسد چلایا۔

"وہ اپنے آدمی ہیں"

منوہر سنگھ نے بھی ڈاکٹر جمیل، ایرج، نعیم سرکار، جاوید انصاری، سعید، یوسف پرویز اور امتیاز کو پہچان لیا اور فوراً اپنے حریف کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ زمین سے اٹھ چکا تھا۔ منوہر سنگھ اس کی طرف لپکا لیکن وہ بدحواسی کے عالم میں سمندر کی طرف بھاگا۔ منوہر سنگھ نے فائر کر دیا اور وہ گر پڑا۔ اس کے گرتے ہی تین سیاہ پوش چہار دیواری کے قریب سے اٹھ کر سمندر کی طرف بھاگے۔ منوہر سنگھ نے یکے بعد دیگرے تین فائر کئے لیکن وہ دور پہونچ چکے تھے۔

اسد اور منوہر سنگھ کے ساتھی ان کے قریب پہونچ چکے تھے۔ بجلی برابر چمک

رہی تھی اس کی روشنی میں ان سب نے سمندر کی متلاطم لہروں میں ایک لمبی سفید چیز کو جھولا جھولتے ہوئے اور اچھلتے ہوئے دیکھا وہ طوفانی موجوں کو چیرتی ہوئی ساحل سے سمندر کی طرف جا رہی تھی، اسد حمراء کو اپنے ہاتھوں پر اٹھائے ہوئے تھے۔

جمیل نے منوہر سنگھ کے قریب پہونچتے ہی لہروں پر ہچکولے لیتی ہوئی اس چیز کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا چیز ہو سکتی ہے ——؟"

"مجھے تو کشتی معلوم ہوتی ہے۔ تارپیڈو کی طرح ہر طرف سے ڈھکی ہوئی ممکن ہے تحت البحر ہو۔"

اسد نے چیخ کر کہا "اسے پکڑو —— وہ دیکھو اُٹھ رہا ہے۔"

منوہر سنگھ اس شخص کی طرف جھپٹا جو ابھی اس کے فائر سے زخمی ہوا تھا۔ جمیل بھی لپکا۔ زخمی اُٹھا اور پھر گر پڑا۔ منوہر سنگھ اور جمیل نے اسے اٹھایا، اسد حمراء کو اپنے شانوں کا سہارا دے کر بازوؤں پہ لئے ہوئے ہوٹل کی طرف چلا۔ پھاٹک کے قریب مولانا عبدالسلام اور دو ملازم نظر آئے۔ انھوں نے سب کو واپس آتا ہوا دیکھ کر دور ہی سے چلا کر پوچھا۔

"سب خیریت ہے نا ——؟"

"الحمد للہ ——" اسد نے جواب دیا۔

مولانا کے پیچھے ہوٹل کا منیجر۔ اس کے چند نائب اور نصف درجن ملازم اسی طرف آتے ہوئے نظر آئے۔

"ارے یہ کون ——؟" مولانا عبدالسلام پھاٹک کے قریب ہوٹل

کے دونوں محافظوں کی لاشیں دیکھ کر اچھل پڑے۔

اسد، منوہر اور ان کے ساتھی بھی وہاں تک پہونچ چکے تھے۔ ہوٹل کے چند محافظوں نے اپنے ساتھیوں کی لاشوں کو اٹھایا اور سب برآمدے میں واپس آ گئے طوفان کا وہی عالم تھا۔ ہوٹل کی عمارت تاریک تھی۔ منوہر سنگھ نے آوازیں دے کر اپنے ساتھیوں کو برآمدے کے ایک گوشے میں بلایا۔ ہوٹل کے بیشتر مسافر کاروں پر جا چکے تھے۔ اسد حمراء کو اپنے دونوں ہاتھوں پر لٹائے ہوئے تھا۔ سعد نے اسکی نبض دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہ بے ہوش ہو گئی ہیں ـــــ ان کے جسم کو گرمی پہونچائی جائے۔"

مولانا عبدالسلام سب کو ہٹاتے ہوئے آگے بڑھے "آخر یہ کیا ہوا۔ پانچ منٹ میں سب کچھ ہو گیا۔"

ہوٹل کی بتیاں دوبارہ روشن ہو گئیں۔"

"اوہو ـــــ یہ تو بالکل شرابور ہو رہی ہیں۔" مولانا عبدالسلام نے حمراء کو دیکھتے ہوئے کہا۔

منیجر نے قریب ترین کمرہ کھول دیا۔

"ان کو یہاں لٹا دیجئے۔" منیجر کے ایک نائب نے اسد سے کہا۔

میمونہ، زمرد اور ارملا نے حمراء کو سنبھال کر اٹھایا اور کمرے میں صوفے پر لیجا کر لٹا دیا۔ اسد نے منیجر سے کہا۔

"میرے خیال میں طوفان کا زور کم ہوتا جا رہا ہے کیا اب بھی یہ عمارت طوفان کی زد میں ہے ـــــ"

کمرے میں سرخ بتیوں کے بجائے اب زرد اور نیلگوں بتیاں جل اور بجھ رہی تھیں۔

"جی نہیں ــــ" منیجر نے بتیوں کی طرف دیکھ کر کہا "یا تو طوفانوں کا رخ بدل گیا ہے یا اس کا زور کم ہو چکا ہے ــــ"

اسد نے میمونہ اور زمرد سے کہا "ان کو اپنے کمرے میں لے چلو۔"

"طبی امداد کے لئے ضرورت کی ہر چیز موجود ہے۔" منیجر نے اسد سے کہا اور اس کے اشارے پر چند خادماؤں نے حمراء کو اس کے کمرے میں پہونچا دیا۔ زمرد اور رملا نے اس کا بھیگا ہوا لباس اتار کر دوسرا لباس پہنایا۔ سعد اور ایک تفری ڈاکٹر نے حمراء کو دیکھا۔ سعد نے انجکشن کا خیال ظاہر کیا لیکن تفری ڈاکٹر نے انجکشن کے بجائے اس کی پیشانی پر ایک سفید لوشن کی پھریری لگائی اور دائیں کان پر ایک سرخ دوا لگادی۔

"ان کے پاس صرف دو خواتین رہ جائیں ــــ باقی لوگ ہٹ جائیں۔"

سب کمرے سے باہر آگئے۔ زمرد اور رملا حمراء کے پاس رہ گئیں۔ مولانا عبدالسلام ابتک متحیر تھے کہ یہ سب کیا ہوا اور کیونکر ہوا۔ طوفانی ہوائیں کم ہو چکی تھیں لیکن دھواں دھار بارش ہو رہی تھی۔

"مجھے تو یہ سب خواب کی باتیں معلوم ہو رہی ہیں جیسے ہم لوگوں نے کوئی بھیانک اور ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔" انھوں نے سعد سے کہا۔

"واقعی ــــ" اسد نے جواب دیا "یہ سب کچھ اس تیزی کے ساتھ ہوا کہ میں ابتک اس کی نوعیت سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

ہوٹل کے طبی مشیر نے کہا "میرے خیال میں اس واقعہ کی نوعیت پر غور کرنے سے زیادہ یہ ضروری ہے کہ آپ لوگ اپنے اپنے لباس تبدیل کر لیں اور یہ بھیگے کپڑے اتار دیں ——"

"واقعی ہم سب بری طرح نہائے ہوئے ہیں"

اسد اور اس کے ساتھی اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے اور کچھ دیر بعد لباس تبدیل کر کے آ گئے۔ زمرد نے دروازے پر آ کر کہا۔

"حمرا ہوش میں آ چکی ہے لیکن ابھی گھبرائی ہوئی ہے۔ سعد تم آ کر اسے دیکھ سکتے ہو، ڈاکٹر صاحب آپ بھی تشریف لائیے۔"

سعد اور ڈاکٹر کمرے میں چلے گئے۔ اسد نے باہر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اب بارش بھی کم ہو چلی ہے ——"

اس کا جملہ ختم ہوتے ہی زینے کی طرف سے آٹھ دس آدمی دوڑتے ہوئے سامنے آ گئے وہ ارغوانی رنگ کی چست وردیاں پہنے ہوئے تھے۔ منیجر ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"آپ وقت پر آ گئے لیکن ——" اس نے ارضی مہمانوں کی طرف دیکھا۔

"قتل کی واردات ——؟" ایک افسر نے آگے بڑھ کر دریافت کیا۔

"جی ہاں ——" منیجر نے جواب دیا "ہوٹل کے دو محافظوں کو چند نامعلوم افراد نے موت کی نیلگوں برقی لہروں سے کوئلہ کر دیا۔ ان کا بھی ایک آدمی ہلاک اور ایک زخمی ہوا ہے۔ وہ نیچے برآمدے میں ہے۔

اسد نے تفصیل کے ساتھ واقعات بتائے، منوہر سنگھ نے بتایا کہ ان پر

نیلگوں لہریں چھوڑی گئیں لیکن کسی خاص وجہ سے وہ انکے اثر سے محفوظ رہے ۔"

سعد اور ڈاکٹر بھی کمرے سے باہر آ گئے ۔ منیجر نے اسد سے کہا ۔

" یہ پولیس کا طوفانی دستہ ہے ۔ آپ ان سے اس چیز کے متعلق بھی بتا دیجئے جسے آپ نے ساحل سے سمندر کی طرف جاتے ہوئے دیکھا ہے ۔"

پولیس آفیسر پھر اس کی طرف متوجہ ہو گیا ۔ اسد نے اس عجیب و غریب چیز کے متعلق اس کو بتاتے ہوئے کہا ۔

" وہ غالباً تحت البحر یا طوفانی لہروں میں چلنے والی کوئی کشتی تھی ۔"

پولیس آفیسر نے نیچے جا کر زخمی کو دیکھا اس سے چند سوالات کئے ۔ ہوٹل کے محافظوں کے بیانات سنے اور دوبارہ اسد کے پاس آ کر اس سے چند باتیں دریافت کرنے کے بعد حمرا کا بیان قلمبند کیا ۔ وہ اب بالکل ٹھیک تھی اور ایک آرام کرسی پر اس کے تکیہ پر سر ٹکائے نیم دراز تھی ۔ پولیس آفیسر کے جانے کے بعد حمرا نے منیجر سے کہا ۔

" میں ڈاکٹر غوث طماغ سے کچھ باتیں کرنا چاہتی ہوں ۔ آپ ان کو فوراً اطلاع کریں ۔"

" وہ بہت جلد یہاں آ جائیں گے ۔" منیجر نے حمرا کو جواب دیا اور اسد سے کہا ۔

" بارش کم ہوتی جا رہی ہے ۔ طوفان بھی ختم ہو چکا ہے ۔ آپ لوگ کھانے کے کمرے میں تشریف لے چلیں ۔ مجھے انتہائی افسوس ہے کہ ہمارے معزز مہمانوں کو اس وقت ان ناخوشگوار واقعات سے دوچار ہونا پڑا ۔"

رسمی گفتگو کے بعد منیجر چلا گیا ۔ اسد نے حمرا سے دریافت کیا ۔

"اب آپ کا مزاج کیسا ہے۔"

"خدا کا شکر ہے۔ اب بالکل ٹھیک ہوں ——" وہ مسکرائی اور نگاہیں نیچی کر لیں۔

سب نے مقررہ وقت سے ڈیڑھ گھنٹہ بعد کھانا کھایا اور اس کمرے میں آ کر بیٹھ گئے جو ان کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ ہوٹل کے باقی ماندہ مسافر بھی واپس آ چکے تھے۔ ہوٹل کے احاطہ سے حمراء کو زبردستی اٹھائے جانے کی جو کوشش کی گئی تھی اس پر سب کو تعجب تھا۔ مرفونیہ میں اپنی نوعیت کا یہ پہلا واقعہ تھا۔

حمراء ایک صوفے پر بیٹھی ہوئی اسد، سعد اور زمرد سے باتیں کر رہی تھی، وہ اس وقت بھی قدرے متوحش نظر آ رہی تھی، دروازے کا پردہ ہلا اور ایک معمر شخص نظر آیا۔

"اوہ۔ آپ آ گئے ——" حمراء نے تعظیماً اٹھتے ہوئے کہا۔

زمرد نے اسے سہارا دیا۔ اسد اور سعد بھی کھڑے ہو گئے۔

"السلام علیکم ——"

"وعلیکم السلام ——" کہتے ہوئے اسد نے ڈاکٹر غوث طماغ کو پہچانکر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا۔

ڈاکٹر غوث نے اسد کے پاس حمراء کے مقابل ایک دوسرے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اس وقت یہاں جو کچھ ہوا ہے اسے سن کر مجھے تعجب بھی ہوا اور افسوس بھی۔"

اس نے تفصیل کے ساتھ کل واقعات بیان کر دیے، ابھی تک خود حمراء کو بھی

نہیں معلوم تھا کہ اسد نے کس طرح اس کو بچایا۔ وہ پھاٹک کے اندر ہی بیہوش ہو چکی تھی۔ اسد کی دلیری اور جراءت پر اس کی آنکھیں چمکنے لگیں اور اس نے اسے متشکرانہ نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اسد صاحب! آپ کو خدا نے بچایا۔ ورنہ موت کی نیلگوں لہروں سے انسان بچ ہی نہیں سکتا ہے۔"

اسد سے قبل ڈاکٹر غوث بول اٹھے "حمرا! تم نے اس شخص کو بھی پہچانا جو تم کو اٹھا کر بھاگا تھا ——؟"

"جی ہاں —— وہ زیاد بن عامر کا ملازم نیزاں تھا۔"

"وہ زخمی ہو چکا ہے اور پولیس اپنے ساتھ لے گئی ہے۔" ڈاکٹر غوث نے اسے اطمینان دلایا۔

اس نے پوچھا "—— اور وہ کشتی جس کا اسد صاحب نے ابھی تذکرہ کیا ہے ——؟

"وہ یقیناً زیاد کی کشتی تھی۔ وہ آج ساحل سے قریب کسی جزیرے میں چلا گیا ہے۔ اس وقت جو طوفان آیا تھا وہ یہاں سے بیس میل کے فاصلہ پر اس قدر تیز و تند اور خوفناک نہیں تھا۔ اس کو زیاد نے برقی لہروں سے خوفناک بنایا اور ہوٹل کی عمارت کو طوفان کی زد میں لا کر تم کو زبردستی اٹھا لے جانے کی کوشش کی لیکن اسد صاحب کی جراءت نے اسے اس کے ارادوں میں کامیاب نہ ہونے دیا۔ اس نے ان پہ موت کی نیلگوں برقی لہریں بھی استعمال کیں، لیکن خدا نے ان کو اور انکے دوست کو بچا لیا۔ اسے معجزہ ہی کہا جا سکتا ہے۔" ڈاکٹر غوث ایک ساعت

کے لئے خاموش ہوئے اور پھر اسد کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ ــــ کیا میں آپ کا وہ لباس دیکھ سکتا ہوں جو آپ اس وقت پہنے ہوئے تھے۔"

اسد نے اپنے کمرے سے اپنا بھیگا ہوا سوٹ لاکر دکھایا۔

"یہ کشمیری اون کی سنولی سرج ہے۔ منوہر سنگھ بھی اسی سرج کا سوٹ پہنے ہوئے تھے۔"

ڈاکٹر غوث نے سوٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور اسد سے کہا۔

کیا میں اسے چند گھنٹوں کے لئے لے جا سکتا ہوں۔؟"

"ضرور ــــ اگر آپ فرمائیں تو ڈاکٹر منوہر سنگھ کا سوٹ بھی منگوا دیا جائے۔"

"جی نہیں۔ بس یہی ایک لباس کافی ہے۔" اس اون میں یقیناً ایسی برقی لہریں موجود ہیں جو ان خوفناک نیلی لہروں کو بے اثر کر دیتی ہیں۔ اچھا اب مجھے اجازت دیجئے۔"

ڈاکٹر غوث کھڑے ہو گئے۔

حمرا، زمرد، اسد اور سعد بھی کھڑے ہو گئے۔ حمرا نے کہا۔

"آپ کو بہت زحمت ہوئی۔ میری وجہ سے آپ کے آرام میں خلل پڑا۔"

"آج آرام کرنے کا وقت نہیں ملے گا۔" ڈاکٹر غوث نے کہا۔ "زیاد اگر یہاں سے براہ راست ساسون کے کسی بندرگاہ کی طرف جائے گا تو قریب ترین بندرگاہ تک پہونچنے کے لئے اس کو تین گھنٹے چاہئیں اور میرے آلہ کی برقی لہریں اس وقت تک ان بحری اور فضائی راستوں کو ہوائیوں، اڑن طشتریوں جہازوں اور آبدوز کشتیوں کے لئے ناقابل گزر بنا چکی ہوں گی، اچھا خدا حافظ۔"

(۲۳)

اسد فجر کی نماز کے لئے چار بجے اٹھا۔ اس وقت اس کی خوابگاہ کا درجہ حرارت وہی تھا جو شمالی ہند میں ستمبر کی راتوں کا ہوتا ہے۔ اس نے اپنی خوابگاہ ہی میں نماز ادا کی اور پونے پانچ بجے خوابگاہ سے نکل کر دوسرے کمرے میں آیا۔ وہ اپنی رات کی کامیابی پر بہت مسرور تھا اور اسی رو میں گنگنانے لگا۔

"السلام علیکم اسد صاحب! ——" کمرے کے ایک گوشے سے حمراء کی آواز آئی۔

اسد نے چونک کر اس طرف دیکھا کمرے کا دروازہ بند تھا۔ وہ ٹہلتا ہوا بین الاقوامی آلہ نشر الصوت کے پاس پہونچا۔

"کیا آپ ابھی بیدار ہوئی ہیں؟"

"جی نہیں ——" حمراء نے اپنے کمرے سے جواب دیا۔ "ساڑھے تین بجے قیرانیہ سے میری سہیلی سلمیٰ نے مجھ سے سلسلہ ملا کر گفتگو کی اسوقت سے مجھے نیند ہی نہیں آئی"

"کوئی خاص خبر تھی —— ؟" اسد نے دریافت کیا۔

"جی ہاں —— بہت خاص خبر ——" حمراء نے جواب دیا۔ "ساسوان، انیول اور مختار کے بحری اور فضائی راستے ناریتیوں کے لئے مسدود کر دئے گئے ہیں"

"کیا آپ نماز ادا کر چکی ہیں ——" اسد درمیان میں بول اٹھا۔

"جی ہاں ——"

"اگر زحمت نہ ہو تو نشست گاہ میں آجائیے۔"

"میں ابھی آئی ——"

اسد اپنے کمرے سے نکلا حمراء ابھی اپنے کمرے کے دروازے پر نظر آئی۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرائی اس وقت اس کا چہرہ گلاب کے نوشگفتہ پھول کی طرح کھلا ہوا تھا اور آنکھوں میں مسرت جھلک رہی تھی۔ اسد اس کے قریب پہنچ گیا۔

"تو گویا آپ رات کو بہت کم سوئیں ——"

"چار گھنٹے گہری نیند سوئی ——"

دونوں باتیں کرتے ہوئے نشست گاہ میں پہنچ گئے۔ ہوٹل کا ایک ملازم آتشدان کے گلدان میں پھول لگا رہا تھا ....

دونوں سمندر کے رخ پر کھلنے والے ایک دریچے کے پاس بیٹھ گئے۔ دور کی چیزیں بھی صاف اور واضح نظر آنے لگی تھیں۔ سمندر کی لہریں چہار دیواری سے ٹکرا رہی تھیں

"کتنا اچھا سماں ہے ——" حمراء نے بغیر کسی ارادے کے کہا۔

اسد نے پوچھا "کیا ڈاکٹر غیاث نے ناریتیوں کے بحری اور فضائی راستے مسدود کر دیے ہیں۔؟"

"جی ہاں —— سلمیٰ نے مجھ سے بتایا ہے کہ آفتاب طلوع ہونے سے قبل ہی ہمارا فضائی بیڑہ ساحل، ایٹون اور بختیار کی فضاؤں میں منڈلانے لگے گا۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ —— یعنی ——" اسد کچھ کہنا چاہتا تھا کہ حمراء بول اٹھی۔

"جی ہاں۔ امیر الامراء نے ناریتیوں کو آٹھ بجے تک کا وقت دیا ہے زیاد

نے ناریتیوں کے صدر اور وزراء کو جو خطوط لکھے تھے اور ان کے جو جوابات آئے وہ ہمارے قبضہ میں آچکے ہیں اگر امیر الامراء ان کے جواب سے مطمئن نہ ہوئے تو آٹھ بجے کے بعد سے ہماری فوجیں ساسوں، ایئون اور بخیتار کے شہروں میں اُترنا شروع ہو جائیں گی ——"

"—— اور ناریتی ——"

اسد کا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی حمراء بول اٹھی۔

مناریتیوں نے زیاد ابن عامر کی شہ پر یہ رویہ اختیار کیا تھا۔ ان کو یقین تھا کہ اگر وہ ان کے ساتھ ہو گیا تو وہ چند گھنٹوں میں قیرانیہ پر قابض ہو جائیں گے لیکن —— لیکن وہ غریب اس وقت یہاں سے دس میل کے فاصلہ پر ایک جزیرہ میں پناہ گزیں ہے اور فرار ہونے کی راہیں تلاش کر رہا ہے"۔

حمراء کی آنکھیں وفورِ مسرت سے اور زیادہ روشن ہو گئیں اور دانت موتیوں کی طرح چمکنے لگے۔

دروازے پر مولانا عبد السلام اور حنیف بن ہشام نظر آئے۔ ان کو دیکھتے ہی حمراء اور اسد تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ مولانا عبد السلام بھی بہت خوش نظر آرہے تھے اسد اور حمراء کے سلام کا جواب دیتے ہوئے وہ دونوں اندر آگئے۔

حمراء نے دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "آپ لوگوں کو شاید معلوم ہو چکا ہوگا کہ آٹھ بجے کے بعد ہماری فضائی فوجیں ساسوں، ایئون اور بخیتار پر تاخت شروع کر دیں گی ——"

مولانا عبد السلام نے اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا "ہاں ابھی شیخ حنیف

نے بتایا ہے کہ چھ بجے مرفونیہ کا ایک فضائی بیڑا ناریتیوں کے ممالک محروسہ کی طرف پرواز کرے گا۔"

شیخ حنیف بن ہشام نے حمراد سے دریافت کیا "تم کو کیسے معلوم ہوا۔؟"

"سلمیٰ نے ساڑھے تین بجے مجھ سے سلسلہ ملا دیا تھا۔ وہ اب قیرانیہ سے روانہ ہونے والی ہوگی یا روانہ ہو چکی ہوگی اور بہت ممکن ہے کہ وہ مجھ سے ملتی ہوئی جائے۔"

"اعلان جنگ کے علاوہ ہمارے لئے اور کوئی صورت نہیں رہ گئی تھی۔"

شیخ حنیف نے مولانا عبدالسلام اور اسد کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "ناریتی ہمارے ہی سائنسدانوں کے بھروسے پر ہم کو شکست دینے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ گزشتہ سال بھی انھوں نے سرحدوں پر چھیڑ چھاڑ شروع کی تھی لیکن امیرالامراء نے ان کو معاف کر دیا اور ان سے تاوان بھی نہیں لیا۔ وہ آخری موقعہ تھا اب یہ صورت حال زیادہ عرصہ تک نہیں برداشت کی جا سکتی ہے۔ وہ انسانیت سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔"

حمراد نے کہا۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں اس مہم میں کوئی حصہ نہیں لے سکتی۔ اس لئے کہ اب وقت نہیں رہ گیا ہے۔"

"آپ ایک گھنٹہ میں قیرانیہ پہونچ سکتی ہیں ــــ" اسد نے اپنا خیال ظاہر کیا

"جی نہیں ــــ" اس نے جواب دیا۔ "ڈاکٹر غوث نے برقی لہریں فضاء میں منتشر کر دی ہیں۔ اب صرف ساسوں کی طرف ہمارے طیارے ہوائیاں اور اڑن طشتریاں پرواز تو کر سکتی ہیں لیکن ــــ میرا مطلب یہ ہے کہ ساسوں، ایون اور بختیار جنوب و مشرق میں ہیں اسلئے ہم اس سمت تو ضرور پرواز کر سکتے ہیں لیکن اس طرف

یا کسی اور سمت سے اس طرف نہیں آ سکتے ہیں۔"

"یعنی ناریتیوں کے طیارے اور ہوائیاں کسی سمت سے بھی مرفونیہ پر پرواز نہیں کر سکتی ہیں۔"

"جی ہاں — اب وہ ادھر کا رخ بھی نہیں کر سکتی ہیں۔"

"— اور اگر کسی ضرورت سے مرفونیہ کے فضائی بیڑے کا کوئی طیارہ قیرانہ آنا چاہے —"

"دو ماہ قبل جو تجربہ ہوا تھا اس میں ایسے بیس طیارے استعمال کئے گئے تھے جو ان لہروں میں بھی ہر سمت پرواز کر سکتے تھے، ان میں خاص قسم کے برقی آلات لگائے تھے ان سے پیدا ہونے والی لہریں ان لہروں کا اثر زائل کر دیتی ہیں۔"

میمونہ اور ارملا قہقہہ لگاتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئیں۔ ان کے بعد ہی سعید، زمرد، ڈاکٹر ایرج، جمیل اور منوہر سنگھ اور باقی افراد بھی آ گئے۔ کچھ دیر بعد سب نے ملحقہ کمرے میں ناشتہ کیا اور پھر اسی کمرے میں آ کر بیٹھ گئے۔ صبح کی سپیدی میں نارنجی جھلک آ چلی تھی۔ حنیف بن ہشام نے حمراو سے کہا۔

"منیجر سے کہہ کر اس کمرے میں ایک ٹیلی ویژن منگالو۔ اگر ناریتیوں نے آٹھ بجے تک معقول جواب نہ دیا تو ہماری فوجیں اپنا کام شروع کر دیں گی اور اہم واقعات کی تفصیل اور مناظر کا عکس ضرور نشر کیا جائے گا —"

حمراو جانے کے لئے اٹھی ہی تھی کہ کمرے کے دروازے پر منیجر کے ساتھ ایک حسین و جمیل نوجوان لڑکی نظر آئی، وہ مرفونیہ کے فضائی افسروں کی طرح کا نیلا چست لباس پہنے ہوئے تھی۔

"— اوہ — سلمیٰ — میری پیاری —" حمراء اس کو دیکھتے ہی اس کی طرف لپکی۔

"حمراء —" کہتی ہوئی وہ بھی بڑھی اور دونوں بغلگیر ہو گئیں۔ سب ان دونوں کی طرف متوجہ ہو گئے۔ حمراء اسی طرح سلمیٰ کی کمر میں ہاتھ ڈالے ہوئے اسے اپنی جگہ پر لائی۔ اسد اور اس کی جماعت کے اراکین کے لئے سلمیٰ اجنبی نہ تھی وہ کرۂ ارض پر بھی اس کا عکس دیکھ چکے تھے اور اس کی آواز سن چکے تھے۔ وہ بھی قرانیہ میں سب سے متعارف ہو چکی تھی اس نے حمراء کے پاس بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں صرف دس منٹ بیٹھوں گی۔ وقت کم ہے۔ آٹھ بجے سے فوجیں اپنا کام شروع کر دیں گی۔"

"نارتی بھی غالباً پوری تیاریاں کر چکے ہیں" اسد نے سلمیٰ سے کہا۔

"وہ مدتوں سے جنگی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ لیکن بہرحال ہماری ایجادات ان کی قوت کو توڑ دیں گی۔ وہ مرفونیہ کو صرف اسی حالت میں نقصان پہنچا سکتے ہیں جبکہ ان کا فضائی بیڑا ہماری سرحدوں کو عبور کر لے۔ وہ یہی کوشش کرینگے اگر انھوں نے برقی لہروں کے جال کو توڑ دیا تو دوپہر تک وہ قیرانیہ پر قابض ہو جائینگے ورنہ سہ پہر تک ساسون، انیون اور نجتار پر مرفونیوں کی حکومت ہوگی۔"

مولانا عبدالسلام نے کہا "واللہ مجھے تو یہ سب قصہ کہانیوں کی باتیں معلوم ہو رہی ہیں۔ اب دیکھئے نا کہ کل تک کسی کو وہم و گمان بھی نہ تھا کہ آج یہ صورت حال ہو گی قوموں کی قسمتیں بدل جائیں گی ملکوں کا نظام بدل جائے گا لیکن آج یہی سب کچھ ہونے والا ہے۔"

حمراء نے سلمیٰ سے کہا "مجھے کل سے اب تک کے واقعات کا خلاصہ بتا دو"

"کل گیارہ بجے جنگی مجلس اعلیٰ کی اہم مشاورت ہوئی اور امیر الامراء کے فیصلہ پر غور کیا گیا۔ اسی وقت نقشۂ جنگ بنایا گیا۔ لائحۂ عمل مرتب ہوا۔ احکامات جاری کئے گئے اور چار بجے تک جملہ انتظامات مکمل ہو گئے۔ میں مرکزی حکومت کے محکمہ نشریات کی طرف سے معین کی حیثیت سے جا رہی ہوں"

حمراء نے حسرت آمیز لہجہ میں کہا "میں عرصہ سے اسی دن کی منتظر تھی۔ ابو نے انتقال سے دو ماہ قبل کہا تھا کہ ناراتیوں کو ایک دن منہ کی کھانی پڑے گی اور ہم ان کو انسانیت کا سبق دیں گے"

"اگر تمہارا انتخاب میزبانوں میں نہ ہو چکا ہوتا تو یقیناً آج تم بھی جاتیں۔ خیر تم نہ سہی میں تو جا رہی ہوں ـــــ"

سلمیٰ نے اٹھنے کا ارادہ کیا۔ حمراء نے کہا تم ابھی پانچ منٹ اور بیٹھ سکتی ہو"

"ہاں ـــــ لیکن اب مجھے بیٹھنے کے لئے نہ مجبور کرو۔ تم اس کمرے میں ٹیلی ویژن منگا لو ـــــ ہم سب سے پہلے زبو کو گرفتار کریں گے" سلمیٰ نے اٹھتے ہوئے کہا "میں نے کل اس کے وہ خطوط دیکھے ہیں جو اس نے ناریتوں کے جنگی دیوتا کو لکھے تھے۔ اس نے اس کو یقین دلایا تھا کہ وہ طوفان باد و باراں سے مرفونیہ کے سلسلۂ رسل و رسائل کو تباہ کر دے گا اور ناریتی چند گھنٹوں میں قرانیہ پر قابض ہو جائیں گے"

حمراء نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا "وہ شیطان مجسم ہے۔ اس نے یقیناً فطرت کا کوئی ایسا راز معلوم کر لیا ہے جس سے طوفان باد و باراں کو تیز تر کر سکتا ہے"

لیکن ڈاکٹر غوث بھی اپنی کوششوں میں کامیاب رہے ہیں ——“

”اچھا مجھکو اجازت دو —“ سلمیٰ نے حمراء کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور سب کو خدا حافظ کہتی ہوئی چلی گئی۔ چند منٹ بعد مہتمم نے کمرے میں ایک بڑا ٹیلی وژن لگا دیا۔ حمراء نے اس کے تاروں کا سلسلہ ملا کر دیکھا اور سب اس کے گرد بیٹھ گئے۔

حسن نے اسد سے کہا ”اگر واقعی ناریتیوں نے ہمارے برقی جال کو بے اثر کر دیا تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کرۂ تفر میں کیا ہوگا ——؟“

”حق کی فتح ہوتی ہے۔“ مولانا عبدالسلام نے قرارت کے ساتھ کہا ”خدا اسی کو کامیابی عطا فرماتا ہے جو اس پر بھروسہ کرتے ہیں۔“

ہوٹل کا ایک نائب ایک خط لایا اور حمراء کو دے کر چلا گیا۔ اس نے خط کھول کر پڑھا اور اسد کو مسکراتی ہوئی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

”ڈاکٹر غوث نے آپ کے لباس پر تجربہ کر لیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اس اون کے باریک ترین ریشوں میں ایسی برقی طاقت موجود ہے جو موت کی لہروں کو بے اثر کر دیتی ہے۔ کرہ ثفر کے کسی حصہ میں ایسا اون نہیں پایا جاتا ہے۔ ان کا یہ بھی خیال ہے کہ یہ اون کسی ایسے جانور کے بالوں سے تیار کیا گیا ہے جو یخ بستہ پہاڑیوں اور وادیوں میں رہتے ہیں۔“

اسد نے کہا ”کشمیر کے شمالی حصہ میں ایسی بیشتر وادیاں ہیں جہاں ہمیشہ برف جمی رہتی ہے اور بادل ان یخ بستہ چوٹیوں سے ٹکرا کر برقی لہروں کو برہم کرتے رہتے ہیں۔“

”۔۔۔ اور قدرت ان کو ان خوفناک برقی لہروں سے بچاتی رہتی ہے۔“

حمراء نے اس کا جملہ مکمل کر دیا۔

حنیف بن ہشام نے کہا۔ ”جب ہم اس کی قدرت پر غور کرتے ہیں تو ہم کو اپنی ترقی ہیچ معلوم ہوتی ہے۔“

ٹیلی ویژن کے ایک سوراخ میں زرد روشنی نظر آئی۔ حمراء ایک کرسی کھینچ کر اس کے قریب بیٹھ گئی اور اس کا ایک لٹو گھمایا۔ اور سوئچ دبا کر دوسرے لٹو کو آہستہ آہستہ گھمانے لگی۔ یہ ٹیلی ویژن ایاز کے جدید ٹیلی ویژن سے مشابہ تھا لیکن اسمیں صرف دو لٹو ہی تھے۔

معمولی سنسناہٹ کے بعد بتدریج آوازیں تیز ہونے لگیں اور پردہ سیمیں پر رنگین غبار اور مختلف رنگوں کی آڑی ترچھی لکیریں ابھرنے لگیں۔ سب کی نگاہیں ٹیلی ویژن کے پردہ پر جمی ہوئی تھیں، حمراء نے ہوٹل کے ایک نائب کو بلا کر آہستہ سے کچھ کہا اور چند منٹ بعد دو ملازموں نے ٹیلی ویژن کے پیچھے ایک اسٹینڈ پر ایک بڑا سفید پردہ لگا دیا۔ حمراء نے ٹیلی ویژن کے عقبی حصہ کو کھول کر کچھ درست کیا اور ملازم کو اشارہ کیا اس نے نشست گاہ کے دروازے دریچے بند کر دیے اور کمرہ تاریک ہو گیا۔ حمراء نے پہلے لٹو کو گھمایا اور اسٹینڈ کے پردہ پر بھی رنگین خطوط نظر آنے لگے ”بیک وقت پچیس تیس آدمی ایک ٹیلی ویژن پر مناظر نہیں دیکھ سکتے ہیں اسلئے ایسی حالت میں یہ فاضل پردہ استعمال کیا جاتا ہے۔“

وہ کچھ اور کہنا چاہتی تھی لیکن ٹیلی ویژن کی گھڑگھڑاہٹ نے اس کو اپنی طرف متوجہ کر لیا حمراء لٹو کو جلد جلد گھمانے لگی اور ایک ہلکا نغمہ کبھی کم اور کبھی تیز ہونے لگا۔

کسی نے کہا۔ "یہ نشریات کا اشارہ ہے۔"

پردہ پر رنگین خطوط ایک کمرے کے منظر میں تبدیل ہونے لگے اور چند ثانیہ بعد سلمیٰ نظر آئی وہ ایک چوکور دریچے کے پاس کھڑی ہوئی تھی اور اس وقت صرف اس کا چہرہ اور دونوں شانے نظر آ رہے تھے۔ اس نے اپنی گردن کو گھمایا اور پردۂ سیمیں کی طرف دیکھنے والا ہر شخص یہ سمجھا کہ وہ اسی کو دیکھ رہی ہے، اس کے لبوں پر مسکراہٹ تھی۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ـــ" سلمیٰ کی صاف اور سریلی آواز کمرے میں گونجی۔

"وعلیکم السلام ـــ" سب نے ایک ساتھ جواب دیا۔

"توحید کے پرستارو! آج وہ دن آپہنچا جسے ہم مدتوں سے ٹالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ زیاد بن ابی عامر نے کرۂ کفر کے تخریبی عناصر سے ساز باز کر کے مرفونیہ کے خرمن امن پر بجلی گرانے کی کوشش کی۔ اس نے ملک اور قوم سے غداری کی۔ اس نے انسانیت سے بغاوت کی اور قانون کی زد سے نکلنے کیلئے اس کو توڑا۔

سب کی نگاہیں پردۂ سیمیں پر جمی ہوئی تھیں اور کان اس کی آواز پر لگے ہوئے تھے۔ اس نے ایک ساعت توقف کے بعد کہا۔

"ـــ زیاد بن عامر اسوقت جزیرہ سقاریہ میں ہے۔ وہ مرفونیہ کی حدود سے نکل بھاگنا چاہتا ہے۔ اس نے خود کو قانون کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا ہے اسے یقین ہے کہ اس کی ایجادات اور اختراعات اسے بچالیں گی۔" مرفونیہ کی فضائی طاقت کے چوتھے بیڑے کے آٹھ طیارے۔ دو ہوائیاں اور ایک

اڑن طشتری جزیرہ سقاریہ پر منڈلا رہی ہے۔“

پردہ سیمیں پر ایک قطار میں آٹھ طیارے اڑتے ہوئے نظر آئے۔ وہ بادلوں کے اندر سے گزر رہے تھے۔ سگار کی شکل کا ایک چمکتا ہوا راکٹ بادلوں کو چیرتا ہوا نکلا اور طیاروں کے اوپر سے گذر گیا۔ اس کے بعد ایک اڑن طشتری نظر آئی۔

”—— اور یہ ہے جزیرہ سقاریہ —— دو ہزار فیٹ کی بلندی سے۔“

سلمیٰ کی آواز سنائی دی اور منظر بدل گیا۔ جزیرہ سقاریہ سرمئی چادر پر سبزی مائل سیاہ دھبہ نظر آ رہا تھا۔ یکایک اس کی جسامت بڑھنے لگی۔“

”سقاریہ کی پہاڑیاں اور ایک چھوٹا دریا —— سفید کپڑے کی دھجی کی طرح نظر آ رہا ہے ——“

سلمیٰ کے خاموش ہوتے ہی جزیرے کی پہاڑیاں نظر آنے لگیں۔ طیارے پر پرواز کر رہے تھے۔ سلمیٰ تھوڑے وقفہ کے بعد کہہ رہی تھی۔

”—— اور انھیں پہاڑیوں کے دامن میں زیاد اور اس کے چھ ساتھی چھپے ہوئے ہیں اگر دو منٹ کے اندر انھوں نے سفید جھنڈیاں ہلا کر سپر نہ ڈال دی تو یہ سرسبز اور شاداب گھاٹیاں ہر جاندار جسم میں ناقابل برداشت کھجلی پیدا کرنے والی برقی لہروں سے بھر جائیں گی —— وہ دیکھئے زیاد نے زندگی پر موت کو ترجیح دیکر شعاعوں کی جنگ شروع کر دی ——“

ایک پہاڑی سے سرخ اور نیلگوں شعلے لہروں کی صورت میں فضا میں بلند ہونے لگے۔ سب پردہ پر نگاہیں جمائے ہوئے تھے۔ ہر ایک کے چہرے سے خوف و ہراس ظاہر ہو رہا تھا۔ فضا میں تیرتا ہوا ایک طیارہ ان شعاعوں کی رو میں آیا ادھر

قلابازی کھاکر زمین کی طرف چلا لیکن فوراً سنبھل کر سیدھا ہوا اس میں سے ایک تیز شعلہ خارج ہوا اور ایک پہاڑی آتش فشاں پہاڑ کی طرح پھٹ کر آگ اُٹھنے لگی مطلع تیرہ و تار ہو گیا۔ ——

ایک دوسری پہاڑی کے دامن سے دھواں اٹھتا ہوا معلوم ہوا اور اس تیزی کے ساتھ پھیلنے لگا کہ چند سکنڈ میں پورا جزیرہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ سلمیٰ ٹیلی وژن پر کہہ رہی تھی۔

" —— اور یہ دھوئیں کی سیاہ چادر —— طوفانی بادل ہیں۔ زیادہ ان کو فضا میں بلند کر کے طیاروں کو سطح زمین سے دور رکھنا چاہتا ہے تاکہ وہ ساحل تک پہونچ سکے ——"

بادل تیزی کے ساتھ اوپر کی طرف اڑ رہے تھے طیارے ایک سمت کو چلے اور ان کی جگہ راکٹ پہونچ گیا۔ راکٹ کی دم سے ایک چمکدار روشنی نکلی، بادلوں میں بجلیاں کوندنے لگیں۔ سلمیٰ نے کہا۔

" ہمارے راکٹ سے ایسی لہریں نکلی ہیں جو ان بادلوں کو فضا میں تحلیل کر دینگی —— اور یہ دیکھئے سطح سمندر —— ہماری برق رفتار آبدوز کشتیاں پانی کی سطح سے نیچے تیر رہی ہیں مشاہدین کے مناروں کا بالائی حصہ سطح سمندر سے اوپر تیرتے ہوئے کچھوؤں کی طرح نظر آ رہا ہے —— یہ زیاد کو دیکھتے ہی شارک کی طرح اس پر اور اس کے ساتھیوں پر جھپٹ پڑیں گے۔"

سطح سمندر پر کچھوؤں کی طرح کچھ چیزیں جا بجا تیرتی ہوئی نظر آئیں۔ طیارے سطح آب پر ابابیلوں کی طرح جھپٹ رہے تھے وہ سطح کو چھوتے ہوئے بلند

ہو جاتے تھے۔

" زیاد اور اس کے ساتھی ساحل کی طرف آ رہے ہیں وہ برقی لہروں کی حفاظت میں چل رہے ہیں لیکن ساحل کے قریب یہ لہریں بے اثر ہو جائیں گی۔"

ساحل سے کچھ فاصلہ پر چٹانوں کے درمیاں ٹینک کی قسم کی ایک گاڑی ناہموار راستے پر لڑھکتی ہوئی نظر آئی۔ ایک چٹان کے قریب سطح آب پر المونیم کے رنگ کی تارپیڈو سے مشابہ ایک کشتی پڑی ہوئی ہچکولے کھا رہی تھی۔

" ـــــ غالباً زیاد اور اس کے ساتھی اس دبابہ میں آ رہے ہیں" سلمیٰ نے پھر سمجھانا شروع کیا۔ "ان کو یقین ہے کہ وہ اپنی کشتی تک پہونچ جائیں گے اور اس پر بیٹھکر نکل جائیں گے اور واقعی ڈاکٹر غوث کے بچھائے ہوئے برقی جال کو توڑ کر نکل جاتے لیکن ان کو اس کا علم نہیں ہے کہ آٹھ آبدوزوں کے سولہ شاہدین کی بتیس آنکھیں سطح آب سے ان کی نقل و حرکت دیکھ رہی ہیں زیاد کو یقین ہے کہ اسنے سمندروں میں جو برقی لہریں منتشر کردی ہیں وہ مرفونیہ کی آبدوزوں کو جزیرہ شعاریہ کے ساحل تک نہ پہونچنے دیں گی ـــــ لیکن ڈاکٹر غوث نے ان کو بے ضرر کردیا ہے ـــــ ڈاکٹر غوث زندہ باد ـــــ دولت مرفونیہ پائندہ باد۔"

دبابہ ساحل کے قریب ایک چٹان کی آڑ میں آکر ٹھہرا۔ زیاد آزادی کے ساتھ اترا اس کے ساتھ اس کے پانچ رفقار کار تھے۔ وہ کشتی کی طرف چلا ہی تھا کہ سب کے ہاتھ اوپر کی طرف اٹھ گئے اور وہ جہاں پر تھے وہیں پر رہ گئے۔ ایک آبدوز سطح آب پر آگئی اور ساحل کی طرف بڑھی۔

" ایک آبدوز سے خارج ہونے والی لہروں نے زیاد اور اس کے ساتھیوں کو

بے دست و پا کر دیا۔ انسانیت سے غداری کرنے والوں کا ہمیشہ یہی انجام ہوا ہے۔ جو بھی فخرِ کائنات کے بتائے ہوئے راستہ کو چھوڑ کر دوسری راہ فرار اختیار کرے گا وہ ذلیل و خوار ہوگا۔"

پردہ پر منظر بدل چکا تھا۔ مرقونیہ کی بحری فوج کے چند افسر زیاد اور اس کے ساتھیوں کو اپنے حلقے میں لئے ہوئے ساحل کی طرف آ رہے تھے۔

"زیاد بد نہاد گرفتار ہو گیا ——— حق کے پرستاروں کی پہلی فتح ——— اب ڈیڑھ گھنٹہ بعد یہ سلسلہ دوبارہ شروع کیا جائے گا ——— خدا حافظ ———"

پردہ پر سلمیٰ کا چہرہ نظر آیا اور قومی ترانہ کی دھن بتدریج ہلکی ہو کر غائب ہو گئی۔ کمرے کے دریچے کھول کر پردے کھینچ دیے گئے اور سب آپس میں زیاد بن عامر کے متعلق باتیں کرنے لگے۔ حمراء نے کہا۔

"امیر الامراء اس کو موت کی سزا دیں گے دماغی ماہر اطباء نے اس کی پہلی ہی غلطی پر کہہ دیا کہ اس کے دماغ کے شرائین عام انسانوں کے شرائین سے زیادہ چوڑے ہو گئے ہیں وہ آپریشن سے بھی نہیں ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ اس کی اصلاح ناممکن ہے۔"

زمرد کھڑی ہو گئی۔ اس نے حمراء کو بھی اپنے ساتھ اٹھایا سعد نے اسد کے شانے پر ہاتھ رکھ دیا اور وہ دونوں بھی ان کے ساتھ باہر چلے گئے حنیف بن ہشام نے مولانا عبد السلام سے کہا۔

"حمراء اسد سے بہت زیادہ متاثر نظر آ رہی تھی۔

"اسد صاحب نے دراصل ٹیلی ویژن پر حمراء کا عکس دیکھ کر تفرآنے کا فیصلہ کیا"

"ہونے والی بات ہو کر رہتی ہے۔" حنیف نے کہا۔ "غیب کا علم تو صرف

خدا ہی کو ہے لیکن ہمارے بزرگوں نے جو کچھ کہا تھا وہ صحیح ثابت ہو رہا ہے حضرت عثمان القادر نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں کہا تھا کہ ایک روز کرۂ ارض سے کچھ لوگ آئیں گے اور منقطع رشتوں کی تجدید ہوگی۔ وہی ہو رہا ہے۔ سعد کے جد اعلیٰ المتقی حضرت ابو الصلت علیہ الرحمۃ کے دادا تھے اور حمراء —— میرے کانوں میں اس کے باپ کے کہے ہوئے جملے ابتک گونج رہے ہیں راذیق میرے عزیز ترین دوستوں میں سے ایک تھے وہ حمراء کے بچپن ہی میں اس کو دیکھ کر کہا کرتے تھے کہ اس کی تخلیق کسی دوسری دنیا کے لئے ہوئی ہے ——"

حسن نے آگے جھک کر پر جوش لہجہ میں کہا "میں نے حمراء کو بارہا یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ اس کو کرۂ ارض سے بچپن ہی سے دلچسپی رہی ہے"

حنیف بن ہشام نے حسن کی تائید میں سر ہلاتے ہوئے کہا "سن شعور کو پہنچنے کے بعد اس نے میری موجودگی میں اپنی والدہ سے کہا تھا کہ جبتک کرۂ ثفزاد اور کرۂ ارض کے مابین رابطہ نہ قائم ہو جائے گا وہ کسی چیز میں دلچسپی نہ لے گی اور اس نے ایسا ہی کیا"

"زیاد پرسوں شب کو حمراء کی والدہ کے پاس گیا تھا" حسن نے مولانا عبدالسلام اور حنیف بن ہشام سے کہا "وہ حمراء سے نکاح کرنا چاہتا تھا لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ کل وہ حمراء کے پاس قصر الذہب میں بھی آیا لیکن حمراء نے اس کو دھتکار دیا۔ اسی لئے رات کو اس نے اسے زبردستی اٹھا لے جانے کی کوشش کی۔ اگر اسد ان بدمعاشوں کا تعاقب نہ کرتے تو وہ اسے لے کر ابتک کارخ پہونچ چکا ہوتا اور ناریتی فوجیں مرفونیہ کی حدود میں ہوتیں"

"خدا نے حمراء کی حفاظت کے لیئے اسد کو کرۂ ارض سے بھیجا ہے۔ میں اسکی والدہ کو مشورہ دوں گا کہ وہ اسد کے ساتھ حمراء کا عقد کر دیں۔ وہ یقیناً اس رشتہ سے بہت خوش ہوگی اور اس طرح کرۂ ارض سے ہمارا منقطع رشتہ دوبارہ استوار ہو جائے گا۔"

مولانا عبدالسلام نے کہا: "اسد کے لیئے حمراء فردوسی تحفہ ہوگی ——"

"—— اور حمراء کے لیئے اسد عطیہ خداوندی ——" عفیف بن ہشام مسکراتے ہوئے بولے۔

(۲۴)

حمراء، زمرد، سعد اور اسد باتیں کرتے ہوئے برآمدے کے اس حصہ میں پہنچ گئے جو بالکل سمندر کے سامنے تھا، آفتاب کی کمزور سنہری کرنیں لہروں پر مچل رہی تھیں۔ بہت دور چند چھوٹی کشتیاں لہروں پر جھولا جھولتی ہوئی آہستہ آہستہ کھلے سمندر کی طرف جا رہی تھیں۔ اسد نے بہت دور افق پر نگاہیں جما دیں اور ایک ساعت بعد زمرد، حمراء اور سعد سے اس طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"وہ کیا چیز ہو سکتی ہے۔؟"

کشتیوں سے بھی آگے افق کے قریب دس بارہ سیاہ دھبے نظر آ رہے تھے

حمراء نے بغور دیکھ کر کہا: "بحری بیڑے کے گشتی جہاز معلوم ہوتے ہیں۔"

ہوٹل کے سامنے سے زرہ پوش کاروں کا ایک قافلہ گزرا۔

"یہ شہری محافظوں کی کاریں ہیں۔" حمرا نے اپنے تینوں ساتھیوں سے کہا "آج مرفرنیہ کے ہر حصہ میں فوجیں نقل و حرکت کر رہی ہوں گی۔ مجھے افسوس ہے کہ ہم آج القنطہ کی سیر نہ کر سکیں گے۔"

زمرد نے متعجبانہ لہجہ میں کہا "مجھے یہاں عوام کا اطمینان دیکھ کر حیرت ہو رہی ہے۔ کرۂ ارض پر تو صرف جنگ کے خطرے ہی سے تہلکہ مچ جاتا ہے۔ کاروبار وقتی طور پر بند ہو جاتا ہے اور ایک عجیب افراط و تفریط کا عالم ہو جاتا ہے۔"

حمرا مسکرائی "معلوم ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگ اسلام کی تعلیم کو بھلا بیٹھے ہیں ــــ یہ سب خوف کا نتیجہ ہے۔ انسان کو صرف خدا سے ڈرنا چاہئے ــــ"

اسد نے اسے پر شوق نگاہوں سے دیکھا۔ حمرا نے شرما کر نظریں نیچی کر لیں اور ایک ساعت بعد زمرد سے کہا۔

"آئیے کمرے میں چل کر بیٹھیں۔ زیادی کی گرفتاری کے بعد دارالامارات سے کوئی اہم اعلان ضرور نشر کیا جائے گا۔"

اسد بول اٹھا "واقعی آج تو ہم کو ایک لمحہ کے لئے بھی ٹیلی ویژن کے پاس سے نہ ہٹنا چاہئے۔"

سعد نے کہا "تو پھر آئیے چل کر وہیں بیٹھیں۔"

چاروں باتیں کرتے ہوئے اس کمرے کے سامنے پہونچ گئے جس میں سب بیٹھے ہوئے تھے۔ کمرے کے دروازے اور کھڑکیاں بند تھیں۔

زمرد نے کہا "شاید کوئی خاص اعلان سنا جا رہا ہے۔"

حمرا نے آہستہ سے دروازے پر دستک دی ایک ملازم نے دروازہ کھول دیا

سب اندر پہونچ گئے۔ دروازہ پھر بند کر دیا گیا۔ پہلے تو تاریکی میں ان کو کچھ نظر نہ آیا لیکن کچھ ہی دیر بعد آنکھوں کی خیرگی جاتی رہی۔

حسن ٹیلی وژن کے پاس بیٹھا ہوا اس کے لٹو کو آہستہ آہستہ گھما رہا تھا۔ پردہ پر ایک بزرگ صورت انسان کا عکس نظر آرہا تھا۔ وہ فصیح عربی میں کہہ رہے تھے۔

"۔۔۔ کرۂ ارض کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے اس دنیا میں بھی قدسیوں کی آمد کے بعد سے ابتک متعدد افراد نے راہ حق سے منھ موڑا اور ذلیل وخوار ہوئے ۔۔۔ زیاد بن ابی عامر بھی ان میں سے ایک ہے۔ وہ کل صالحین کی مجلس اعلیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا ۔۔۔ حق پر چلنے والوں پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں۔"

"اختتامی اشارے کے ساتھ ہی حسن نے سلسلہ منقطع کر دیا اور کمرے کے دریچے کھول دیے گئے۔ زمرد، حمراد، سعد اور اسد اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔

حنیف بن ہشام نے مولانا عبدالسلام سے کہا۔ "زیاد نے جس ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہے اس سے قدسیوں کے وقار پر حرف آتا ہے۔"

"وہ ان ہی برقی لہروں سے ہلاک کیا جائے گا جو اس نے ہوٹل کے محافظوں پر استعمال کی ہیں۔"

حسن نے اپنا خیال ظاہر کیا۔ سب آپس میں باتیں کرنے لگے۔ ہوٹل کے مہتمم نے دو بار کمرے میں آکر بتایا کہ ناریتیوں نے ابھی تک کوئی جواب نہیں دیا ہے اور وہ خوفناک گھڑی قریب آتی جا رہی ہے جب مرفونیہ کی بحری، بری اور فضائی فوجیں براہ راست اقدام کریں گی۔

ہر شخص ایک نامعلوم خوف سے پریشان ہوتا جا رہا تھا۔ ہر شخص کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ کسی خوفناک طوفان کی آمد کا منتظر ہے۔ ان سب کی گفتگو کا موضوع وہی فیصلہ کن خطرناک ترین لمحہ تھا جو گھڑی کی سوئی کی حرکت کے ساتھ قریب آتا جا رہا تھا۔

حمرا نے ٹیلی ویژن کی گھڑی کی طرف دیکھ کر ملازم کو دروازے اور کھڑکیاں بند کرنے کا اشارہ کیا اور اپنی کرسی کھینچ کر ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھ گئی۔ کمرہ تاریک ہوتے ہی چند سکنڈ بعد پردہ پر سلمیٰ کا عکس نظر آیا۔ اس کے چہرے سے پریشانی مترشح تھی۔ اس نے معبود حقیقی کے نیک بندوں کو امن اور سلامتی کی دعائیں دیتے ہوئے کہا۔

" ناریتیوں کے دارالحکومت سے ایک گھنٹہ کی مزید مہلت طلب کی گئی ہے۔ امیر الامراء نے ان کی اس درخواست کو منظور کر لیا —— ناریتیوں کو غالباً کاردخ کے سائنسدانوں کی مجلس اعلیٰ کے فیصلہ کا انتظار ہے۔ انسانیت کے پاسبان ہر صورت حال کے مقابلہ کے لئے تیار ہیں —— یہ صف اول کے جانباز ہیں ——"

پردہ پر چند انسانوں کا عکس نظر آیا۔ وہ سر سے پیر تک لبادہ میں لپٹے ہوئے تھے۔ ان کے سروں پر خود تھے ان میں ربر کی بلدار نلکیاں لگی ہوئی تھیں۔ ہر شخص کے ہاتھ میں انجکشن کی پچکاری کی قسم کی کوئی چیز تھی۔ وہ چٹانوں کے درمیان کھڑے ہوئے تھے۔

سلمیٰ کی آواز آئی " یہ چھوٹی پچکاریاں زمانہ قدیم کی عظیم پیکر توپوں سے

زیادہ خوفناک ہیں ان سے خارج ہونے والے شعلے دشمنوں کو تلاش کرنے کے بعد راکھ کر دیتے ہیں ——— اور یہ ہیں فضاؤں اور سمندروں کے پاسبان ———"

"ایک قطار میں چالیس پچاس انسان نظر آئے۔ وہ بھی سر سے پیر تک عجیب و غریب لباس میں ملبوس تھے۔ وہ سب ایک قطار میں کھڑے ہوئے تھے۔

"اشارہ پاتے ہی یہ اپنی کمین گاہوں میں پہونچ جائیں گے اور بلند فضاؤں سے سمندر کی تہہ تک برقی لہریں منتشر کر دیں گی ان کا جال بن دیں گے۔ یہ لہریں دیا سلائی سے لے کر آتش فشاں پہاڑ تک کو چشم زدن میں سرد کر سکتی ہیں ——— اور یہ دیکھئے انھیں کے چند ساتھی غاروں میں ان لہروں کو خارج کرنے والی مشین کے پاس حکم کے منتظر کھڑے ہوئے ہیں"

"اب فضا میں آئیے۔ یہ سامنے سطح زمین سے بہت اوپر ہمارے طیارے ہوائیاں اور اڑن طشتریاں حشرات الارض کی طرح اڑ رہی ہیں۔ ان پر ان برقی لہروں کا کوئی اثر نہ ہوگا جو مشینوں کو بیکار کر کے ہر جلنے والی چیز کو سرد کر دیتی ہیں۔

——— سلمیٰ کی آواز کمرے میں گونج رہی تھی۔

"یہ ہمارے بحری بیڑے کی آبدوزیں۔ یہ جنگی جہاز ہیں ———"

مناظر تیزی کے ساتھ بدل رہے تھے۔ ہر وہ شخص جس کا عکس پردہ پر نظر آرہا تھا اپنی جگہ ساکت و صامت کسی حکم کا منتظر کھڑا تھا۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر دوربین سے مشابہ آلات نصب تھے۔ میدانوں میں جابجا گلاب کے پھول سے ملتے پھول پڑے ہوئے تھے۔

"یہ خشکی کی سرنگوں کے نقشے ہیں ——— خود بخود جل اٹھنے والے ———

دس میل کے فاصلہ سے برقی لہروں کے ذریعہ ان کو سلگایا جاتا ہے۔"

ایک پہاڑی درے سے ایک فوجی دستہ گزرتا ہوا نظر آیا وہ اپنی پشت پر گول پیپے لٹکائے ہوئے تھے اور ہاتھوں میں لمبی پچکاریاں تھیں۔ سلمیٰ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"ناریتیوں کی نشرگاہیں بے کار کی جا چکی ہیں طاقتور برقی لہریں ان کی نشری لہروں کو جذب کر رہی ہیں ____ ساسون، اینوں اور نپتار میں پریشاں حال شہری ادھر ادھر بھاگ رہے ہیں۔ سرکاری ملازم اور فوجی سپاہی ان کو تختۂ مشق ستم بنا رہے ہیں وہ تشدد سے امن برقرار رکھنا چاہتے ہیں ____ یہ دیکھئے۔"

پردہ پر ایک سڑک کا منظر نظر آیا شہری گرتے پڑتے آپس میں ٹکرا کر بھاگ رہے تھے۔ ناریتی پولیس ان کے ساتھ بہیمانہ سلوک کر رہی تھی۔ دوسرے منظر میں چند ناریتی شہری اپنی پولیس پر حملہ کرتے ہوئے نظر آئے۔ ایک دوسری سڑک پر فوج اور عوام میں دست بدست جنگ ہو رہی تھی۔

سلمیٰ کہہ رہی تھی یہ ناریتی عوام اپنے حکمراں طبقہ سے نالاں ہیں۔ ہمارے رویہ نے ان کی ہمت افزائی کی ہے۔ ہمارے ہمدرد ناریتی، ساسون اور اینوں کے ثقفی مسلمانوں سے تعاون کر رہے ہیں اور یہ مناظر ان کے تعاون سے نشر کئے جا رہے ہیں ____ یہ ہمارے ہمدرد ناریتیوں کا ایک گروہ ہے وہ ہمارے لئے پیغام اور ضروری اطلاعات نشر کر رہے ہیں۔"

چند نوجوان آلہ نشر الصوت کے سامنے مصروف عمل نظر آئے۔ ان کے بعد ہی ثقفی مسلمانوں کی ایک جماعت ایک شاہراہ پر کچھ چھڑکتی ہوئی دکھائی دی۔

ہو مسلمان سڑکوں پر برق ریز سفوف چھڑک رہے ہیں — اب صرف دو منٹ باقی رہ گئے ہیں امن کے صرف ایک سو بیس سکنڈ — ایک سو دس سکنڈ — دس سکنڈ — پانچ — دو — ایک — وہ — دیکھئے — — فضاؤں میں اڑن طشتریوں نے رخ بدلا — ہوائیاں تیر کی طرح ساسوں کی سرحدوں کی طرف چلیں۔ طیارے عقابوں کی طرح پر پھیلائے جھپٹے — لامحدود طاقت کی برقی لہروں کو برانگیختہ کرنے کے لئے ماہرین برق نے اپنی مشینوں کے دستوں پر ہاتھ رکھ لئے — برق پاش مشینوں کے دہانے مختلف سمتوں کو گھوم گئے — خندقوں میں برق انداز ہوشیار ہو گئے — اور اور — یہ دیکھئے کوہ طاطوری کے سلسلہ میں — اس کی بلند ترین چوٹیوں کی گھاٹیوں سے ناریتیوں نے اپنا مایۂ صد ناز حربہ — سنہری لہریں فضا میں بکھیر دیں لیکن وہ سو فیٹ کی بلندی تک پہونچ کر غائب ہو رہی ہیں — ہماری طاقتور لہروں کا جال ان کو بے اثر کر رہا ہے —”

سلمیٰ کے ہر جملے کے ساتھ مناظر بدل رہے تھے۔“

” دیکھئے آسمان کی نیلی گہرائیوں سے دو سو اڑن طشتریاں ایک اڑتے ہوئے چندن ہار کی صورت میں اسی سلسلہ کوہ کی طرف آ رہی ہیں — وہ آگئیں — انھوں نے سطح کی طرف آتشیں لچھے پھینکے — وہ دیکھئے دھوئیں کے سیاہ گھنے بادل اٹھے — دولت مرفونیہ پائندہ باد — ہمارے راکٹوں نے ان کی برقی لہروں کا جال توڑ دیا — اور یہ مٹیالے رنگ کا طوفان جو آسمان سے سطح زمین کی طرف بادلوں کی طرح آ رہا ہے — ہمارے طیارے اور راکٹ ہیں وہ

فضا میں برقی لہریں بکھیر رہے ہیں۔ ناریتی فوجیں دو گھنٹے کے لئے مفلوج ہو جائیں گی ــــ اور ساسوں، ایئوں اور بختار کے چپہ چپہ پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا ــــ"

ــــ "نصر من اللہ فتح قریب ــــ" مولانا عبدالسلام جوش میں چیخ اٹھے۔

"ہمارے طیارے اور ہوائیاں بختار تک پہونچ چکی ہیں ــــ اور اب دیکھئے ــــ یہ سیاہ بوندیں ہیں ــــ ہمارے جانباز سپاہی ہر اہم مقام پر اتر رہے ہیں وہ ہزاروں فیٹ کی بلندی سے کود رہے ہیں ــــ آئیے اب ہم سطح پر چلیں ــــ مرفونیوں نے جنگ جیت لی۔ توحید پرستوں کو فتح ہوئی ــــ کرۂ ثقر پر انسانیت کا بول بالا ہو گیا ــــ"

"انسانیت کا بول بالا ہو گیا" مولانا عبدالسلام اور رضیہ نے ایک ساتھ کہا اور اپنے ساتھیوں کے دھندلے چہروں کی طرف دیکھنے لگے۔

سلمیٰ کہہ رہی تھی " ــــ انسانیت کے پاسبان کا روخ جمریت اور لزاری کی سڑکوں پر سینہ تانے ہوئے چل رہے ہیں"

پردہ پر مرفونی پیدل سپاہ نظر آئی۔ انسانیت کے تحفظ کے لئے اپنا سب کچھ قربان کرنے والے بالکل ارضی سپاہیوں کے انداز میں سینے تانے قدم ملائے ہاتھوں کو ہلاتے ہوئے سڑک پر سے گزر رہے تھے۔ ناریتی عورت، مرد، بوڑھے اور بچے سڑکوں پر دو رویہ کھڑے ہوئے جوش مسرت میں تالیاں بجا رہے تھے ــــ بالکل اسی طرح جس طرح مفتوح قومیں فاتح سپاہیوں کا استقبال کرتی ہیں۔

ایک گھنٹہ تک فاتح افواج کے داخلے اور سرکاری دفاتر اور عمارتوں پر قبضہ کرنے کے مناظر پردہ پر یکے بعد دیگرے نظر آتے رہے۔ اس مہم کی خبروں کے اختتام

پر سلمی نے بتایا۔

"مملکت نارقیہ کے ارباب حل وعقد اور مقدس رہنما خود کو مرفونی کمانداروں کے حوالے کر چکے ہیں۔ نارقیوں کے جنگی دیوتا نے خودکشی کر لی ہے۔ نارقی بھی اس کو اس درجہ بزدل نہیں سمجھتے تھے۔ فوجی رہنما اپنے اسلحہ جات دے کر اپنے مرکزوں کو واپس جا رہے ہیں جنگی اور سیاسی قیدی ابھی تک شمار نہیں کیئے جا سکے ہیں ان میں سے نوے فیصدی دماغی اصلاح کے مرکزوں کی طرف روانہ کر دے جائیں گے ان مرکزوں میں انکی دماغی نشو ونما کا جائزہ لیا جائے گا اور نشو ونما میں جو خامیاں رہ گئی ہیں انکو دور کرنے کی کوشش کی جائے گی ___ یہ مہم نو بجے شروع ہوئی اور بارہ بجے ختم ہو گئی اب بارہ بجکر دس منٹ ہوئے ہیں ___ ہم بھی رخصت ہوتے ہیں ___ خدا حافظ۔"

پردہ پر تاریکی پھیلتے ہی ملازموں نے دروازے اور کھڑکیاں کھول دیں حمراد نے مسکراتی ہوئی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا

"آج وقت کا پتہ ہی نہ چلا ___"

"اور کروڑوں انسانوں کی تقدیریں بدل گئیں"۔ زمرد نے اٹھتے ہوئے کہا۔ آؤ ہم سب مل کر جشن منائیں اور چمن میں خوشی کے گیت گائیں۔

سب اٹھ کر برآمدے میں آ گئے۔ سامنے آسمان پر حد نگاہ تک ایک قطار میں اڑن طشتریاں پرواز کرتی ہوئی نظر آئیں۔ بہت دور پر چند جہاز مرفونیہ کے بحری بیڑے کا جھنڈا اڑاتے دکھائی دیے۔ ان کا رخ بندرگاہ کی طرف تھا۔ ہوٹل کے دیگر مسافر ہوٹل کے پائیں باغ کی طرف جا رہے تھے۔ وہ سب بھی زینے سے اترتے ہوئے باغ میں پہنچ گئے۔

ہوٹل کی عمارت پر مرفونیہ کا نیلگوں قومی جھنڈا لہرا رہا تھا۔ اسکے حاشیوں پہ چاروں

طرف سفید تارے اور وسط میں ہلال بنا ہوا تھا۔ اڑن طشتریاں القنطرہ پر پھول برساتی ہوئی گذر گئیں۔ ہوٹل کے ملازم در و دیوار پر مرفونیہ کے چھوٹے اور بڑے جھنڈے لگا رہے تھے ایک بجے اسد اور اسکے ساتھیوں نے اپنے میزبانوں کے ساتھ کھانا کھایا خفیف بن ہشام نے کھانے کے کمرے ہی میں اسد اور مولانا عبدالسلام سے بتا دیا کہ قیرانیہ میں آج جشن مسرت منایا جائے گا۔ امیر الامراء نے ارضی مہمانوں کو خاص طور پر اس میں شرکت کی دعوت دی ہے۔

ایک گھنٹے بعد اسد اور اس کے ساتھی اس ہوائی مستقر پر پہونچ گئے جہاں اُڑن طشتریاں اترتی تھیں۔ قیرانیہ میں ان لوگوں نے جو اڑن طشتریاں دیکھی تھیں یہ ان سے بڑی اور ساخت کے اعتبار سے بالکل مختلف تھی اس کی جسامت بھی بڑی تھی وہ ایک عفریت پیکر کچھوے کی طرح ایک بڑے چبوترے پر اپنے چاروں پنجے ٹیکے ہوئے تھی۔ اس کا قطر ایکسو بیس فیٹ تھا۔ حمراء نے سب کو ایک مدور کمرے میں پہونچا دیا۔ اس میں صرف ایک پائلٹ تھا اسکی کرسی کے قریب دو چھوٹی گھڑیاں۔ ایک ٹیلی ویژن ایک آلہ فنتر الصوت اور ایک دستہ لگا ہوا تھا۔ اڑن طشتری دو بجکر دس منٹ پر سطح زمین سے بلند ہوئی اور پندرہ منٹ میں قیرانیہ پہونچ گئی۔

قیرانیہ کی ہر عمارت دولہن کی طرح آراستہ کی جاچکی تھی، مغرب سے قبل ہی فضا میں گیس کی ایک ہلکی چادر پھیلا دی گئی جس نے آفتاب غروب ہوتے ہی اپنی ٹھنڈی سفید روشنی سے چپہ چپہ کو منور کر دیا۔ قصر الذہب کے سامنے جھیل کے چاروں طرف میلوں تک خوش پوش ثفری عورت مرد، بوڑھے اور بچے نصف شب تک جشن مناتے رہے جھیل کی سطح پر بے شمار چھوٹے اور بڑے موٹر لنچ اور برقی طاقت سے چلنے والی کشتیاں دوڑتی رہیں قصر الذہب ہی سے امیر الامراء نے کروڑوں ثفریوں کو خطاب کرتے ہوئے ہفت روزہ جشن کا اعلان کیا۔

اسی جشن کے سلسلہ میں حمراء نے اپنی والدہ کو ارضی مہمانوں سے متعارف کرایا وہ ایک چالیس سالہ کم سخن، سنجیدہ، متقی اور پرہیزگار خاتون تھیں ان کا زیادہ وقت عبادت میں گزرتا تھا۔ اسد، مولانا عبدالسلام، حنیف بن ہشام، سلمٰی، حمراء، سعد اور زمرد وہ بھی نصف شب تک ایک آراستہ بجرے پر سیر چراغاں کرتے رہے زمرد اور سعد ان سے بہت جلد بے تکلف ہو چکے تھے اور ان کو امی کہہ کر خطاب کر رہے تھے۔ وہ سیر چراغاں سے زیادہ زمرد، سعد، اسد اور مولانا عبدالسلام کی باتوں میں دلچسپی لے رہی تھیں۔ انھوں نے مولانا عبدالسلام اور سعد کے استفسار پر اپنے مرحوم شوہر کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا۔

"انھوں نے کرۂ ارض سے رابطہ قائم کرنے کے لئے اپنی زندگی وقف کر دی تھی —— افسوس کہ وہ کرۂ ارض تک پہونچنے کی تمنا اپنے دل ہی میں لئے ہوئے چلے گئے۔

حمراء کی والدہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور آواز گلوگیر ہو گئی۔ کچھ دیر بعد انھوں نے اپنی آواز صاف کرتے ہوئے کہا۔

"انتقال سے کچھ عرصہ قبل انھوں نے حمراء کو وصیت کی تھی کہ وہ انکے کام کو جاری رکھے اور اپنے لئے یہ سمجھے کہ وہ اس دنیا کے لئے نہیں بلکہ کسی دوسری دنیا کیلئے پیدا ہوئی ہے —— خدا کا شکر ہے کہ حمراء اپنے ارادوں میں کامیاب ہوئی۔ اسنے آپ لوگوں کو کرۂ ثفر کی طرف متوجہ کرایا اور آج میں ان انسانوں کو اپنے سامنے دیکھ رہی ہوں جنکے اسلاف کے کارنامے، قصے اور کہانیوں کی طرح سنا کرتی تھی، میری حمراء کی کامیابی سے اس کے باپ کی روح کو کس قدر خوشی ہوتی ہو گی۔ کاش میں یہ معلوم کر سکتی اور میری آخری تمنا بھی پوری ہو جاتی ——"

"امی! ——" حمراء بول اٹھی "میں زندہ ہوں تو آپکی آخری تمنا بھی پوری ہو جائیگی

میں آپ کو کرۂ ارض لے چلوں گی ـــــ"

اسد نے کہا۔ "ہم آپ کو اپنے ساتھ لے جائیں گے ـــــ بین السیاری سفر بہت جلد ایک تفریحی مشغلہ ہو جائے گا ـــــ"

ان کا بجرا ایک مصنوعی قوس قزح کے نیچے سے گزر رہا تھا۔ ایک دوسرے بجرے پر چند لڑکیاں رقص کر رہی تھیں حمراء اور زمرد اٹھ کر اگلے حصے پر پہونچ گئیں۔ اس جگہ سے رقص بخوبی نظر آ رہا تھا۔ اس بجرے کی طرف دیکھتے ہوئے حمراء نے زمرد سے کچھ کہا اور اس نے پلٹ کر اسد کو آواز دی۔

"اسد صاحب! دیکھئے یہ اسی قسم کا رقص ہے جس کی ایک جھلک ہم نے لکھنؤ میں ایاز کے ٹیلی ویژن پر دیکھی تھی۔"

اسد حمراء اور زمرد کے پاس چلا گیا۔ حمراء کی والدہ نے اپنی لڑکی کو شفقت آمیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے سعد اور مولانا عبدالسلام سے کہا۔

"سن شور کو پہونچنے کے بعد آج یہ پہلا دن ہے کہ وہ دنیا اور اسکی تفریحات میں دلچسپی لے رہی ہے۔ اور یہ سب آپ حضرات کی آمد کا نتیجہ ہے ـــــ ورنہ میری بچی تو تارک الدنیا ہو چکی تھی۔ میرا یہ پھول کھلنے سے پہلے ہی کمھلانے لگا تھا۔ حمراء نے اپنے دل میں سمجھ لیا تھا کہ خدا نے اسکو دنیا کی مسرتوں اور جوانی کی رنگینیوں اور دلآویزیوں سے محروم کر دیا ہے ـــــ لیکن اس خدائے بزرگ و برتر کا شکر ہے کہ وہ آج خوش ہے اور اپنی ہم عمر لڑکیوں کی طرح فتح کے اس جشن مسرت میں حصہ لے رہی ہے۔"

سعد نے ملتجیانہ لہجہ میں کہا۔ "امی! کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا ہے کہ آپ ہماری دنیا ہی میں مستقل طور پر سکونت اختیار کر لیں۔"

"میری دنیا تو حمراء ہی ہے ـــ اگر وہ کرۂ ارض کو اپنا لیگی تو مجھے بھی کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

"حمراء پندرہ روز ہی میں ہم لوگوں میں اس طرح گھل مل گئی ہے کہ اب وہ ہماری ہی جماعت کی ایک رکن معلوم ہونے لگی ہے۔" مولانا عبدالسلام نے داڑھی پر ہاتھ پھیر کر حمراء کی والدہ کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "جہاں تک میرا خیال ہے۔ وہ بھی ہمارے ساتھ جانیکی متمنی ہے" "خصوصاً کل رات کے واقعہ نے اسے بہت متاثر کر دیا ہے۔" حمراء کی والدہ نے زمرد، حمراء، اور اسد کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اگر اسد اپنی جان خطرے میں ڈال کر زیاد اور اسکے ساتھیوں کا مقابلہ نہ کرتے تو خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس وقت میری بچی زندہ ہوتی بھی یا نہیں ـــ وہ بہت خوددار اور حساس ہے ـــ"

مولانا عبدالسلام نے دبی ہوئی زبان میں کہا۔ "تو پھر ان حالات کے ماتحت اگر وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گئے۔

"میں آپ کا مطلب سمجھ گئی۔" حمراء کی والدہ بول اٹھیں ـــ "لیکن یہ امیرالامراء کی مرضی پر منحصر ہے۔ حمراء کے والد نے مرنے سے قبل انھیں کو اسکا سرپرست اور ولی مقرر کیا تھا۔"

"خود آپ کا کیا خیال ہے ـــ؟" سعد نے ان سے دریافت کیا۔

"یہ دنیا ہو یا وہ دنیا۔ حمراء صرف اسد ہی کے ساتھ خوش رہ سکتی ہے ـــ اور اس کی خوشی میرا مقصد حیات ہے۔

اسد کا بجرا قوس قزح کے نیچے سے گزرتا ہوا دوسرے کنارے پر پہونچ گیا۔ ایک مونہ محراب کے سامنے اسد کے ساتھی ان سب کے انتظار میں کھڑے ہوئے تھے۔ اسد نے حمراء کی والدہ کو سہارا دے کر ساحل پر اتارا۔ اور سب فواروں کے قریب ٹہلنے لگے۔ فواروں سے کچھ دور سنگین سیڑھیوں پر آتش بازی چھوٹ رہی تھی جب نصف شب کے بعد

قصر الذہب پہنچے۔

دوسرے روز شب کو امیر الامراء نے مہمانوں کو اپنے محل میں رات کے کھانے پر مدعو کیا۔ کھانے کے بعد حمراد کی والدہ حنیف بن ہشام اور مولانا عبدالسلام بہت دیر تک ان سے باتیں کرتے رہے۔ اسد، سعد، زمرد حمراد ارملا، میمونہ، فیروندہ، منوہر اور المان کے دیگر ساتھی مرفونی میزبانوں کے پاس بیٹھے ہوئے ان سے باتیں کر رہے تھے۔

محل سے روانگی سے قبل امیر الامراء نے مہمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میرے مقدس دوستو! تم سب میرے کرۂ ثفر پر بسنے والے کروڑوں انسانوں کیلئے مقدس ہو۔ اس لئے کہ تم اس کرہ سے آئے ہو جہاں خدا کا آخری نبی پیدا ہوا۔ اس کرہ کو ہماری نگاہوں میں وہی رفعت حاصل ہے جو تمہارے دلوں میں کعبہ اور حرم کے لئے ہے۔ کرۂ ثفر کے قدسی بھی اس کرہ سے یہاں آکر آباد ہوئے۔ اس لئے کرۂ ارض سے رابطہ قائم کرنا اور تعلقات برقرار رکھنا ہمارے لئے باعث فخر ہے۔"

انھوں نے چاروں طرف دیکھا۔ ہر شخص کی نگاہیں ان پر جمی ہوئی تھیں — امیر الامراء نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا" ہم قدسیوں کی ہمیشہ سے یہی کوشش رہی ہے کہ ہم کرۂ ارض تک پہنچ جائیں ہمارے لئے یہ بات نا ممکن تھی۔ ہمارے اسلاف اڑن طشتری کے ذریعہ یہاں آئے لیکن وہ یہاں بیکار ہو گئی اور قبل اسکے کہ دوسری اڑن طشتری تیار ہو جاتی ہمارے اسلاف کے قائد حضرت ابو الصلت علیہ الرحمۃ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابو الصلت اور انکے ساتھیوں نے بہت عجلت میں المیریہ کو خیرباد کہا تھا۔ وہ اپنے عجیب وغریب آلات اور کلیں اوزار اور تجربات کی تفصیل کے قلمی نسخے سب کچھ المیریہ کی رصدگاہ کے ایک تہہ خانے میں چھوڑ آئے تھے۔ اس لئے صدیوں تک دوسری اڑن طشتری بنائی

جا سکی، لیکن قدسیوں کی ترقی کی راہیں مسدود نہیں ہوئیں۔ انھوں نے یہاں پھر نئے سرے سے تحقیق و تجسس کی اور سات سو سال بعد پھر ایک اڑن طشتری بنائی گئی اور تجرباتی پرواز کے بعد گیارہ جانباز قدسی اب سے تیس سال قبل کرۂ ارض تک پہونچنے میں کامیاب ہو گئے

سب اسی طرح خاموش بیٹھے ہوئے امیر الامراء کی تقریر سن رہے تھے۔ وہ ایک ساعت کے لئے ٹھہرے اور پھر بولے۔

" ہم نے اپنے اسلاف کی لکھی ہوئی کتابوں میں اندلس اور دیگر ممالک کے متعلق جو کچھ بھی پڑھا تھا ہمارے جہاتی مشن کے اراکین نے اس دنیا کو اس سے بالکل مختلف پایا قرطبہ ایک معمولی شہر نظر آیا اور المیریا ایک چھوٹا بندرگاہ۔ اس جہاتی مشن نے حضرت ابو الصلت کی رصدگاہ کے کھنڈروں کو دیکھا ایک ایک پتھر کو الٹ دیا۔ تہہ خانوں کا پتہ چلایا لیکن کوئی کامیابی نہ ہوئی۔ وہ واپس آئے اور پھر گئے۔ یہ سلسلہ مدتوں جاری رہا۔ انھوں نے رصدگاہ کے کھنڈروں کے آس پاس کے کھیت تک کھود ڈالے لیکن کسی جگہ وہ ذخیرہ نہ برآمد ہوا۔ ہمارے روحانی پیشوا اور رہنما سیدی و مولائی حضرت عثمان القادر جنھوں نے اس دنیا تک ہماری رہنمائی کی تھی۔ انھوں نے وصیت کی تھی کہ جبتک کرۂ ارض کا اولوالعزم انسان یہاں تک نہ پہونچے اس وقت تک اس رابطہ کو نہ قائم کیا جائے۔

امیر الامراء نے اپنی تقریر میں ابو الصلت کے اس خط کا بھی حوالہ دیا جو اسد اور اس کے ساتھیوں نے ریاض میں دیکھا تھا انھوں نے کہا۔

" ہم کو ان لوگوں کا انتظار تھا اور آج وہ ہمارے سامنے بیٹھے ہوئے ہیں اب کرۂ ارض کے مسلمانوں سے ہمارا رابطہ قائم ہو چکا ہے پرانے رشتے استوار ہو چکے ہیں ان کو اور زیادہ مضبوط اور مستحکم کرنے کے لئے میں رازی مرحوم کی بیوہ حضرت مولانا عبدالسلام اور شیخ حنیف

بن ہشام کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے ارضی مہمانوں اور ثقفی میزبانوں کو یہ مژدہ سناتا ہوں کہ کل اس قصر میں بعد نماز ظہر اسد سے حمراء کا نکاح فتح کے جشن کی مسرتوں کو دوبالا کر دے گا ــــ اور ــــ"

مہمانوں کی پرجوش تالیوں کی آواز میں امیرالامراء کی آواز دب گئی۔ وہ مسکراتے رہے اور کچھ دیر بعد ہاتھ کے اشارے سے سب کو خاموش کراتے ہوئے کہا۔

"کل ہی قصر الذہب میں ایک دوسری مقدس رسم بھی ادا کی جائے گی۔ یہ ڈاکٹر منوہر سنگھ اور ماہر طبعیات ڈاکٹر ارملا برتھی سنگھ کی رسم مناکحت ہو گی ــــ"

امیرالامراء کا کمرہ ایک بار پھر تالیوں سے گونج اٹھا۔ ہر شخص حمراء، اسد، ارملا اور منوہر سنگھ کو پیغام تہنیت دے رہا تھا۔ اسد نے حمراء کی طرف دیکھا حیا کی سرخی نے اسکے ملکوتی حسن میں چار چاند لگا دیے۔ غیر ارادی طور پر دونوں کی نگاہیں چار ہوئیں اور حمراء نے نگاہیں نیچی کر لیں۔ ارملا کے چہرے کی دل کشی میں بھی اضافہ ہو گیا تھا اور وہ اپنے ساتھیوں سے نگاہیں چرانے کی کوشش کر رہی تھی۔

واپسی پر حمراء اپنی والدہ کے ساتھ اپنے مکان چلی گئی۔ قصر الذہب پہونچکر مولانا عبدالسلام نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا اور قرار پایا کہ ارملا اور منوہر سنگھ کی شادی ویدک رسوم کے مطابق ہو لیکن چونکہ وہاں ان مراسم کی ادائیگی ناممکن ہے اس لئے بالکل سادہ طریقہ پر دونوں امیرالامراء کے حضور میں رشتہ ازدواج کا اعلان کریں اور وہ چند گواہوں کی موجودگی میں ان کو سند عطا کر دیں، اسد، سعد، زمرد، میمونہ، فیروزہ ایرج، جمیل اور دیگر افراد نصف شب کے بعد تک ایک وسیع برج میں بیٹھے ہوئے جھیل کے نظاروں اور جشن مسرت کے پروگرام سے لطف اندوز ہوتے رہے۔

اُڑن طشتری

دوسرے روز آفتاب حمراء اسد ارملا اور منوہر سنگھ کے لئے مسرتوں کا نیا پیغام لایا آٹھ بجے صبح امیرالامراء کی موجودگی میں ارملا اور منوہر سنگھ میں زن و شو کی حیثیت سے ایک دوسرے سے وفادار رہنے کا معاہدہ ہوا اور امیرالامراء نے اس کی تصدیق کر دی۔ بعد نماز ظہر مرفونیہ کے مفتی اعظم حضرت سید سلیمان بن زبیر الہاشمی نے حمراء اور اسد کو بھی امیرالامراء کے محل میں رشتہ مناکحت میں منسلک کر دیا۔

امیرالامراء نے عروس کی طرف سے مہمانوں کو عصرانہ دیا۔ شب کو قصرالذہب میں حکومت کی طرف سے دونوں شادیوں کی خوشی میں دعوت ہوئی۔ جشن کے اختتام کے بعد اسد اور اس کے ساتھی پندرہ روز تک اس دنیا کے ہر حصہ کی سیر کرتے رہے مرفونیہ کی مجلس صالحین نے اسد کو ایک اڑن طشتری پیش کی۔ حمراء اس ساخت کی اڑن طشتریوں کو متعدد بار فضا میں لیجا چکی تھی۔ سولھویں روز امیرالامراء ان کے نائبین صالحین سائنسداں اور ہزاروں معتقد رشفری اور قدی، اسد، حمراء کی والدہ۔ مولانا عبدالسلام اور انکے ساتھیوں کو فضائی مستقر پر خدا حافظ کہنے کے لئے جمع ہوئے اسد، حمراء، مولانا عبدالسلام، جمیل، حمراء کی والدہ اور چند دیگر افراد اڑن طشتری میں بیٹھے، باقی اراکین جماعت منوہر سنگھ اور ارملا کے ہمراہ اسد کے راکٹ میں بیٹھے۔ ثفر میں بسنے والے انسانوں نے سلامتی کی دعاؤں کے ساتھ ہاتھ ہلائے اور چشم زدن میں راکٹ اور اڑن طشتری بادلوں کی چادروں کو چیرتے ہوئے فضائے بسیط میں پہونچ گئے۔ کرۂ ثفر کرکیٹ کے اڑتے ہوئے بال کی طرح لحظہ بلحظہ جسامت میں چھوٹا ہوتا جارہا تھا

خان محبوب طرزی
۱۹ مئی ۱۹۵۳ء لکھنؤ

JAMMU KASHMIR UNIVERSITY
LIBRARY
No. 32950
Dat. 14-4-60

50+80 = 1.60 ×5

0.25 300,00

0.25

3/- P. D

1

500

800

125

125

1550

356

70 – 95 Calu –

70 –

80

THE UNIVERSITY OF KASHMIR

ALLAMA IQBAL LIBRARY

UNIVERSITY OF KASHMIR

HELP TO KEEP THIS BOOK
FRESH AND CLEAN

ALLAMA IQBAL LIBRARY

32950